

جلد ۱

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری

افادات

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

شیخ الحدیث

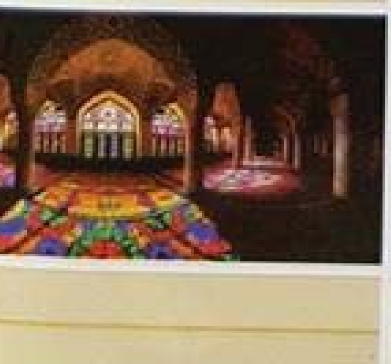
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

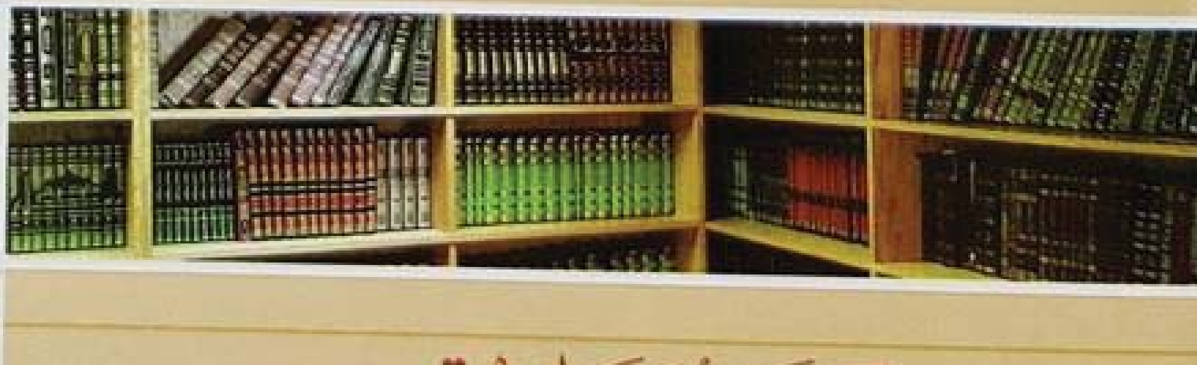
صدر وفاق المدارس پاکستان



جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد





مکتبہ عمر فاروق

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری

جلد 1

افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس پاکستان

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

نام کتاب .... خطباتِ شیخوپوری

ازافادات .... حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ

اشاعتِ اول .... نومبر 2015ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34594144 Cell: 0334-3432345

ای میل .... Mfarooq12317@yahoo.com

maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

مکتبہ معارف القرآن ۔ احاطہ دارالعلوم کورنگی کراچی 021-35031565

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی ---------------- 021-32631834

سعدی اسلامی کتب خانہ گلشن اقبال نمبر2 کراچی 0333-2305791

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی -------- 021-34927159

مکتبہ لدھیانوی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی -------- 021-34130020

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ---------- 021-32212220

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ -------------- 081-2662263

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد ------------- 041-2631204

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور -------------- 042-37224228

مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور

مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ -------- 092-3630594

مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

دارالاخلاص محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

JAMIA FAROOQIA KARACHI

جامعہ فاروقیہ کراچی



باسمہ سبحانہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الاولین والآخرین احمد المجتبیٰ ومحمد المصطفیٰ ومن والاہ۔

مولانا اشتیاق احمد امام خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد ۲ کراچی نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دروس قرآن مجید کے سلسلے کے کام کا اہتمام اور اشاعت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔

پہلے انہوں نے "آسان درسِ قرآن" کے نام سے مولانا شہید کے دروس قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رح کی حیات ہی میں منظر عام پر آ گئے تھے۔

پھر دوسرا سلسلہ ~~شروع کیا~~ "درس کیوں اور کیسے" کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رح "القرآن کورس سینٹر" بہادر آباد میں ہر مہینے کے دوسرے اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ان دروس میں ۷۰ دروس کمپوز ہو چکے ہیں۔ ان کی اشاعت کا مرحلہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رح بالکل معذور تھے چلنے پھرنے سے قاصر تھے لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے اللہ جل وعلا نے ان سے تفسیر قرآن کریم کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لئے بہت کام لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمات کو صدقہ جاریہ بنا کر ان کے والدین اور دیگر اعزاء واقربا، اساتذہ اور جاننے والوں اور محبین کو اجر وثواب عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

(حاشیہ: وہ بہترین مدرس بھی تھے۔ مولانا مرحوم اس معذوری کے باوجود دینی، اصلاحی، تربیتی خدمات انجام دینے کے لیے بیرون پاکستان مختلف دور دراز ملکوں کے سفر پر جاتے رہتے تھے۔)

مولانا اشتیاق احمد انتہائی خوش نصیب اور قابل رشک ہیں جنکو اللہ بزرگ وبرتر نے مولانا شہید رح کی قرآنی خدمات کو منظر عام پر لانے اور نشر کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کی ان مساعی کو اللہ پاک حسن قبول عطا فرمائیں، ان کے لئے، ان کے والدین، اعزاء، اساتذہ اور محبین کے لئے بطور صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

(حاشیہ: [illegible])

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ
۱۲ ستمبر ۲۰۱۵ء

سلیم اللہ خان
خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ المحدثین، یادگارِ اسلاف، مخدوم العلماء، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ادام اللہ ظلہم و فیوضہم



باسمہٖ تعالیٰ

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الاولین
والآخرین احمد مجتبیٰ ومحمد ن المصطفیٰ ومن والاہ

مولانا اشفاق احمد امام خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد ۲ نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن مجید کے سلسلے پر کام کا اہتمام اور اشاعت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔

پہلے انہوں نے ''آسان درسِ قرآن'' کے نام سے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں منظر عام پر آگئے تھے۔ پھر دوسرا سلسلہ ''درسِ قرآن کیوں اور کیسے'' کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ ''القرآن کورسز سینٹر'' بہادر آباد میں ہر مہینے کے دوسرے اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ان دروس میں ۱۰ درس کمپوز ہو چکے ہیں ان کی اشاعت کا مرحلہ درپیش ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مرحلہ کو آسان فرما دیں۔ آمین

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ بالکل معذور تھے، چلنے پھرنے سے قاصر تھے، لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے اللہ جل وعلا نے اُن کے تفسیر قرآن کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لئے بہت کام لیا، وہ بہترین مدرّس بھی تھے۔ مولانا مرحوم اس معذوری کے باوجود اپنی اصلاحی تربیتی خدمات انجام دینے کے لئے بیرونِ پاکستان مختلف دور دراز ملکوں کے سفر پر جاتے رہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنا کر اُن کو، اُن کے والدین کو، اعزاء، اقرباء، اساتذہ اور معاونین ومحبین کو ابدالاباد تک اجر وثواب عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا اشفاق احمد انتہائی خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں جن کو اللہ بزرگ وبرتر نے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی خدمات کو مرتب کرنے اور نشر کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے ان کی مساعی کو اللہ پاک حُسن قبول عطا فرمائیں اُن کے لئے اُن کے والدین، اعزاء، اساتذہ اور معاونین کے لئے بطورِ صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

۱۲ ستمبر ۲۰۱۵ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب دامت برکاتہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

Muhammad Abdul Mannan
Naib Mufti & Ustad Jamia Darul-Uloom Karachi
Date:13.9.2015.

محمد عبدالمنان
نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراتشی
التاریخ ۱۴۳۶.۱۱.۲۸ھ

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم وعلى آله واصحابه واهل بيته اجمعين

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ العصر میں ایمان والوں کے اوصاف میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کرتے ہیں، اور صبر کی تعلیم دیتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ○ (سورۃ العصر)

اسی طرح حدیثِ مبارکہ ہے "الدين النصيحة" کہ دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے ایک اور حدیثِ مبارکہ ہے: "بلغوا عني ولو آية" میری طرف سے اگر دین کی ایک بات بھی تمہیں معلوم ہو تو آگے دوسروں تک پہنچاؤ"۔

مندرجہ بالا ارشادات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین کی نشر و اشاعت تمام مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داری ہے، اور اسی ذمہ داری کے مختلف شعبے درس وتدریس، تصنیف تالف، وعظ اور تبلیغ وغیرہ کو مسلمانوں نے بحسن وخوبی سنبھالا ہے، اور

اپنی اس ذمہ داری سے توفیق اور اپنی استطاعت کے مطابق عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

عوامی سطح پر سب سے زیادہ نافع ترین سلسلہ وعظ وتقریر، بیانات وخطبات کا ہے۔اور اصلاح معاشرہ میں یہ بیانات وخطبات ایک کلیدی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ عام مسلمان جو دینی مدارس میں داخلہ لے کر باقاعدہ علم دین حاصل نہیں کر سکتے وہ زیادہ تر علماء کے بیانات ہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے مستند علماء کے خطبات ایک موثر ذریعہ تبلیغ ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''خطبات شیخوپوری'' ہے، جو کہ داعی قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سالہا سال کے خطبات کا قیمتی مجموعہ ہے جو مولانا موصوف کے علمی، فکری، اور اصلاحی کاوشوں کا بہترین نمونہ ہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف صلاحیتوں سے نوازا تھا، وہ بیک وقت مفسرِ قرآن، کہنہ مشق مدرس اور عوامی سطح کے بہترین خطیب بھی تھے، جن کے اصلاحی، فکری بیانات اور درس قرآن سے بلاشبہ لاکھوں لوگوں نے استفادہ کیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (سورۃ الجمعہ)

مولانا اشفاق احمد صاحب حفظہ اللہ، فاضل جامعہ دار العلوم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے انتھک کوششوں کے ذریعہ خطبات کے اس مجموعہ کو مرتب کیا، مولانا موصوف کا نام علماء کے حلقے میں محتاج تعارف نہیں ہے، وہ اس سے پہلے بھی مولانا شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن پر کام کر چکے ہیں اور آسان درسِ قرآن کے نام سے ''عَمَّ پارہ'' کی تفسیر اور ''درس قرآن کیوں اور کیسے؟'' شائع کر چکے

ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکتیں عطاء فرمائے اور مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے، آمین۔

مذکورہ خطبات کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ درحقیقت عوامی بیانات کا مجموعہ ہے، کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں، لہٰذا اس میں تقریری رنگ غالب اور نمایاں نظر آتا ہے، تاہم مجموعی طور پر یہ ایک فکر انگیز خطبات کا مجموعہ ہے جس سے کوئی خطیب مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے طلبہ، طالبات علماء اور عام مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا ذریعہ بنائے، اور مرتب موصوف کے والدین اور اساتذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین۔۔۔۔ واللہ المستعان

محمد عبدالمنان
نائب مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
13/09/2015

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى: امّا بعد!

اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی سچا دین ہے)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی حیات ابدیہ اپنے مبارک دین اسلام میں رکھی ہے۔خوش قسمت ہے وہ انسان جو دین کی آغوش میں اپنی دنیا کی چندروزہ حیاتِ مستعار گزار کر ہمیشہ کی کامیابیاں پالیتا ہے،صدیوں سے اسلام کا یہ ابدی پیغام پہنچانے کے لئے ہر دور کے پاسبان دین وملت تحریر وتقریر دونوں انداز سے امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

دورِ حاضر میں امت مسلمہ جس جدیدیت کے فتنہ کا شکار ہے، ان کا یہ اعتراض زبانِ زدعام ہے کہ اکیسویں صدی کے جدید مسائل پر برسوں پرانے اسلام کی تعلیمات کی تطبیق ناممکن ہے امت کے ایسے ہی سوالات نیز دورِ حاضر کے دوسرے اہم مسائل کا جواب دینے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے داعیِ قرآن،مفسرقرآن، واعظ شیریں بیان حضرت مولانا محمد اسلم شیخو پوری شہید نَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهٗ، جیسی عظیم علمی شخصیت کا انتخاب فرمایا اور ''القرآن کورسز نیٹ ورک'' بہادرآباد، کراچی پاکستان کے اسٹیج سے بھائی محمد الطاف موتی صاحب اوران کی ٹیم کی معاونت سے دورِ حاضر کے نت نئے

جدید موضوعات پر سیر حاصل بیانات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جو 2006ء تا 2012ء تک ہر ماہ کے دوسرے اتوار نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوتے رہے۔ انہی بیانات کو محترم جناب بھائی محمد الطاف موتی صاحب معیاری سی ڈیز پر ریکارڈ کر کے افادۂ عام کے لئے پیش فرماتے رہے۔ داعی قرآن حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا آخری یادگار بیان ''مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا'' مورخہ 13 مئی، 2012ء کو فرمایا اس کے بعد وہ جامِ شہادت نوش فرما کر داعیٔ اَجل کو لبیک کہتے ہوئے اُمّت کو سوگوار چھوڑ گئے۔

حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص اور باوفا دوست برادرِ مکرم جناب محمد شفیق اجمل صاحب حفظہ اللہ جہاں اہل حق کی ترجمان ایک معیاری ویب سائٹ درس قرآن ڈاٹ کام www.darsequran.com پر حضرت کے دروسِ قرآن کریم نشر کرتے رہے، وہیں ان نت نئے موضوعات پر مشتمل بیانات کو بھی نشر کرتے چلے آرہے ہیں اور امت کے نفع کا سامان مہیا کرتے چلے آرہے ہیں۔

تاہم بندہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اس علمی ذخیرہ کو تقریر سے تحریر کی شکل میں لانے کا کام حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش کو سامنے رکھ کر کرنے کے لئے کمر بستہ ہوگیا۔ بندہ نے جب کام شروع کیا تو اس وقت بنیادی طور پر پیش نظر ''القرآن کورسز سینٹر'' میں ہونے والے بیانات کا مجموعہ تھا، جس میں سے کچھ بیانات ''ندائے منبر ومحراب'' جلد ۷ میں شائع ہوگئے۔ افادۂ عام کے لئے انہیں بھی شامل کرلیا گیا۔

بعد میں حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اہم موضوعات پر مشتمل چند دیگر

بیانات دستیاب ہوئے، اکابر اساتذہ اور اپنے رفقاء کی مشاورت سے انہیں بھی خطباتِ شیخ پوری کا حصہ بنا دیا گیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے ۸۰ بیانات کا مسودہ تیار ہونے کے بعد کمپوزنگ کے مراحل سے بحمد اللہ گزر چکا ہے حضراتِ اکابر اور اساتذۂ کرام زید مجدہم کے مشورہ سے تقریباً ۱۰ جلدوں پر مشتمل خطباتِ شیخ پوری کے نام سے ایک عظیم علمی شاہکار وجود میں آرہا ہے۔

بلاشبہ تمام تر لوازمات کی کماحقہٗ رعایت کرتے ہوئے تقریر سے تحریر کا اسلوب اختیار کرنا مجھ جیسے عاجز انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم بندہ عاجز نے چند امور کا لحاظ رکھا ہے۔

① ۔حتی الوسع حضرت والا رحمہ اللہ کی تقریر کا حقیقی مواد تحریر میں لایا گیا ہے۔

② ۔مکررات کو حذف کر کے تحریر کو آسان اسلوب میں رکھا گیا ہے۔

③ ۔ہر موضوع پر اٹھنے والے سوالات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔

④ ۔ انہی اجمالی سوالات کو حل کرتے ہوئے اس میں عام فہم ضروری عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

یہ خطباتِ شیخ پوری تقاریر کا مجموعہ ہے جنہیں قلم بند کر کے زیورِ طبع سے آراستہ کرنے میں میرے جن معاونین کا خلوص اور محنت میرے ساتھ رہی ان کا میں تہہ دل سے بے حد ممنون و شکر گزار ہوں جن میں برادر مکرم جناب محمد الطاف موتی صاحب، جناب مولانا خالد محمود صاحب اور جناب بھائی محمد فیاض صاحب (مالک مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی) وغیرہ کے نام سرِ فہرست ہیں۔

قابلِ ذکر بھائی محمد فیاض صاحب علم اور علماء کے وہ قدردان شخص ہیں جو میرے حوصلے "آسان درسِ قرآن" سے لے کر "خطبات شیخوپوری" تک مسلسل بڑھاتے رہے اور میرے اس کام پر بھرپور توجہ اور لگن کا اظہار فرماتے رہے۔ یقیناً ان خطبات کو منظرِ عام پر لانے کا پہلا سہرا بھی پھر انہی کے سر سجتا ہوا اچھا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام مساعیٔ جمیلہ میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

اور میں بے حد ممنون ہوں اپنے شفیق و مہربان استاذ محترم جناب حضرت مولانا مفتی عبدالمنّان صاحب زید مجدہم (نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی) کا جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود نظرِ ثانی فرما کر بعض جگہ تصحیح فرمائی اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام متوسلین حضرات اساتذۂ کرام، والدین اور میرے تمام معاونین کے لئے اس کتاب کو ذریعہ نجات اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

تقبل اللہ منّا و ممّن سعٰی فیہ۔ آمین

دعا گو و دعا جو

بندہ مولانا اشفاق احمد عفا اللہ عنہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
امام و خطیب جامع مسجد بلال
ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
0321-2343648

اجمالی فہرست

برائے

خطباتِ شیخوپوری

نمبر شمار	موضوعات	صفحات
۱	خطبہ حجۃ الوداع امن عالم کا بے مثال چارٹر.........	۳۹
۲	عصر حاضر میں دین کی صحیح تعبیر وتشریح کا مسئلہ...........	۷۱
۳	مکالمہ بین المذاہب اور وحدت ادیان.............	۹۷
۴	مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟........	۱۲۹
۵	مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟........	۱۶۳
۶	دورجدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں (نشست اول)	۱۹۵
۷	دورجدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں (نشست ثانی)	۲۳۳
۸	دورجدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں (نشستِ ثالث)	۲۶۳
۹	عصر حاضر میں دین اسلام کی شعبوں میں تقسیم اور پھر کسی ایک شعبے کو مکمل دین سمجھنے کا رُجحان..........	۳۰۱
۱۰	عالمی سطح پر امت مسلمہ کی ذلت کے اسباب............	۳۲۷

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

خطبہ حجۃ الوداع
امن عالم کا بے مثال چارٹر

۞......خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت اور پس منظر۔

۞......عالمی سطح پر بدامنی کے حقیقی اسباب کیا ہیں؟

۞......کیا اقوام متحدہ کی قراردادوں سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے؟

۞......امن اور معاشی ترقی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

۞......فروغ امن کے سلسلے میں ہم کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

عصر حاضر میں دین کی صحیح تعبیر وتشریح کا مسئلہ

۞......شریعت کے ماخذ کیا ہیں؟

۞......قرآن وحدیث کی تشریح اور تعبیر کا معیار کیا ہے؟

۞......کیا تشریح دین کا اختیار پارلیمنٹ کو ہونا چاہیے؟

۞......کیا نئے مسائل کے حوالے سے علماء میں کچھ جمود سا نظر آتا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟

نشست اوّل

- ......مسلمانوں کو عروج کیسے حاصل ہوا؟
- ......مسلمانوں کے تنزل کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟
- ......فتنۂ تاتار نے عالم اسلام پر کیا اثرات ڈالے؟
- ......مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب کے عروج سے دنیا کس خسارے سے دوچار ہوئی؟
- ......دجالی تہذیب کے ترکیبی عناصر کیا ہیں؟
- ......ارباب کلیسا نے اہل علم پر کیا کیا مظالم ڈھائے؟
- ......امت مسلمہ کے زوال کو عروج میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟

نشست دوم

- ...... مسلمانوں کو عروج کیسے حاصل ہوا؟
- ...... مسلمانوں کے تنزل کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟
- ...... فتنۂ تاتار نے عالم اسلام پر کیا اثرات ڈالے؟
- ...... مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب کے عروج سے دنیا کس خسارے سے دوچار ہوئی؟
- ...... دجالی تہذیب کے ترکیبی عناصر کیا ہیں؟
- ...... ارباب کلیسا نے اہل علم پر کیا کیا مظالم ڈھائے؟
- ...... امت مسلمہ کے زوال کو عروج میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

مکالمہ بین المذاہب اور وحدت ادیان

- ......مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت واہمیت
- ......مکالمہ کا نعرہ بلند کرنے والوں کے اصل مقاصد کیا ہیں؟
- ......وحدت ادیان اور مکامہ بین المذاہب میں کیا فرق ہے؟
- ......آیا کوئی ایسا دین ایجاد کیا جاسکتا ہے کہ جس پر اقوام عالم کا اتفاق ہوجائے؟۔

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

دورِ جدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں

نشست اوّل

- ...... پیشین گوئیوں میں حکمت کیا ہے؟
- ...... کیا چینیوں کو یاجوج ماجوج قرار دینا درست ہے؟
- ...... کیا اہل مغرب پر دجال والی علامات صادق آتی ہیں؟
- ...... فتنوں کے دور میں حفاظت ایمان کے لیے کیا کیا جائے؟
- ...... قیامت کی بعض علامت ظاہر ہونے کے بعد قیامت کیوں نہیں آرہی؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

دورِ جدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں

نشست ثانی

- ...... کیا ڈالر، پونڈ، یورو اور کاغذی کرنسیوں کا دور ختم ہونے والا ہے؟
- ...... کیا (معاذ اللہ) خانہ کعبہ پر چڑھائی کی جائے گی؟
- ...... دجال کی آمد کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ بے چین کون ہے؟
- ...... تیسری عالمی جنگ میں سب سے بڑا مسئلہ کیا ہوگا؟
- ...... امام مہدیؒ سے پہلے کون سے اہم واقعات رونما ہوں گے؟
- ...... دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟
- ...... کیا دوسری آسمانی کتابوں میں بھی علاماتِ قیامت کا ذکر ملتا ہے؟
- ...... دجال کے فتنے سے حفاظت کے لیے کیا کیا جائے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

دورِ جدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں

نشست ثالث

- ...... کیا ڈالر، پونڈ، یورو اور کاغذی کرنسیوں کا دور ختم ہونے والا ہے؟
- ...... کیا (معاذ اللہ) خانہ کعبہ پر چڑھائی کی جائے گی؟
- ...... دجال کی آمد کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ بے چین کون ہے؟
- ...... تیسری عالمی جنگ میں سب سے بڑا مسئلہ کیا ہوگا؟
- ...... امام مہدیؒ سے پہلے کون سے اہم واقعات رونما ہوں گے؟
- ...... دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟
- ...... کیا دوسری آسمانی کتابوں میں بھی علاماتِ قیامت کا ذکر ملتا ہے؟
- ...... دجال کے فتنے سے حفاظت کے لیے کیا کیا جائے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

عصرِ حاضر میں دین اسلام کی شعبوں میں تقسیم اور پھر کسی ایک شعبے کو مکمل دین سمجھنے کا رُجحان

- ...... اسلامی تعلیمات کیا کہتی ہیں؟
- ...... سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۸ کی روشنی میں۔
- ...... کیا جہاد اور تبلیغ میں تضاد ہے؟
- ...... طریقت اور شریعت میں کیا فرق ہے؟
- ...... سیاست کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟
- ...... اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کا تقاضا کیا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

عالمی سطح پر امت مسلمہ کی ذلت کے اسباب

- ......قرآن کریم اور سید الکونین ﷺ کی بار بار توہین کیوں کی جاتی ہے؟
- ......ہمارے احتجاج اور ہماری قیادت کی آواز کیوں بے اثر ہوگئی ہے؟
- ......کیا امت کا انتشار اور قرآن کریم سے دوری اسکی سب سے بڑی وجہ ہے؟
- ......ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی سزا کا ذمہ دار کون!
- ......مستقبل میں جگ ہنسائی سے بچنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

تفصیلی فہرست

خطباتِ شیخوپوری

عنوان	صفحہ نمبر

خطبہ حجۃ الوداع امن عالم کا بے مثال چارٹر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان
۲۱۹	علاماتِ قیامت کی قسمیں
۲۱۹	علامات بعیدہ
۲۱۹	علامات متوسطہ
۲۲۰	علامات قریبہ
۲۲۰	کیا چینی قوم یاجوج ماجوج ہے؟
۲۲۱	سدّ ذوالقرنین کہاں ہے؟
۲۲۳	کیا اہلِ مغرب پر دجّالی علامات صادق آتی ہیں؟
۲۲۴	سب سے بڑا فتنہ
۲۲۴	دجال کا تعارف
۲۲۵	قابلِ رشک مسلمان
۲۲۶	مغربی تہذیب بلاشبہ دجالی تہذیب
۲۲۷	تاریک خیالی اور روشن خیالی
۲۲۷	فتنوں کے دور میں ایمان کی حفاظت کیسے کی جائے؟
۲۲۹	سورۂ کہف کا موضوع
۲۲۹	دُعا مومن کا ہتھیار
۲۳۳	دورِ جدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں (نشست دوم)
۲۳۵	فتنوں کی اقسام
۲۳۶	علاماتِ قیامت کی اقسام
۲۳۷	اس موضوع پر اہم کتابیں

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

خطبۂ حجۃ الوداع

امن عالم کا بے مثال چارٹر

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت اور پس منظر۔
- عالمی سطح پر بدامنی کے حقیقی اسباب کیا ہیں؟
- کیا اقوام متحدہ کی قراردادوں سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے؟
- امن اور معاشی ترقی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟
- فروغ امن کے سلسلے میں ہم کیا کردار ادا کرسکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ③

(سورۃ المائدۃ:۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے مسلمان بھائیو اور بہنو!

آج کا موضوع خطبہ ''حجۃ الوداع'' ہے، سب سے پہلا نقطہ پس منظر اور اہمیت ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ہجرت سے پہلے یقیناً کئی حج کئے ہوں گے، آپ حج میں بحیثیت عبادت کے بھی شریک ہوتے تھے اور دعوت تبلیغ کی نیت سے بھی تاکہ مختلف قبیلوں اور مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں تک اپنا پیغام پہنچا سکیں، لیکن ہجرت سے پہلے کتنے حج کئے اس کا

کوئی ثبوت قرآن وحدیث اور تاریخی کتابوں سے نہیں ملتا، البتہ حج کی فرضیت کے بعد نبی کریم ﷺ نے صرف ایک ہی حج فرمایا ہے، اسے ''حجۃ الوداع'' بھی کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ آپ ﷺ نے اس حج کے موقع پر لوگوں کو، اُمت کو ''الوداع'' کہا اور یہ بھی کہا کہ اے لوگو! ہوسکتا ہے کہ میری ملاقات تم سے اس جگہ پر پھر نہ ہو۔

حجۃ الوداع کے دیگر نام اور وجہ تسمیہ

''حجۃ الوداع'' کو ''حجۃ البلاغ'' بھی کہا جاتا ہے، ''بلاغ'' کا معنی ہے ''پہنچا دینا'' گویا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کے پیغام کو لوگوں تک من وعن پہنچانے کا حق ادا فرمایا۔

اِس کو ''حجۃ الاتمام'' اور ''حجۃ الاکمال'' بھی کہا جاتا ہے، اِس لئے کہ یہی وہ حج ہے کہ جس میں وہ مشہور آیتِ کریمہ نازل ہوئی تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودی نے کہا تھا کہ اگر یہ آیت ہماری کتاب میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو جشن اور خوشی کا دن بنالیتے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

(سورۃ المائدۃ:۳)

حدیث کی کتابوں میں یہ مختلف نام ہیں۔ اللہ کے نبی کے اس آخری اور پہلے حج کے، ہجرت کا دسواں سال اور ذیقعدہ کا مہینہ تھا جس میں آپ

ﷺ نے حج کا ارادہ فرما دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم تو تیار بیٹھے تھے اعلان بھی کرایا، ایک لاکھ چودہ ہزار یا ایک لاکھ چوبیس ہزار، اور تیسری روایت ایک لاکھ چوالیس ہزار کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ مجمع آپ کی امارت میں، آپ کی امامت میں، آپ کی قیادت میں، آپ کی معیت میں حج کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

اُس زمانے کے اعتبار سے یہ بہت بڑا اجتماع تھا کہ اتنے سارے لوگ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ برگزیدہ، سب سے زیادہ پسندیدہ، اور سب سے زیادہ منتخب، سب سے زیادہ مزکیٰ، سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور سب سے زیادہ نیک انسان، اور سب سے زیادہ تعلیم یافتہ انسان تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ جب قائد حضور اکرم ﷺ جو صادق و امین ہیں وہ ہوں اور صحابہ ؓ جیسے جانثار رفقاء ہوں گے تو روحانیت کا کیا منظر ہوگا؟ اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو رہی ہوگی؟ مدینہ سے مکہ تک جو آپ نے سفر فرمایا تو تقریباً نو دن لگے، مختلف مواقع پر حج کے دِنوں میں آپ نے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کو احکام دیئے ہدایات دیں دو خطبے ارشاد فرمائے ایک منیٰ میں، اور ایک عرفات میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ جو آپ کی مختلف ہدایات تھیں، اور آپ کے جو یہ دو بڑے خطبے تھے انہیں ''خطبۃ الوداع'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

دونوں خطبوں کا نچوڑ

ان خطبوں کا اگر غور سے آپ مطالعہ فرمائیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ

اللہ کے نبی ﷺ نے حقوق اللہ کے بجائے حقوق العباد پر یعنی معاملات میں اللہ کے بندوں کے ساتھ صحیح معاملہ کرنے کے بارے میں زیادہ گفتگو فرمائی، اور انفرادی معاملہ کے بجائے اجتماعی معاملات پر زیادہ زور دیا تا کہ امن پوری دنیا میں قائم ہو جائے، آپ کے اس خطبہ میں ہر جملے میں جامعیت ہے اور ہر لفظ میں درد بھرا ہوا ہے۔ اس خطبہ کے بارے میں اس وقت معلوم ہوگا کہ جب ہم اس کا پس منظر بھی بیان کریں، اور ان جملوں کا اطلاق موجودہ دور میں جس پر ہوتا ہے اس کو بھی بیان کریں، لیکن وقت کے کم ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں ہے کہ میں آپ ﷺ کے ہر جملے اور پورے کا پورا خطبہ ''حجۃ الوداع'' ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ آپ کے سامنے بیان کروں، لیکن آپ کے خطبہ کی جو اہم باتیں ہیں ویسے تو آپ ﷺ کی ہر بات اہم ہے، لیکن اُن اہم باتوں میں سے جو زیادہ اہم ہیں ان کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

پہلی اہم بات

ان میں سے ایک بات جو آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی

يَآيُّهَا النَّاسُ خُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ غَيْرَ حَاجٍّ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا

اے لوگو! مجھ سے حج کے طریقے کو سیکھ لو کہ ہوسکتا ہے کہ اس سال کے بعد پھر میری تم سے اس جگہ ملاقات نہ ہو سکے۔

بعض لوگ اس جملے سے سمجھ گئے کہ آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت آگیا ہے اور بعض لوگ تو اسی وقت سمجھ گئے تھے جب آیت کریمہ نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

(سورۃ المائدۃ:۳)

دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے لگے، کسی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہو؟ ایسی آیت تو کسی کتاب کے بارے میں، کسی دین کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، نہ تورات میں، نہ انجیل میں۔ یہ تو خوشی کا مقام ہے اور آپ رو رہے ہو، انہوں نے فرمایا، مجھے لگتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور ﷺ کے انتقال کی خبر دے رہی ہے اس لئے کہ یہ آیت یہ بتلا رہی ہے کہ آپ ﷺ جس مقصد کیلئے بھیجے گئے تھے وہ پورا ہوگیا، اب آپ ﷺ کا دنیا سے جانے کا وقت قریب ہو چکا ہے۔

ایک صحابی کھڑے ہوگئے، اور سوال کیا (یہ تو آپ جانتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بہت کم سوال کرتے تھے) آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، ادب کے ساتھ سر جھکا کر، اور بعض اوقات تو بدو کے آنے

کا انتظار فرماتے تھے کہ کوئی بدو آئے گا، (اور بدو چونکہ بے تکلف سے ہوتے ہیں) تو سوال کرے گا بے تکلفی سے اور ہمیں علم حاصل ہو جائے گا، حضور ﷺ اس کے سوال کا جواب دیں گے، خود بہت کم سوال کرتے تھے، انہی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مجلس میں اس طرح بیٹھے ہوئے ہوتے تھے

كَانَ عَلٰى رُؤُسِهِمُ الطُّيُوْر

گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

ایک بدو کا سوال اور حضور اکرم ﷺ کا جواب

تو ایک آدمی نے سوال کیا اور روایت میں سوال کرنے کے انداز کو آپ دیکھیں گے تو یہ سوال بھی کرنے والا کوئی بدو اور دیہاتی تھا، اس نے کہا:

يَا نَبِيَّ اللهِ فَمَا الَّذِىْ نفعل؟

آپ کہتے ہیں کہ میں نہ ہوں گا تو آپ ہمارے لئے کوئی منشور، کوئی دستور بتانا چاہتے ہیں تا کہ ہم اس پر عمل کریں آپ ﷺ نے فرمایا:

اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ، وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَحُجُّوْا بَيْتَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا اَنْفُسَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (یہ صرف صحابہ کیلئے اور ان کی نسل کیلئے نہیں، بلکہ ہمارے لئے بھی اور ہماری نسلوں کے لئے بھی، اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کیلئے ہے)

فرمایا دیکھو! اگر میں دنیا سے چلا بھی جاؤں تو تم اللہ کی عبادت کرتے رہنا، پانچوں نمازیں پڑھتے رہنا، رمضان کے مہینے کے روزے رکھتے رہنا، اور بیت اللہ کا حج کرتے رہنا، اپنے مال میں سے زکوۃ خوشی سے ادا کرتے رہنا، یہ چند کام تمہارے نفسوں کو جنت میں داخل کر دیں گے گویا یہ جنت کی قیمت ہے۔

دوسری بات آپ ﷺ نے فرمائی:

يَاأَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، عَلٰى لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ، وَلَالِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَالِأَحْمَرَعَلٰى الْاَسْوَدَ، وَلَااَسْوَدَعَلٰى الْأَحْمَرَ، اِلَّابِالتَّقْوٰى

اے لوگوں تمہارا رب ایک، تمہارے والد (حضرت آدم علیہ السلام) ایک، سو م میں سے کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر اور نہ گورے کو کالے پر، نہ الے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔

یلت کا معیار

فضیلت ہے تو تقویٰ کی وجہ سے گویا بتا دیا کہ انسان کی قیمت باہر کی زوں سے نہیں ہوتی اندر کی چیزوں سے ہے، دنیا کا اصول ہے کہ یہ مانوں کی قیمت لگاتے ہیں، دولت کی بناء پر، کارخانہ کی بناء پر، مکان، ، وزارت، حسب نسب، خاندان کی بناء پر، خوبصورتی کی بناء پر لیکن ، ان باہر کی چیزوں سے قیمت نہیں لگاتے، بلکہ اندر کی چیزوں کی بناء

پر متعین کرتے ہیں، اور وہ ہے ایمان اور تقویٰ۔

سید کا بیٹا ہے، بڑے خاندان والا ہے، بڑے رتبے والا ہے، دنیاوی اعتبار سے بڑی عزت حاصل ہے، لیکن اندر سے کھوکھلا ہے تو اللہ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، لیکن کمہار کا بیٹا ہے، موچی کا بیٹا ہے، کاشتکار کا بیٹا ہے، میں کہتا ہوں کہ سید نہیں میراثی کا بیٹا ہے، لیکن اس کے اندر ایمان اور تقویٰ ہے تو اللہ کے ہاں اسکی بڑی قیمت ہے، اصل جو قیمت ہوگی اللہ کے ہاں وہ اندر کی چیز کی بناء پر ہوگی، ایمان کی بنیاد پر ہوگی، تقویٰ کی بنیاد پر ہوگی۔

یہاں رک کر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ تقویٰ باہر کی چیز نہیں ہے، تقویٰ اندر کی چیز ہے، تقویٰ کے ثمرات، تقویٰ کے نتائج، تقویٰ کے اثرات یہ باہر ظاہر ہوتے ہیں، لیکن اصولاً یہ اندر کی چیز ہے اسی لئے ہمارے آقا ﷺ نے ایک موقع پر دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

"اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا"

ہاں! تقویٰ کے اثرات باہر بھی ہوتے ہیں لیکن اصل میں تقویٰ کا مرکز ''دِل'' ہے۔ تو فرمایا کہ کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ کی بنیاد پر، حسب کی بنیاد پر نہیں، نسب کی بنیاد پر نہیں، زبان کی بنیاد پر نہیں، رنگ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔

اگر تقویٰ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے اندر ہے، جس کا رنگ بھی کالا، بدن بھی کالا، زبان بھی عربی نہیں، اور جس کا کوئی نسب نہیں اور جس کے پاس مال و دولت

نہیں، تقویٰ اگر اس کے پاس ہے تو اس کی جوتوں کی آواز جنت میں سنائی دیتی ہے۔

اور اگر تقویٰ ابولہب کے پاس نہیں، ابولہب جو کہ حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا، نسب اس کا حضور ﷺ والا، دولت بے پناہ، دس بیٹے، خادموں، نوکروں کی فوج درفوج لیکن اس میں تقویٰ نہیں، اللہ فرماتے ہیں:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۞ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۞ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۞ وَّامْرَاَتُهٗ ۚ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۞ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۞

(سورۃ اللهب)

تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ کہ ان چیزوں سے فائدہ نہیں ملتا، بلکہ عزت تقویٰ سے ملتی ہے۔ آج تو پھر یہ آواز لگانا آسان ہے کہ رنگ کا کوئی اعتبار نہیں، زبان کا کوئی اعتبار نہیں، نسب کا کوئی اعتبار نہیں، لیکن جس وقت میرے اور آپ کے آقا ﷺ نے یہ آواز بلند کی تھی، اس وقت یہ آواز اور اعلان بلند کرنا بہت مشکل تھا، دنیا اس آواز کو اور اس اعلان کو اس تقریر کو سننے کے موڈ میں نہ تھی۔

میں کوئی تقریر کروں جس کے سننے کے موڈ میں آپ نہ ہوں اور میں ایسی تقریر کروں تو آپ دیکھئے میرا کیا حشر ہوتا ہے، لیکن حضور ﷺ نے اپنے قبیلے سے خوف نہ کیا، اور یہ آواز بلند کی کہ ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں، رنگ کی، زبان کی، نسل کی کوئی اہمیت نہیں۔

مسئلہ یہ تھا کہ عرب، عجم کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتے تھے، قریش بقیہ عرب کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتے تھے، چینی جاپانی کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتے، اور ہندوستان کے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ابتداء سے ذات پات کے نظام میں بڑے مستحکم رہے، شودر کو وہ انسان کا درجہ دینے کیلئے تیار نہیں تھے، اس ماحول میں حضور اکرم ﷺ نے یہ آواز بلند کی: کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ''اِلا بالتقویٰ'' بلکہ اسی خطبہ میں ایک موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا: اے قریش! اے سیدو! اے میرے خاندان والو! کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز دوسرے لوگ آئیں تو اعمال لے کر آئیں اور تم نسب لے کر آؤ، ایسا نہ ہوا گر تم نسب لے کر آئے تو میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا، بلکہ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی! لوگ آئیں تو اعمال لیکر آئیں اور تم اس گھمنڈ میں رہو کہ میں محمد ﷺ کی بیٹی ہوں، میری بیٹی ہونا قیامت کے دن تمہیں اللہ کی پکڑ سے نہیں نجات دے سکتا، اُن کے دِل سے تو یہ بات نکال دی۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آج کل تو یہ بات کرنا آسان ہے جس وقت حضور ﷺ نے یہ بات کی تھی اس وقت یہ بات کرنا بہت مشکل تھا، مگر آپ نے کسی کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کی، جیسے اس وقت حضور ﷺ کے زمانے میں نسب، زبان اور رنگ کو عزت کا معیار سمجھا جاتا تھا اور اپنے مخالف قبیلے کو اپنا ہم سر نہیں سمجھا جاتا تھا۔

موجودہ دور میں رنگ ونسل اور قومیت کی فضاء

حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور میں بھی ایسا ہے باتیں تو کرتے ہیں اور اقوام متحدہ کے منشور میں بھی یہ بات اُٹھائی گئی کہ رنگ ونسل کی کوئی حیثیت نہیں، آج بھی عالمی لیڈر یہی تقریریں کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر یہ دیکھا جائے تو برطانوی کا خون اور افغانی کا خون برابر نہیں سمجھا جاتا، عراقی کا خون اور امریکی کا خون برابر نہیں سمجھا جاتا، اور اسرائیلی کا خون اور فلسطینی کا خون برابر نہیں سمجھا جاتا۔

وہ برطانوی اپنا حق یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک برطانوی کو مارا جائے تو وہ اس کے بدلے میں سینکڑوں افغانیوں کو قتل کیا جائے، امریکی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک امریکی کو مارا جائے تو اس کے بدلے میں سینکڑوں عراقیوں کا نام ونشان مٹایا جائے، اور اسرائیلی اپنا حق یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار برس کی بات نہیں، کئی سالوں سے وہ اپنا حق استعمال کررہے ہیں، اپنا بنایا ہوا حق کہ اگر ایک اسرائیلی کو مارا جائے تو اس کے بدلے میں سینکڑوں بچوں، بوڑھوں، خواتین، مردوں، فلسطینیوں کا خون بہانا جائز ہے۔

امریکہ میں ایک کتا اگر مر جائے تو پوری دنیا میں میڈیا چیخ اُٹھتا ہے کہ امریکی کتا بھوک سے یا کسی کے ڈنڈے مارنے سے مرگیا، لیکن لاکھوں عراقی، فلسطینی، افغانی بچے، بھوک، پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرجائیں، تو میڈیا کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ہے، تو جو کچھ تھا نسب، نسل کا امتیاز،

اپنے خون کو قیمتی سمجھنے کا گھمنڈ جیسے کل تھا وہ آج بھی ہے۔

اسلام کی نظر میں جاہلیت کیا ہے؟

تیسری بات جو حضور اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمائی وہ یہ تھی۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِيَّ مَوْضُوعٌ

میں نے جاہلیت کی ہر چیز کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا ہے۔

یہ جاہلیت کیا ہے؟ توجہ فرمایئے: اسلام کہتا ہے ظلم جاہلیت ہے، سود خوری جاہلیت ہے، شراب نوشی جاہلیت ہے، زنا کاری جاہلیت ہے، بدکاری جاہلیت ہے، ظلم کا نظام جاہلیت ہے، لوٹ کھسوٹ جاہلیت ہے، مسلمان کے حقوق کی پامالی جاہلیت ہے، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں پر زیادتیاں کرنا جاہلیت ہے، غرض یہ کہ آسمانی تعلیمات سے، قرآنی تعلیمات سے، وحی کی تعلیمات سے بغاوت کرتے ہوئے جو زندگی گزاری جائے یہ جاہلیت ہے، قرآن کی تعلیمات سے، آسمان والے کی تعلیمات سے، وحی کی تعلیمات سے، پیغمبر کی تعلیمات سے بغاوت کرتے ہوئے جو زندگی گزاری جائے اسلام کہتا ہے کہ یہ جاہلیت ہے۔

مغربی تہذیب کی نظر میں جاہلیت

جبکہ مغربی تہذیب کہتی ہے کہ جاہلیت یہ ہے کہ عورت کو پردہ کرایا جائے، جاہلیت یہ ہے کہ مرد اور عورت کو مخلوط تعلیم سے منع کیا جائے، جاہلیت یہ ہے کہ

زنا و بدکاری پر پابندی لگائی جائے، انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کی خواہشات اور اس کی شہوات میں رکاوٹ ڈالی جائے تو مغربی تہذیب اس کو جاہلیت کہتے ہیں، اور مطلقاً آزادی کو، شراب نوشی کی آزادی، بدکاری کی آزادی، لوٹ کھسوٹ کی آزادی جو چاہے انسان اس کے کرنے کی آزادی ہو اس کو وہ روشن خیالی کہتے ہیں۔

روشن خیالی جاہلیت جدیدہ

ان کے بقول ''روشن خیالی'' کا دور اس وقت شروع ہوتا ہے، انقلاب فرانس سے۔ اس وقت سے جب مغربی تہذیب نے نشوونما پانا شروع کی اس کو کہتے ہیں ''روشن خیالی کا دور'' اور وہ روشن خیالی کیا تھی: بدکاری کی آزادی، بے حیائی فحاشی کی آزادی، شراب نوشی کی آزادی، سودخوری کی آزادی، لوٹ کھسوٹ کی آزادی، آسمانی تعلیمات سے بغاوت، نبوی تعلیمات سے بغاوت، اسلامی تعلیمات سے بغاوت، یہ ان کے نزدیک روشن خیالی ہے، ہم اس کو تاریک خیالی کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ روشن خیالی کی ابتداء ڈھائی سو سال سے ہوئی ہم کہتے ہیں کہ روشن خیالی کی ابتداء سوا چودہ سو سال پہلے سے ہوئی جب وحی نازل ہوئی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱

(سورۃ العلق: ۱)

ہمارے نزدیک یہ روشنی کے سفر کا آغاز تھا اس سے پہلے کا دور جاہلیت کا دور تھا، اور یہ جان لیجئے! نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کے

دور کو ہم جاہلیت قدیمہ کہتے ہیں اور آج کے جاہلیت کے دور کو جاہلیت جدیدہ کہتے ہیں، تھی وہ بھی جاہلیت ہے اور یہ بھی جاہلیت بلکہ یہ تو بدترین جاہلیت ہے۔

آسمانی تعلیمات سے مطلقاً بغاوت ہے ہمارے نزدیک یہ روشن خیالی نہیں، بلکہ تاریک خیالی ہے، اگر انسان کو ہر اعتبار سے آزادی دے دی جائے جو چاہے وہ کرے تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جاہلیت کی ہر چیز کو میں نے اپنے پیروں تلے روند ڈالا، تو اب اسلام کی روشنی کا آغاز ہوا، اور خدا پرستی کا آغاز ہوا،

دو اہم برائیوں کا خاتمہ

اس سلسلے میں جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جاہلیت کی ہر رسم کو، جاہلیت کے ہر طریقے کو میں نے اپنے پیروں تلے روند ڈالا تو ان میں دو باتیں آپ نے خاص طور پر بیان فرمائیں، ایک تو یہ کہ جاہلیت کے جتنے بھی خون تھے میں نے انہیں معاف کر دیا، اپنے پیروں تلے روند ڈالا اب جاہلیت کے خون کا انتقام نہیں لیا جائے گا، آپ جانتے ہیں کہ انتقام عربوں کی گھٹی میں تھا، ماں اپنے بچوں کی پرورش کیا کرتی تھی، اپنے باپ کے، اپنے دادا کے خون کا انتقام لینے کیلئے اپنی گود میں جب ان کی پرورش کیا کرتی تو انتقام کی باتیں ان کے کانوں میں ڈال دیتی، تمہیں بڑے ہو کر اپنے باپ کا انتقام لینا ہے، انتقام کا سلسلہ بعض اوقات اتنا طویل ہوتا تھا، آپ اندازہ کریں کہ مدینہ کے

دو قبیلے ''اوس'' اور ''خزرج'' ان کی ایک جنگ ''جنگ بعاث'' ایک سو بیس سال جاری رہی، اور ایک سو بیس سال انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری رہا اور اس جنگ کی ابتداء بھی بڑے عجیب طریقے سے ہوئی ایک شخص کی زمین کے ایک درخت میں کبوتری نے گھونسلہ بنایا ہوا تھا اور انڈے دیئے ہوئے تھے، دوسرے قبیلے کے ایک شخص نے پتھر مارا اور وہ انڈے ٹوٹ گئے تو جس کی زمین میں یہ درخت تھا تو اس نے یہ سوچا کہ یہ انڈے نہیں ٹوٹے، میری ناک کٹ گئی، اور میرے قبیلے کی ناک کٹ گئی، چنانچہ اس کبوتری کے انڈوں کے بدلے میں اس شخص کو مار ڈالا جس نے پتھر مارا تھا، پھر جو قتل وقتال کا سلسلہ شروع ہوا، انتقام در انتقام تو ایک سو بیس سال تک یہ جنگ جاری رہی۔

انتقام لینا اپنے ذمہ سب سے بڑا فرض سمجھتے تھے ان کی روایت یہ تھی کہ اگر مقتول کا انتقام نہیں لیا جائے تو اس کی روح بھٹکتی پھرتی ہے، لہٰذا اس کی روح کو چین دینے کے لیے ضروری ہے کہ مقتول کا انتقام لیا جائے، میرے آقا ﷺ نے فرمایا کہ میں نے انتقام خون کا سلسلہ ختم کر دیا، اور قربان جاؤں اپنے آقا ﷺ کے قدموں کی خاک پر آپ جب بھی کوئی بات فرماتے تھے تو سب سے پہلے اپنی ذات سے عملی نمونہ بھی پیش کرتے تھے، فرمایا کہ میں سب سے پہلے ''حارث بن عبداللہ'' کے خون کو معاف کرتا ہوں، چھوٹا سا بچہ تھا ''عبدالمطلب'' کا بیٹا، رضاعت کے دنوں میں ''بنی لیث'' کے قبیلے میں دودھ پینے کے لئے بھیجا گیا اور وہاں قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگوں نے اسے قتل کر دیا، اس کے انتقام کا سلسلہ شروع ہو گیا تو میرے آقا ﷺ نے

فرمایا کہ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے مقتول بچے کا خون معاف کرتا ہوں، اس کا کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔

سود کا خاتمہ

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاہلیت کے رسوم میں سے جو بدترین رسم تھی سود خوری، فرمایا کہ میں اس کو بھی ختم کرتا ہوں، آج کے بعد کسی کو قرض پر سود لینے کی اجازت نہیں ہوگی، ہاں اصل مال لے سکتے ہو

لَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۝

اصل مال لے سکتے ہو، لیکن سود لینے کی اجازت نہیں ہوگی۔

اور اس موقع پر بھی اپنے خاندان کو عملی طور پر پیش کیا، فرمایا کہ میں اپنے چچا ''عباس بن عبدالمطلب'' سودی کاروبار کرتے رہے ہیں، میں ان کے سارے سود معاف کرتا ہوں، بلکہ فرمایا کہ دوسروں کو تو اصل لینے کی اجازت ہے، سود لینے کی اجازت نہیں، میں اپنے چچا کا اصل بھی معاف کرتا ہوں، سود بھی معاف کرتا ہوں۔ تو زمانہ جاہلیت کی ایک ایک چیز کو ختم فرمادیا، اور اس کے لئے عملی نمونہ، اپنی سیرت سے اور اپنے خاندان سے آپ نے پیش فرمایا۔

ناحق خون کی حرمت

چوتھی بات جو آپ ﷺ نے اس خطبہ میں ارشاد فرمائی آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا:

أيُّ شَهرٍ هٰذا؟

یہ مہینہ کونسا ہے، کیسا ادب کرنے والے تھے صحابہ جانتے تھے لیکن جواب نہیں دیا، فرمایا

اللّٰہُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ

اللہ اور اسکے رسول جانتے ہیں، انہیں معلوم تھا کہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے، لیکن ادب کی وجہ سے خاموش رہے، اور ہمیں یہ خیال ہوا کہ حضور ﷺ اس مہینے کا نام بدل دیں گے، پھر آپ نے خود ہی پوچھا

اَلَيسَ ذُو الْحِجَّةِ؟

کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں؟ پھر فرمایا: جی۔ پھر سوال کیا

فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذا

یہ شہر کونسا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر وہی جواب دیا

اللّٰہُ وَرَسُولُهُ أَعْلَم

فرمایا

أَلَيسَ الْبَلْدَةُ الْحَرَامُ

کیا یہ بلد حرام مکہ مکرمہ نہیں ہے؟ عرض کیا: جی ہاں مکۃ المکرمہ ہی ہے، پھر پوچھا

فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذا؟

آج کا دن کونسا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا

اللّٰہُ وَرَسُولُهُ أَعْلَم

آپ نے پوچھا ·

أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ

کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے، عرض کیا: جی ہاں قربانی کا دن ہے۔ کیسا سلیقہ تھا میرے آقا ﷺ کو بات کے سمجھانے کا، بات کو دِل میں اتارنے کا، مہینہ کونسا ہے، متوجہ فرما رہے ہیں، ظاہر ہے، مقدس مہینہ ذوالحجہ یہ شہر کونسا ہے، مکۃ المکرمہ شہروں کا سردار دن کونسا ہے؟ یوم النحر عظیم الشان دِن، پس جب مہینہ کی، شہر کی، اور دِن کی اہمیت عظمت دلوں میں اتار دی، پھر فرمایا:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا

لوگوں جیسے یہ دن، یہ مہینہ، یہ شہر حرمت والا ہے، اسی طرح تم میں سے ہر ایک کا خون، ہر ایک کا مال اور ہر ایک کے خون کی حرمت دوسرے کے لئے حرمت والی ہے۔ تو خون کی حرمت بیان کرنے کیلئے، مال کی حرمت بیان کرنے کے لئے لوگوں کی عزت کی حرمت بیان کرنے کیلئے حضور ﷺ نے یہ پیرایہ، یہ انداز اور یہ اسلوب اختیار فرمایا۔

کمزوروں کے حقوق

پانچویں بات: جو آپ ﷺ نے اس خطبہ میں فرمائی وہ کمزوروں کے حقوق ہیں، اب کمزور کسے کہتے ہیں؟ ایک کمزور طبقہ خواتین کا بھی تھا، آج

کے حالات میں یہ کہنا عجیب سا ہے کہ سب سے کمزور طبقہ عورت کا تھا، لیکن جس وقت میرے آقا ﷺ عورت کے حقوق بیان فرما رہے تھے واقعتاً عورت اس وقت مظلوم ترین طبقہ میں شمار ہوتی تھی، اس کا کوئی حق نہیں تھا اس کی بولی لگتی تھی، اس کو بیچا جاتا تھا، طرح طرح کے مظالم اس پر ڈھائے جاتے تھے، بیٹیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا، بیوی کے کوئی حقوق نہیں تھے، بیٹی کے کوئی حقوق نہیں تھے، شوہر کی وفات کی صورت میں اور بیوی کو طلاق کی صورت میں ایسی ایسی رسمیں تھیں کہ آج ان کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، شوہر کی وفات کی صورت میں ایک سال تک کیلئے بیوی کو تنگ و تاریک، الگ تھلگ کوٹھڑی میں ڈال دیا جاتا تھا، غسل کی اجازت نہیں، خاندان والوں سے ملنے کی اجازت نہیں، کسی کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا کھانے کی اجازت نہیں، پورے ایک سال تک غلاظت میں لتھڑی رہتی، یہ ہمارے آقا ﷺ ہیں جنہوں نے ماں کے اعتبار سے عورت کے حقوق بیان کئے ہیں، بہن کے اعتبار سے بھی، بیٹی کے اعتبار سے بھی اور بیوی کے اعتبار سے بھی عورت کے حقوق بیان کئے ہیں۔

اور اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے فرمایا

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ

لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور جس وقت آپ دنیا سے جا رہے تھے، اس وقت بھی آپ نے کمزوروں کے حقوق کے بارے میں لوگوں کو بتایا، غلاموں کے حقوق، ماؤں، بہنوں کے حقوق، ملازمین کے

حقوق، مزدوروں کے حقوق بھی بیان فرمائے۔ فرمایا

أَرِقَّاءَكُمْ، أَرِقَّاءَكُمْ، أَرِقَّاءَكُمْ

تین بارفرمایا: اپنے غلاموں کا خیال کرنا، اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خیال کرنا۔

اَكْرِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبِسُوْنَ

جوخود کھاتے ہووہ ان کو کھلانا، جوخود پہنتے ہووہ ان کو پہنانا، مجھے بتایئے کوئی معاشرہ، کوئی سوسائٹی کوئی مذہب ایسا کہے کہ جہاں غلاموں کے وہ حقوق ہوں جو نبی ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے بیان فرمائے ہیں۔

ایک اور بات جوآپ ﷺ نے اس موقع پر ارشادفرمائی فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ مومن کون ہوتا ہے؟ ہم اپنی سوچ کے مطابق یہ سمجھیں گے کہ مؤمن وہ ہوتا ہے جو بڑی طویل عبادت کرتا ہو، جوراتوں کوسوتا نہ ہو، جو مسلسل نفلی روزے رکھتا ہو، میں نہیں کہتا، آقا ﷺ فرمارہے ہیں

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللهِ

وہ مجاہد جو اللہ کی اطاعت کیلیۓ اپنے نفس سے جہاد کرتا ہو، لڑتا ہو، نفس اس کو لے جاتا ہے خدا کی نافرمانی کی طرف اور وہ آتا ہے اللہ کی فرمانبرداری کی طرف، فرمایا کہ حقیقی مجاہد یہ ہے، اور پھر فرمایا کہ بتاؤں مہاجر کون ہے؟

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ

حقیقی مجاہد، حقیقی مہاجر وہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے، یقیناً مہاجر وطن کو

چھوڑنے والے کو بھی کہتے ہیں، لیکن آقا ﷺ نے فرمایا: حقیقی مہاجر وہ ہیں جو گناہوں کو چھوڑ دے، اور پھر فرمایا کہ لوگوں میں تمہارے اندر ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے:

كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ

آقا ﷺ نے فرمایا اللہ کی کتاب (قرآن) اور نبی ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو، کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

آج فرقوں کا دور ہے، مختلف قسم کی جماعتیں، مختلف قسم کے گروہ، ماڈرن قسم کے مفسّر، ماڈرن قسم کے مفتی جو طرح طرح کے فتوے دے رہے ہیں، آقا ﷺ نے فرمایا جب فتنوں کا دور ہو، فرقہ واریت کا دور ہو اور لوگ مختلف راستوں کی طرف بلا رہے ہوں تو تم اللہ کی کتاب اور میری سنت کو مضبوطی سے پکڑ لینا، کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

مزے دار زندگی

آقا ﷺ نے عجیب بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا:

اِسْمَعُوْا مِنِّیْ تَعِيْشُوْا

مجھ سے سن لو! مزے کی زندگی گزارو گے، کیا چیز ہے جس سے انسانوں کو زندگی ملے گی؟ تین بار فرمایا

أَلَا لَا تَظْلِمُوْا

ارے سن لو! ظلم نہ کرنا مزے کرو گے، ظلم سے بدامنی پھیلتی ہے، ظلم سے

فتنہ پھیلتا ہے، ظلم سے زندگی کا مزہ ختم ہوجاتا ہے، خواہ انفرادی طور پر ظلم ہو، یا اجتماعی طور پر ظلم ہو، آج عالمی سطح پر جتنا فساد ہے، ظلم کی وجہ سے ہے، اور مسلمان دونوں طرف سے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، سامراجی حکومت کی چکی میں بھی اور اپنے سابق حکمرانوں کی چکی میں بھی مسلمان پس رہے ہیں۔ اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ عیش کروگے، اگر اس پر عمل کرلو، کسی پر ظلم نہ کرنا، دوسروں کے حقوق دبا جانا یہ ظلم، دوسروں کی زمین دبا جانا یہ ظلم، دوسروں کے مکان پر قبضہ کرنا ظلم، کھرے کے پیسے لے کر کھوٹا دینا یہ ظلم، ناجائز کسی پر ہاتھ اٹھانا یہ ظلم، قوم کے خزانے ہڑپ کر جانا یہ ظلم، یہ کرپشن، یہ رشوت، یہ چوری چکاری، یہ سب ظلم ہے۔

مسلمان خنزیر کو تو حرام سمجھتے ہیں، شراب کو تو حرام سمجھتے ہیں، اور خنزیر کا نام لے کر کلی کرتے ہیں، گویا اتنا نجس جانور ہے، لیکن جو عوام کے حقوق کھاتے ہیں، مسلمان کے حقوق دباتے ہیں، یہ خنزیر سے بھی بدتر حرام کھاتے ہیں، آج صورت یہ بن گئی پہلے تو سنتے تھے کہ ہزاروں کا غبن لاکھوں کا غبن، لیکن اب تو کروڑوں اور اربوں کے غبن سے کم ہوتا ہی نہیں، لوٹ کر کھالیتے ہیں، ظلم کر کے کھاتے ہیں اور آقا ﷺ نے فرمایا ظلم نہ کرنا، تین دفعہ فرمایا: اگر ظلم نہیں کروگے تو عیش کی زندگی گزاروگے۔

پھر اپنے خطبے کے آخر میں فرمایا

وَأَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَاذَا أَنْتُمْ قَائِلُوْنَ۔

اور میرے بارے میں تم سے سوال ہوگا کہ دین پہنچا دیا یا نہیں تو تم

کیا جواب دو گے، میرے اللہ نے مجھے آج سے تیئس (۲۳) سال پہلے یہ پیغام دے کر بھیجا تھا تا کہ تم تک پہنچا دوں، کل قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں پوچھ ہوگی محمد ﷺ نے پہنچانے کا حق ادا کیا کہ نہیں، اللہ اکبر! صحابہ رضی اللہ عنہم چیخ اٹھے

نَشْهَدُ اَنَّکَ وَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ أَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ

(ہم قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ اے اللہ محمد ﷺ نے ہم تک تیرا دین پہنچایا ہی نہیں بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا)، نہ دِن دیکھا، نہ رات، گالیاں سنیں، طعنے سنے، بائیکاٹ ہوا، وطن سے باہر نکالے گئے، جسم زخمی ہوا، دندان مبارک شہید ہوئے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے معاذ اللہ! کسی نے منہ پر تھوکا، کسی نے دھکا دیا، کسی نے بیٹیوں کو طلاقیں دیں، لیکن میرے آقا ﷺ نے اللہ کے دین کو بندوں تک پہنچا کر چھوڑا، پہنچانے کا حق ادا کر دیا، جب میں خطبہ ''حجۃ الوداع'' کے سلسلے میں مطالعہ کر رہا تھا تو یہ جملہ ایسا تھا میرے بھائیو! کہ اس جملے نے مجھے ہلا دیا۔

آقا ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

أَلَا وَ اِنِّیْ اَسْبَقُکُمْ عَلَى الْحَوْضِ

میرے صحابہ! میرے امتیو! میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر پہنچ جاؤں گا۔

أَنْظُرُ کُمْ

اور تمہارے آنے کا انتظار کروں گا کہ میرے امتی آئیں گے اور اپنے ہاتھوں سے جام کوثر بھر بھر کر ان کو پلاؤں

فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ

اور میں تم پر فخر کروں گا کہ میرے امتی زیادہ ہیں، میرے ماننے والے زیادہ ہیں اور پھر فرمایا

فَلَا تُسَوِّدُوْا وَجْهِیْ

میرے امتیو! مجھے ذلیل نہ کر دینا، میرا چہرہ کالا نہ کر دینا، دوسری امتوں کے سامنے۔ اللہ اکبر! عجیب الفاظ ہیں، میرے بھائیو! اس جملے کی بہت لمبی تشریح کی جا سکتی، لیکن عمل کیلئے کہہ رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو، ہمارا کردار، ہمارا اخلاق، دوسری قوموں کے مقابلے میں کم تر ہو اور ہم شریعت کو رسوا کرنے کا سبب بن جائیں، ایسا نہ ہو یہ نبی اکرم ﷺ کے خطبے کے چند اہم نکات ہیں جو آپ کے سامنے عرض کر دیئے ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع امنِ عالم کا ضامن

بڑا طویل خطبہ تھا اور نبی اکرم ﷺ نے یہ باتیں دنیا سے جانے سے پہلے کہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری امت کے لوگ ان باتوں سے بے خبر ہوں اور میں دنیا سے چلا جاؤں، دنیا سے چلے جانے سے پہلے یہ باتیں امتیوں کے کانوں میں ڈال دیں۔

آپ کو اللہ کی طرف سے یقینا بتا دیا ہوگا آپ کو احساس تھا کہ کوئی اہم بات امتیوں سے نہ رہ جائے اس لئے کہ اس خطبے کے بعد نبی اکرم ﷺ صرف اکیاسی (۸۱) دِن زندہ رہے ہیں، اس خطبے کے معانی پر نظر ڈالئے تو آپ

یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر آج اس خطبے پر کسی گاؤں میں عمل ہو جائے تو اس گاؤں میں امن ہو جائے گا، کسی شہر میں عمل ہو جائے تو اس شہر میں امن ہو جائے گا، کسی ملک میں عمل ہو جائے تو اس ملک میں امن ہو جائے گا، اور بین الاقوامی سطح پر اس خطبے کے مندرجات پر عمل ہو جائے تو بین الاقوامی سطح پر امن قائم ہو سکتا ہے۔

آپ خود سوچئے! کہ رنگ و نسل کے بت توڑ دیئے جائیں اور خون کا نشان ختم کر دیا جائے، کمزوروں کے حقوق ادا کئے جائیں اور اقوام عالم ظلم کے خلاف متحد ہو جائے، خواہ وہ ظلم کالے پر ہو، خواہ وہ گورے پر ہو، خواہ وہ مسلم پر ہو، خواہ وہ غیر مسلم پر ہو، پوری دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے، اس لئے ہم بجا طور پر خطبہ ''حجۃ الوداع'' کو امنِ عالم کا بے مثال چارٹر قرار دیتے ہیں۔

بدامنی کے حقیقی اسباب

دوسرا سوال جو اشتہار میں اٹھایا گیا ہے وہ یہ کہ عالمی سطح پر بدامنی کے حقیقی اسباب کیا ہیں؟

عالمی سطح پر جو بدامنی ہے اس کا ہم ایک ہی سبب سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ جس خالق نے اس دنیا کو بنایا ہے، اس دنیا کے نظام کو اس خالق کی بنائی ہوئی ہدایات کے مطابق نہیں چلایا جا رہا، اس لئے دنیا میں بدامنی ہے، اگر اس دنیا میں اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق اس کو چلایا جائے تو اللہ جانتا ہے اس دنیا میں کبھی بدامنی نہیں ہو سکتی۔

جب جاپان والے ہمیں گاڑی بنا کر دیتے ہیں، فریج بنا کر دیتے ہیں،

اے۔سی (A.C) بنا کر دیتے ہیں، تو اس کے ساتھ ایک گائیڈ بک بھی دیتے ہیں کہ اس گاڑی کو یا اس فریج کو ان ہدایات کے مطابق چلائیں، نہیں چلائیں گے تو یہ گاڑی خراب ہو جائے گی، میرے اللہ نے جب اس کائنات کو بنایا ہے تو نظام کو چلانے کے لئے اس کے ساتھ ایک گائیڈ بک بھی دی ہے اور اس میں مکمل ہدایات ہیں کہ لوگو! میں نے اس دنیا کے نظام کو بنایا ہے، میں جانتا ہوں کہ کس طرح اس دنیا کو چلایا جائے گا تو اس میں امن اور سکون رہے گا، آج بھی اس دنیا کو اگر آسمانی تعلیمات کے مطابق چلایا جائے تو اللہ جانتا ہے کہ اس دنیا سے بدامنی مٹ سکتی ہے۔

کیا اقوام متحدہ کی قراردادوں سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے؟

تیسرا سوال: جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ کیا اقوام متحدہ کی قرار دادوں سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے؟

یہاں پہلی بات تو یہ جان لیں کہ اقوام متحدہ کا قیام تقریباً ۱۹۴۵ء میں عمل میں لایا گیا اور اس وقت جو مقاصد بیان کئے گئے وہ مقاصد بہت اچھے تھے، جس میں سب سے بڑا مقصد تھا کہ قومی سلامتی اور امن کی برقراری، اور یہ مقصد ایسا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قومی سلامتی کے سب سے بڑے علمبردار تھے، نبوت ملنے سے پہلے بھی اور نبوت ملنے کے بعد بھی، آپ کی نبوت ملنے سے پہلے کی زندگی کو دیکھیں آپ نے ''حلف الفضول'' میں شرکت فرمائی، جس کا مقصد مکہ

میں اور عرب میں امن قائم کرنا تھا۔

آپ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے، یہودیوں کو آپ جانتے تھے کہ یہ مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ان سے معاہدات فرمائے، مدینہ کے اردگرد بسنے والے قبیلوں سے آپ نے معاہدات فرمائے، مقصد کیا تھا؟ امن تحفظ اور سلامتی کو یقینی بنانا تو جہاں تک اقوام متحدہ کے قیام کے مقاصد ہیں وہ تو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے، تو اکثر جو مقصد بیان کیا گیا وہ امن اور سلامتی کو برقرار رکھنا ہے اور یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔

اقوام متحدہ کے حوالے سے تحفظات واعتراضات

لیکن اقوام متحدہ کے بارے میں ہمارے چند تحفظات ہیں۔

پہلا اعتراض:...... یہ ہے کہ اقوام متحدہ چند فاتح قوموں اور طاقتوں اور باطل قوموں کی تنظیم ہے۔

دوسرا اعتراض:...... اور تحفظ ہمارا اقوام متحدہ پر یہ ہے کہ یہ صرف بحث ومباحثہ کا پلیٹ فارم پر بن کر رہ گیا ہے، کسی بھی مجرم ریاست کو سزا دینے کا اختیار اقوام متحدہ کے پاس نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض:...... یہ کہ پانچ بڑی طاقتیں ہیں: (۱) امریکہ (۲) برطانیہ (۳) روس (۴) فرانس (۵) اور چین جن کے پاس ''ویٹو'' کا اختیار ہے کہ وہ جس تحریک کو بھی اپنے مفادات کے خلاف سمجھتے ہیں اسے ''ویٹو'' کر دیتے ہیں، کتنی ہی بار ایسا ہو چکا کہ اسرائیل کے ظلم کے خلاف قراردادیں پیش کی

گئیں، تحریرات پیش کی گئی لیکن امریکہ نے انہیں ''ویٹو'' کردیا۔

چوتھا بڑا اعتراض:...... ہمارا اقوام متحدہ پر یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا جو انسانی حقوق کا چارٹر ہے اس کا اسلام کے انسانی حقوق سے کوئی تعلق نہیں، ان کے نزدیک عورت کی آزادی کا مفہوم الگ ہے، اور اسلامی تعلیمات میں عورت کے حقوق، عورت کی آزادی کا مفہوم بالکل الگ ہے۔

اور آج تک فلسطین کا مسئلہ، کشمیر کا مسئلہ اٹکا ہوا ہے، مسلمانوں کا خون بہایا جارہا ہے، لیکن اقوام متحدہ کی قراردادیں اس بارے میں بالکل بھی کوئی مؤثر کردار ادا نہ کرسکیں۔

امن اور معاشی خوشحالی کا آپس میں تعلق

اور چوتھا سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ امن اور معاشی خوشحالی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ ہر پڑھا لکھا انسان جانتا ہے کہ کسی ملک کے اندر تجارت کو، صنعت کو، معاشیات کو فروغ اسی وقت ملتا ہے جب اس ملک میں امن ہو اسی لئے قرآن کریم میں جہاں پر معاشی خوشحالی کا ذکر ہے تو وہاں اس کے ساتھ ساتھ امن کا بھی ذکر ہے، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کو دیکھئے فرمایا

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

(سورة البقرة:١٢٦)

اے اللہ! اس شہر کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے رہنے والوں کو رزق کی

فراوانی عطا فرما، پہلے امن اور پھر رزق کی فراوانی، آپ سورۂ قریش دیکھیں اللہ نے فرمایا:

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

(سورۃ القریش:۳)

تمہیں بھوک کی حالت میں میں نے کھانا دیا، معاشی خوشحالی عطا کی اور خوف سے امن عطا کیا۔۔

توان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امن اور خوشحالی کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور جب تک امن نہ ہو اس وقت تک معاشی ترقی نہیں ہوسکتی۔

فروغ امن میں ہمارا کردار

اور پانچواں سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ فروغ امن کے سلسلے میں ہم کیا کردار ادا کرسکتے ہیں؟

میرے بھائیو! میری بہنو! میں اپنے محدود مطالعہ کی بنیاد پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو ہدایات ہمارے آقا ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمائی ہیں اگر ہم ان ہدایات پر عمل کریں گے، اپنے گھر میں تو ان شاء اللہ ان شاء اللہ گھر میں امن آئے گا اور اگر شہر میں عمل کریں گے تو شہر میں امن ہوگا اور ملک مین ان پر عمل کریں گے تو ملک میں امن ہوگا، میرے اوپر اور ہم سب پر یہ لازم ہے کہ اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنے اپنے حالات کے

مطابق حضور ﷺ کی بتائی ہوئی ہدایات پر خود بھی عمل کریں اور پوری دنیا میں ان کو متعارف کرانے کی کوشش کریں۔

اللہ ہم سب کو ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

"واخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین"

عصر حاضر میں دین کی صحیح تعبیر و تشریح کا مسئلہ

از افادات

داعی قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞......شریعت کے ماخذ کیا ہیں؟

۞......قرآن وحدیث کی تشریح اور تعبیر کا معیار کیا ہے؟

۞......کیا تشریح دین کا اختیار پارلیمنٹ کو ہونا چاہیے؟

۞......کیا نئے مسائل کے حوالے سے علماء میں کچھ جمود سا نظر آتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ:

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾

صدق اللہ العظیم۔

میرے قابلِ احترام بھائیو اور بہنو! اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے ہم پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں اسلامی شریعت کی صورت میں زندگی کا ایسا منشور اور دستور عطا فرمایا ہے جو ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے، یہ شریعت صرف عقائد اور عبادات تک محدود نہیں، بلکہ اس میں عقائد بھی ہیں، عبادات کے مسائل بھی ہیں، اخلاق ہدایات بھی ہیں، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی امور کے بارے میں بھی یہ شریعت ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

احکام شرعیہ کے ماخذ

شریعت کے جو احکام ہیں، ان کے ماخذ چار ہیں۔

(۱) کتاب اللہ۔ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ۔

(۳) اجماع۔ (۴) قیاس۔

شریعت کا پہلا ماخذ......قرآن

سب سے پہلا ماخذ شریعت کے احکام کا اللہ کی کتاب ہے، اس لئے کہ اس کائنات کا خالق اور خود انسان کا خالق اللہ ہے، انسان کی ضروریات اور انسان کی کمزوریوں کو اللہ سے بہتر کوئی نہیں جانتا، وہ علیم بھی ہے، اور خبیر بھی ہے، علیم ایسا ہے کہ اس کے علم کی کوئی حد نہیں، اور خبیر ایسا کہ اِسے ذرے ذرے کی خبر ہے، وہ ہر نقص سے پاک ہے، اور وقتی حالات اور ضروریات سے وہ متاثر نہیں ہوتا، اِس لئے اسی اللہ کو حق ہے کہ وہ یہ بتائے کہ انسان کو اس دنیا میں زندگی کیسے گذارنی ہے، انسان کے لئے حلال کیا ہے، اور انسان کے لئے حرام کیا ہے، انسان کے لئے جائز کیا ہے اور انسان کے لئے ناجائز کیا ہے۔

چنانچہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف صحیفے، اور مختلف کتابیں نازل فرمائی، آخری کتاب قرآن کریم ہے جو کہ حقیقت میں پہلی ساری آسمانی کتابوں کی جامع کتاب ہے، پہلی آسمانی کتابوں میں جو بھی اخلاقی تعلیمات تھیں یا انسان کی فلاح اور انسان کی اصلاح کے بارے میں جو مسائل تھے وہ سارے کے سارے اللہ پاک نے قرآن کریم میں جمع فرمادی ہے، اور یہ آیت کریمہ نہ تورات میں ہے، نہ زبور میں، نہ انجیل میں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ

(سورۃ المائدۃ:۳)

"اے انسانو! میں نے آج تمہارے لئے اپنے دین کو مکمل کردیا، اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کردیا، اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر منتخب کرلیا، پسند کرلیا"

قرآن کریم میں جو چیز حلال ہے وہ تا ابد حلال رہے گی، جو چیز حرام ہے وہ تا ابد حرام رہے گی، قرآن کریم کے کسی حکم کو کسی مسئلے کو نہ اجتہاد کے ذریعے سے تبدیل کیا جاسکتا ہے، نہ جمہوریت کے ذریعے سے، نہ اکثریت کے ذریعے سے۔ تو شریعت کا سب سے پہلا ماخذ سب سے ٹھوس ماخذ، بنیادی ماخذ اللہ کی کتاب ہے۔

شریعت کا دوسرا ماخذ......سنت رسول ﷺ

قرآن کریم کے بعد سنت کا درجہ ہے، اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اے میرے پیغمبر! (ﷺ) ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اور حکمت نازل کی۔

بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے، تو سنت بھی حقیقت میں اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وحی جلی۔ (۲) وحی خفی۔

ا:......وحی جلی: قرآن ہے، جسے نماز میں پڑھا جاتا ہے، جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۲:......وحی خفی:۔ یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے اس لئے کہ اللہ نے اپنے حبیب کے بارے میں فرمایا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾

میرے حبیب اپنی خواہش سے، اپنی چاہت سے، اپنی مرضی سے بات نہیں کرتے بلکہ ان کی طرف وحی کی جاتی ہے، تب وہ بولتے ہیں، تو دین کے

بارے میں، شریعت کے بارے میں، آقا ﷺ کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ بھی وحی ہے، وحی خفی ہے۔

اور اللہ نے یہ بھی فرمادیا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (نساء:۸)

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اللہ کی اطاعت کی"

اسی طریقے سے اللہ نے جگہ جگہ مسلمانوں کو حکم دیا

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (محمد:۳۳)

"اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو"

احکام قرآنیہ کی تفصیل سنت میں ہے

قرآن کریم میں اصولی احکام ہیں، سنت سے ان کی تفصیل وہ ہمارے سامنے بیان ہوتی ہے، قرآن نے نماز کا حکم دے دیا، لیکن نماز کی تفصیل کیا ہے، نماز کے اوقات کیا ہیں، نماز کی رکعات کیا ہیں اور نماز کے ارکان اور واجبات کیا ہیں، یہ ساری تفصیل ہمیں قرآن سے نہیں ملتی، یہ تفصیل ہمیں سنت رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہے۔

قرآن نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا، مجمل طور پر واٰتوا الزّکوٰۃ کہہ کر، "زکوٰۃ دیا کرو" لیکن زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے، زکوٰۃ کی شرح کیا ہے، زکوٰۃ کے مصارف کیا ہیں، یہ ساری تفصیل ہمیں سنت رسول اللہ ﷺ سے معلوم ہوئی ہے، جیسے اللہ نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا اسی طریقے سے خود صاحب سنت یعنی ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی کتاب اللہ کی طرح سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی کے ساتھ مسلمانوں کو تھامنے کا حکم دیا۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے: کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو جب میری امت میں فتنے ظاہر ہونے لگے اور تمہارے سامنے حق اور باطل مشتبہ ہونے لگے

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ

(توتم پر لازم ہے، میری سنت کو لینا اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا)

"عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ" فرمایا کہ میری سنت کو اور خلفاء راشدین کی سنت کو اپنی داڑھوں سے، مضبوطی سے پکڑ، "وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ" (اور فرمایا کہ دین میں نکالے جانے والی نئی نئی چیزوں سے بچنا اس لئے کہ دین میں نکالے جانے والی ہر نئی چیز بدعت ہے)

تو کتاب اللہ کے بعد دوسرا درجہ سنت رسول اللہ ﷺ کا ہے اور میں نے عرض کیا کہ قرآن متن ہے تو سنت اس کی تشریح ہے اور قرآن کریم میں اصولی احکام ہیں تو سنت میں ان اصولی احکام کی تفصیلات، فرعیات، اور جزئیات ہیں۔

شریعت کا تیسرا......اجماع

سنت کے بعد تیسرا درجہ "اجماع" کا ہے، کس کا اجماع؟ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا اجماع، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور امت کا اجماع۔ اجماع کا معنی ہوتا ہے اتفاق، ویسے کتابوں میں اجماع کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے۔

اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي عَصْرٍ عَلَى حُكْمٍ شَرْعِيٍّ

"محمد ﷺ کی امت کے مجتہدین کا کسی بھی زمانے میں حکمِ شرعی پر متفق ہوجانا یہ اجماع ہے" تو اجماع کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ کیا جاہل اور کیا عالم سب کا اتفاق ہو بلکہ اجماع کا مطلب ہے امت کے مخصوص علماء، مجتہد علماء، ماہر علماء کا کسی مسئلہ پر متفق اور مجتمع ہوجانا یہ اجماع کہلاتا ہے، تو امت کا اجماع اتفاق یہ بھی

شریعت کے احکام کا ایک اہم ماخذ ہے، جس کی حجت قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔

قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

(النساء:١١٥)

”جس شخص کے سامنے ہدایت کا راستہ واضح ہو گیا پھر وہ رسول کی مخالفت کرتا ہے، اور مؤمنوں کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلتا ہے تو ہم اس کو چلنے دیں گے، جس راستے پر چلتا ہے، لیکن بالآخر ہم اس کو جہنم میں ڈالدیں گے جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اب اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص مؤمنوں کے راستے کو چھوڑ کر جماعت کے راستے کو چھوڑ کر، الگ راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ گمراہ ہے جس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اسی طریقے سے محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سے بھی اجماع کی حجت، اجماع کا دلیل ہونا، اجماع کا شریعت کا مآخذ ہونا یہ ثابت ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا أَلَا لَا يَجْمَعُ اللهُ أُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالِ ”اللہ کبھی بھی میری امت کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا“ یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ پوری کی پوری امت ضلالت اور گمراہی پر اتفاق کرلے ایسا نہیں ہوسکتا۔

اور فرمایا: يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ ”جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے“ تو فرمایا

کہ امت کسی مسئلے پر متفق ہوجائے تو امت کا اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں اللہ کی رضا شامل ہے، اور وہ مسئلہ جائز ہے، ہدایت ہے، اس لئے کہ اللہ کے نبی کے فرمان کے مطابق یہ امت کبھی بھی ضلالت اور گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی ہے۔

شریعت کا چوتھا ماخذ......قیاس شرعی:

شریعت کا چوتھا ماخذ اجتہاد اور قیاس ہے، ہمارا اللہ بھی جانتا تھا اور ہمارے آقا ﷺ بھی جانتے تھے کہ انسانی ضروریات ایک حالت پر قائم رہنے والی نہیں ہیں، جتنے مسائل انسان کے سامنے آتے ہیں یہ اللہ بھی جانتا ہے اور اللہ کے نبی بھی جانتے تھے۔

چنانچہ بے شمار فروعی احکام ایسے ہیں کہ جنہیں اللہ نے اور اللہ کے نبی نے امت کے فہم اور فراست پر چھوڑ دیا ہے، ان مسائل کو نہ قرآن نے چھیڑا اور نہ حدیث رسول نے ان کو چھیڑا، اصولی احکام تو سارے کے سارے قرآن میں آگئے، احادیث میں آگئے۔

اجتہاد کسے کہتے ہیں

لیکن بعض فروعی مسائل ایسے تھے جو نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے خود امت کو اجتہاد کی ترغیب دی کہ جب ایسے مسائل سامنے آئیں تو تم ان میں اجتہاد کرو، اجتہاد کیا ہے؟ وہ مسائل جو صراحۃً نہ قرآن میں مذکور ہیں، نہ حدیث میں مذکور ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کوئی فیصلہ ان کے بارے میں موجود ہے، ان مسائل کے بارے میں قرآن وحدیث میں غور کرکے ان کا حکم معلوم کیا جائے تو اس کو اجتہاد کہتے ہیں۔

اجتہاد کی ترغیب

توحضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اجتہاد کی ترغیب دی۔

ایک حدیث میں ہمارے آقا ﷺ نے یہاں تک فرمایا

اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ وَ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ، وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ وَ اَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ وَاحِدٌ

اگر کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اس کو اس فیصلے کا حکم صراحۃً نہ قرآن میں ملا، نہ حدیث میں ملا، نہ صحابہ کی حیات میں ملا اور اس نے اس مسئلے کے بارے میں اجتہاد کیا، قرآن و حدیث کے ذریعے اس کا حکم معلوم کرنے کی کوشش کی اور اِس کوشش کے نتیجے میں وہ درست نتیجے پر پہنچا، اس نے وہ حکم معلوم کرلیا جو واقعی اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں صحیح حکم تھا اس مسئلے کا، تو فرمایا کہ اس کو دو اجر ملیں گے، لیکن اگر کسی نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں اس سے غلطی ہوگئی، اپنی طرف سے اس نے کوشش کی، اس مسئلے کے بارے میں، اللہ اور اس کے رسول کا حکم معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے باوجود اس سے غلطی ہوگئی، تو فرمایا کہ اس کو بھی ایک اجر ملے گا، یہ بھی اجر سے محروم نہیں رہے گا تو اجتہاد کرنے والے کے لئے ہر صورت میں اجر ہے، اگر غلطی کرے تو بھی اجر اور اگر وہ صحیح نتیجے پر پہنچے تو بھی اجر، لیکن صحیح نتیجے پر پہنچنے کی صورت میں دو اجر ہیں اور غلطی کی صورت میں اس کے لئے ایک اجر ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ جب رسول

اکرم ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے پوچھا۔

"کَیفَ تَقْضِ اِذَا عَرَضَ لَکَ الْقَضَاءُ"

اے معاذ! جب تمہارے سامنے کوئی فیصلہ آئے گا، کوئی مسئلہ آئے گا تو تم کیسے فیصلے کرو گے، انہوں نے عرض کیا کہ میں کتاب اللہ کے ذریعے سے فیصلہ کروں گا، انہوں نے پوچھا کہ اے معاذ! اگر قرآن میں تمہیں صراحۃً اس مسئلے کا جواب نہ ملا تو پھر کیا کرو گے، عرض کیا کہ میں سنت رسول اللہ کے ذریعے سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا اگر میری سنت میں بھی اس مسئلے کا جواب نہ ملا تو پھر کیا کرو گے، معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "اَجْتَهِدُ بِرَأْيِي وَ لَا آلُو" میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور اس میں کوتاہی نہیں کروں گا، پوری کوشش کروں گا کہ حق تک پہنچ سکوں، صحیح رائے تلاش کر سکوں۔

تو حدیث میں آتا ہے "فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ عَلٰی صَدْرِہٖ" تو حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہِ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ"

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول کو"

آپ نے الفاظ پر غور کیا؟ آپ نے کیا فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول کو) حضور ﷺ اللہ کے رسول تھے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے حضور ﷺ کے رسول تھے۔ رسول کا معنی ہے قاصد، پیغام لے جانے والا، تو اس اعتبار سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رسول تھے کہ آپ ان کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج رہے تھے، یمن کی طرف تو آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہِ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس اللہ نے اپنے رسول کے رسول کو ایسی سوچ عطاء فرمائی، ایسی فکر عطاء فرمائی جس پر اللہ اور اللہ کا رسول راضی ہیں" یعنی اجتہاد کرنا معاذ کا یہ ایک ایسی سوچ اور ایسی فکر ہے کہ اللہ کی نظر میں بھی پسندیدہ اور رسول اللہ کی نظر میں بھی پسندیدہ ہے۔

میرے بھائیو اور بہنو! شریعت کے بنیادی مآخذ چار ہیں، اجتہاد کے حوالے سے یہ بات ضرور نوٹ کر لیجئے گا کہ اجتہاد صرف ان مسائل میں ہے جن کا حکم نہ صراحتاً قرآن میں مذکور ہو، نہ صراحتاً حدیث میں مذکور ہو، اور نہ صراحتاً صحابہ کی سیرت میں اس مسئلہ کا حکم ملتا ہو تو صرف اسی میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے، وگرنہ کوئی اجتہاد کی فضیلت سن کر یہ سوچے کہ میں معاذ اللہ ان مسائل پر اجتہاد کرنے لگوں جو اللہ نے واضح طور پر بیان کئے، یا رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر بیان کئے، تو یہ اجتہاد نہیں ہوگا یہ "اِفساد" ہوگا، یہ ضلالت ہوگی، یہ گمراہی ہوگی، یہ بغاوت ہوگی۔

اجتہاد کے ذریعے کوئی حرام حلال نہیں ہوسکتا

اجتہاد کے ذریعے سے کوئی شخص معاذ اللہ شراب کو حلال نہیں کرسکتا، جوے کو حلال نہیں کرسکتا، سود کو حلال نہیں کرسکتا، فحاشی اور عریانیت کو حلال نہیں کرسکتا، جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دے دیا، کسی کے اجتہاد کے ذریعے سے بلکہ بے شمار لوگوں کے اجتہاد کے ذریعے سے اللہ اور اس کے رسول کا حلال کردہ حکم حرام نہیں ہوسکتا اور حرام کردہ چیز وہ کبھی حلال نہیں ہوسکتی، اور یہ بھی جان لے کہ اجتہاد ہر کوئی نہیں کرسکتا، اجتہاد کے لئے مخصوص شرائط ہیں۔

مجتہد کے لیے پانچ شرائط ہیں

شاہ ولی اللہؒ نے مجتہد کے لیے کم از کم پانچ شرطیں بیان کی ہیں مختلف حضرات نے بیان کیا کہ مجتہد کون ہوسکتا ہے، تو مجتہد کے لئے شاہ ولی اللہؒ نے پانچ شرطیں لازم قرار دی۔

پہلی شرط:...... یہ ہے کہ اجتہاد وہ کرسکتا ہے جس کو کتاب اللہ کا پوری طرح علم ہو، کتاب اللہ کو پڑھ بھی سکتا ہو، کتاب اللہ کی تفسیر بھی جانتا ہو، تو قرآن کا اسے پوری طرح علم ہو، قرآت کے اعتبار سے بھی، تلاوت کے اعتبار سے بھی، اور تفسیر اور تشریح کے اعتبار سے بھی اس کو کتاب اللہ کا علم ہو۔

دوسری شرط:...... یہ ہے کہ مجتہد کے لئے جو ضروری ہے وہ یہ کہ اسے سنت کا علم ہو، احادیث کا علم ان کی اسانید کا علم ہو، کس سند کے ذریعے سے وہ حدیث ہم تک پہنچی، اس کو یہ بھی علم ہو اور کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی ضعیف اس کا بھی اس کو علم ہو۔

تیسری شرط:...... یہ ہے کہ ایسے علماء سلف کے اقوال کا علم ہو، علماء نے اس مسئلے کے بارے میں کیا کہا اس کا اسے علم ہو، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کیا رائے ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کیا رائے ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کیا رائے ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کیا رائے ہے، تو علماء کی آراء کا، ان کے اقوال کا اس کو علم ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کے بارے میں پہلے علماء بحث کر چکے ہوں یا اس مسئلہ کے بارے میں پہلے علماء کا اتفاق ہو چکا ہو تو یہ اجتہاد کے ذریعے سے ان کی رائے کے خلاف بالکل ایک نیا مسئلہ نکال دے ایسا نہ ہو۔

چوتھی شرط:...... یہ ہے کہ جو مجتہد کے لئے ضروری ہے وہ یہ کہ عربیت سے متعلق جتنے علوم ہیں ان کا اسے علم ہو، اسے نحو کا علم ہو، اس کو صرف کا علم ہو، اسے ادب کا علم ہو تو

عربیت سے متعلق جتنے بھی علوم ہیں، ان پر اسے عبور حاصل ہو۔

اور پانچویں شرط:...... یہ کہ استنباط اور اجتہاد کے جو طریقے ہیں، ان کا بھی وہ علم رکھتا ہو تو یہ پانچ شرطیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے، مجتہد کے لئے جن کا ہونا ضروری ہیں، قرآن کریم کا علم رکھتا ہو، حدیث کا علم رکھتا ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، علماء سلف کے اقوال کا علم رکھتا ہو، اور عربیت سے تعلق رکھنے والے علوم کا علم رکھتا ہو، اور استنباط اور اجتہاد کے طریقوں کا علم رکھتا ہو۔

میرے بھائیو، میری بہنو! اجتہاد کا دروازہ آج بھی کھلا ہے، اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا، لیکن مجتہد کے لئے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، ان شرائط کے بغیر اگر ہر کسی کو اجتہاد کی اجازت دے دی جائے تو گمراہی کا دروازہ کھل جائے گا، آج تو صورت یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ مجتہد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جنہیں تفسیر کا علم تو کیا ہوگا، حدیث کا علم تو کیا ہوگا، صرف، نحو کا علم تو کیا ہوگا، اور علماء سلف کے اقوال کا علم تو کیا ہوگا، یقین کریں وہ صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھنا بھی نہیں جانتا، محض چند تراجم تک ان کا علم محدود ہے، چند تفسیروں تک ان کا علم محدود ہے، اور وہ دعویٰ کر رہے ہیں مجتہد ہونے کا کہ میں بھی معاذ اللہ! ایسے ہی اجتہاد کر سکتا ہو، جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اجتہاد کا حق حاصل تھا تو بھائی یہ شریعت کے جو چار مآخذ ہیں، ان کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی۔

قرآن وحدیث کی تشریح کا معیار

دوسرا جو اہم سوال اٹھایا گیا ہے، آج کے موضوع کے حوالے سے گویا کہ مرکزی سوال یہی ہے کہ قرآن اور حدیث کی تشریح اور تعبیر کا معیار کیا ہے؟

یعنی قرآن اور حدیث کی تشریح، تفسیر، اور تعبیر کا اختیار کس کو حاصل ہے؟ کیا امت کے ہر فرد کو قرآن اور حدیث کی تشریح کا حق حاصل ہے، چاہے وہ علم رکھتا ہو، یا نہ رکھتا ہو، کیا قرآن وحدیث کی تشریح کا اختیار صرف علماء کو حاصل ہے، کیا قرآن کریم کی اور حدیث کی تشریح کا اختیار قومی اسمبلی کے ممبران کو حاصل ہے، یہ تین آراء ہیں جو اس وقت امت میں پائی جاتی ہیں۔

بعض حضرات کی رائے تو یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث کی تشریح اور تفسیر کا اختیار ہر مسلمان کو حاصل ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختیار علماء کو حاصل ہے۔ اور ایک تیسری رائے جو سامنے آئی وہ یہ کہ یہ اختیار قومی اسمبلی کو دے دیا جائے وہ قرآن اور حدیث کی تعبیر اور تشریح کرے۔

قرآن وحدیث کی تشریح کا اختیار صرف ماہرین شریعت کو ہے

میرے عزیزو! پوری دنیا کا یہ اصول ہے کہ کسی بھی فن اور اس فن کی اصطلاحات کی جو تعبیر اور تشریح ہوتی ہے اس کا اختیار اس فن کے ماہرین کو حاصل ہوتا ہے، ایسے لوگوں کو تشریح کا اختیار نہیں دیا جاتا جن کا اس فن کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو، جنہیں اس فن کے اندر مہارت حاصل نہ ہو۔

سائنسی اصولوں کی تشریح کا اختیار ہو ہم صرف سائنسدانوں کو دیتے ہیں، کاشتکاروں کو نہیں دیتے ہیں اور زراعت اور کاشت کاری سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی تشریح کا اختیار ہم صرف زمین داروں اور کاشتکاروں کو دیتے ہیں، انجینئرنگ سے تعلق رکھنے والوں کو ہم اس کا اختیار نہیں دیتے، چاہے کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو، میڈیکل سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی تشریح کا اختیار صرف ڈاکٹروں کو دیا جاتا ہے، موچیوں، کمہاروں کو اس کا اختیار نہیں دیا جاتا اور موچی کے فن سے

تعلق رکھنے والی چیز کا اختیار اس کی تشریح کا اختیار موچی کو حاصل ہوتا ہے، ڈاکٹر کو حاصل نہیں ہوتا۔

کوئی یہ نہیں کہہ سکتا چونکہ ڈاکٹر ہے اور اپنے شعبہ میں انکو بڑی مہارت حاصل ہے لہٰذا ان کو موچی کی جو زندگی ہے اسکا جو فن ہے، اس کی تشریح کا بھی اختیار ہے، اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

کیا دین پر صرف علماء کی اجارہ گری ہے

بہت سے حضرات یہ زور دے کر کہتے ہیں کہ دین پر صرف علماء کی اجارہ داری نہیں ہے. جی ہاں! اتنی بات تو بالکل درست ہے کہ دین تو سب کا ہے، سب کلمہ پڑھنے والوں کا ہے، دین پر سب کو عمل کرنا چاہیے، صرف علماء کو نہیں بلکہ ہر کلمہ پڑھنے والوں کو اس پر عمل کرنا چاہیے، ان کے ہر حکم کو اپنی عملی زندگی میں لانا چاہیے، لیکن جہاں تک دین کی تفسیر اور تشریح کا تعلق ہے اس کا اختیار ہر کسی کو نہیں دیا جاتا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو اختیار ہے تشریح کا ان سے بھی یہ سوال ہے کہ کوئی نہ کوئی تو معیار ہوگا؟ ایسا تو نہیں کہ ایک شخص کلمہ بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکتا تو ہم اس کو کتاب وسنت کے احکام کی تشریح کا اختیار دے دیں، ایسا شخص جس نے قرآن کو آج تک پڑھا ہی نہیں، قرآن کی تفسیر نہیں جانتا، حدیث کیا ہے اسے خبر نہیں تو ہم اسکو اختیار دے دیں کہ وہ قرآن وحدیث کی تشریح اور اس کی تعبیر کرے، یقینی طور پر کوئی بھی سمجھدار انسان یہ قول اختیار نہیں کرسکتا کہ ہر کلمہ پڑھنے والے کو دین کی تشریح اور تعبیر کا اختیار حاصل ہے، بلکہ کوئی نہ کوئی تو کسی کے نزدیک معیار ہوگا۔

اور علماء کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک معیار یہ ہے کہ ایسے شخص کو تعبیر اور تشریح کا اختیار ہے، جسے علماء کی طرح عالم کہا جاسکے اور جس نے علم دین کے ماہرین کی خدمت میں رہ کر باقاعدہ علم دین حاصل کیا ہو صرف کتابیں پڑھ کر نہیں، صرف ترجمہ پڑھ کر نہیں، اس لئے کہ کسی بھی فن کے اندر مہارت استاد کی محبت کے بغیر اور استاد کی رہنمائی اور تعلیم و تربیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

اگر صرف کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر بنا جاسکتا، سائنسدان بنا جاسکتا، پائلٹ بنا جاسکتا تو پھر کوئی بھی شخص کسی کالج اور یونیورسٹی میں داخلہ نہ لیتا بلکہ گھر بیٹھے کتابوں کا مطالعہ کر کے لوگ ڈاکٹر بھی بن جاتے، اور سائنسدان بھی بن جاتے اور مختلف شعبوں کے ماہرین بھی بن جاتے، کیا وجہ ہے کہ اپنے اپنے شعبے میں مہارت حاصل کرنے کے لیے لوگ صرف پاکستان کے اساتذہ نہیں بلکہ امریکہ، برطانیہ، اور دنیا جہاں کے ماہرین کی خدمت میں جاتے ہیں، یونیورسٹی میں داخلہ لیتے ہیں، زندگی کے سالہا سال گذارتے ہیں تب جا کر ان کو سند ملتی ہے، تب جا کر ان کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ انہیں اس شعبے کی تعبیر اور تشریح کا اختیار حاصل ہو جائے۔

لیکن دین ہی معاذاللہ اتنا بے سہارا ہو گیا کہ دین کی تشریح اور تعبیر کا اختیار ہر کسی کو حاصل ہو جائے ایسے لوگوں کو بھی جنہوں نے سالہا سال تو کیا چند مہینے بھی کسی استاد کی خدمت میں نہ گذارے ہوں، تو صرف کتابیں پڑھ کر کسی فن میں مہارت حاصل نہیں ہوسکتی، جب تک کہ کسی استاد کی خدمت مین رہ کر زندگی کا معتد بہ وقت نہ گذارا جائے اور اپنی تربیت نہ کی جائے۔

کیا تشریح دین کا اختیار پارلیمنٹ کو ہونا چاہیے؟

میں نے عرض کیا کہ بعض حضرات کی ایک رائے یہ بھی سامنے آئی کہ

شریعت کی تعبیر اور تشریح کا اختیار قومی اسمبلی کے ممبران کو حاصل ہو جانا چاہیے جو کہ پوری قوم کی نمائندگی کرتے ہیں جو حضرات اس کے قائل ہیں انہوں نے استدلال کیا قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا، فرمایا کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اے میرے حبیب! آپ ان صحابہ سے مشورہ کرلیا کریں اسی طریقے سے اللہ نے ایمان والوں کی خصوصیت اور پہچان بتائی ”وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ“ ایمان والے آپس کے معاملات مشورے سے طے کرتے ہیں۔

جو حضرات قومی اسمبلی کو دین کی تعبیر اور تشریح کا اختیار دینے کے قائل ہیں وہ اس آیت کریمہ سے استدلال کررہے ہیں کہ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کا ”وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ“ گویا کہ اس استدلال سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ خود عہد نبوت میں بھی دین کی تشریح کا اختیار حضور اکرم ﷺ کو حاصل نہیں تھا، بلکہ پوری قوم کو اس تشریح کا اختیار حاصل تھا اسی لئے تو اللہ پاک نے حکم دیا کہ آپ ان سے مشورہ کریں، جبکہ حضور اکرم ﷺ کا جو مشورہ تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ بعض انتظامی معاملات اور مباحات کے دائرے میں ہے، ہر چیز میں اللہ نے اپنے حبیب کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ چند انتظامی معاملات اور چند مباح چیزوں میں اللہ نے اپنے نبی کو صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا۔

مثال کے طور پر حضور اکرم ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع مشورہ کیا، حضور نے ایک جگہ کو منتخب کیا، مسلمانوں کے لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کے لئے، لیکن دوسرے صحابی نے مشورہ دیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جگہ زیادہ بہتر ہوگی، آپ نے اس رائے کو

پسند فرمالیا۔

اسی طریقے سے غزوۂ احد کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے، مدینہ منورہ میں رہ کر دفاع کیا جائے؟ یا باہر نکل کر دشمن کے ساتھ مقابلہ کیا جائے، خود حضور اکرم ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے اپنا دفاع کیا جائے، لیکن بعض نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ نہیں ہم باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس رائے کو اختیار فرمالیا۔

اسی طریقے سے غزوۂ خندق کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے مشورہ کیا کہ اتنے بڑے لشکر نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا ہے کہ آج تک عربوں نے اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا تو اس لشکر کا مقابلہ کیسے کیا جائے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ہمارے ہاں جب اتنا بڑا لشکر حملہ آور ہو جائے کہ بظاہر اس کا مقابلہ کرنا ممکن نہ ہو تو شہر کے اردگرد خندق کھودی جاتی ہے تو ہم خندق کی کھدائی کرتے ہیں تاکہ اپنی حفاظت کریں، اپنا دفاع کریں۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اسی پر حضور ﷺ نے عمل کیا تو حضور اکرم ﷺ جو مشورہ لیا کرتے تھے انتظامی معاملات میں اور مباح چیزوں میں اور کثرت کے ساتھ حضور ﷺ مشورہ کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ بعض اوقات اپنی ذاتی اور خانگی زندگی جو تھی اس کے بارے میں بھی حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ کیا کرتے تھے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی تو حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہیے کہ میری حرم پر، میری عزت وناموس پر

بھی بعض لوگوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے مشورہ کیا تو نبی اکرم ﷺ کا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ تھا وہ انتظامی معاملات میں تھا۔

مشورہ، کن اُمور میں اور، کس سے لیا جائے؟

نماز کیسے پڑھنی چاہیے؟ زکوٰۃ کا اللہ نے حکم دیا تو ہمیں زکوٰۃ کیسے دینی چاہیے؟ تو حضور اکرم ﷺ کا مشورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہ ان دینی معاملات میں نہیں تھا۔ اور پھر حضور اکرم ﷺ پوری قوم سے نہیں بلکہ منتخب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے، ایسا نہیں کہ جتنے بھی کلمہ گو صحابہ اور مسلمان حضور کے زمانے میں موجود تھے، آپ ان سب سے مشورہ کرتے تھے، بلکہ آپ کی شوریٰ میں، آپ کی مجلس میں جو چند منتخب صحابہ ہوتے تھے ان سے اپنے معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے تو اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہنا کہ قرآن اور حدیث یا دین کی تعبیر اور تشریح کا اختیار اور اجتہاد کا اختیار قومی اسمبلی کو دے دیا جائے یہ استدلال قطعاً غلط ہے، اور پھر یہ بھی دیکھیں حضور اکرم ﷺ کے جو صحابہ تھے۔ کون لوگ تھے جن سے آپ ﷺ مشورہ کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تھے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے یہ وہ لوگ تھے جبالِ علم (علم کے پہاڑ) تھے جن سے آپ مشورہ کیا کرتے تھے اور آپ جس قومی اسمبلی کو شریعت کی تشریح اور تعبیر کا اختیار دینا چاہتے ہیں، اس اسمبلی میں کون لوگ ہیں، اِن میں سے کتنے ہیں جو قرآن کریم کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، ان میں کتنے ہیں جو قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں، ان میں سے کتنے ہیں جن کو دعائے قنوت یاد ہے۔

ہم نے سنا کہ چونکہ قومی اسمبلی کے ممبران کا بھی آج کل رسمی طور پر انٹرویو ہوتا ہے تو بے شمار ایسے تھے جن کا انٹرویو ہوا، توان کو دعا قنوت تک یاد نہیں تھی جن کو دوسرا، تیسرا کلمہ یاد نہیں تھا، کلمہ طیبہ بڑی مشکل سے پڑھتے تھے ان کے علم کا یہ حال یہ قرآن کا علم، نہ حدیث کا علم، نہ فقہ کا علم، اور نہ ان کی عملی زندگی معاذ اللہ! کسی کا استہزا، کسی کی تحقیر اور کسی کی تضحیک اور تذلیل مقصود نہیں ہے، لیکن ہم خوب جانتے ہیں کہ ہمارے جو ممبرانِ اسمبلی ہیں ان کی عملی زندگی کیسی تھی، تو کیا ان کو اختیار دیا جائے قرآن کی تفسیر کا اور دین کی تعبیر اور تشریح کا؟ یہ ہمارے لئے متعین کریں گے کہ آج کے دور میں کیا چیز حلال ہے، اور کیا حرام ہے؟

آپ سوچئے کہ جو لوگ خود سود خوری میں ملوث ہیں، کیا آپ ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ سود کی حرمت کا اعلان کریں گے؟ کیا وہ لوگ جو خود جوئے کی سرپرستی کرتے ہیں، کیا آپ ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس پر پابندی لگائیں گے؟ کیا وہ لوگ جن کی شامیں شراب کے بغیر نہیں گذرتیں، کیا آپ ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ شراب کی بندش کا اعلان کریں گے؟ تو قرآن کریم کی تعبیر اور تشریح کا اختیار نہ عوام کو دیا جا سکتا ہے اور نہ اسمبلی کے ان ممبران کو۔

خدا کرے کہ وہ وقت آئے کہ جب ہماری اسمبلی میں، ہماری سیٹ میں وہ لوگ ہوں گے جو قرآن پر بھی نظر رکھتے ہوں، حدیث پر بھی نظر رکھتے ہوں، فقہ پر بھی نظر رکھتے ہوں، علماء سلف کے اقوال پر بھی نظر رکھتے ہوں، اور وہ پھر ایوان بالا میں اور ایوان ذیلی میں قرآن کی تشریح کریں، تفسیر بیان کریں تو خدا کی قسم اس سے بڑی خوش قسمتی ہماری اور کوئی نہیں ہوگی۔

ہم نہیں کہتے کہ مولویوں کے کسی خاندان کو قرآن اور حدیث پر اجارہ

داری حاصل ہے، نہیں! اگر کسی مولوی کا بیٹا، محدث کا بیٹا، مفسر کا بیٹا، کسی مفتی کا بیٹا جاہل ہے تو خود اسے بھی قرآن اور حدیث کی تعبیر اور تفسیر کا اختیار حاصل نہیں ہے، اور اگر کسی عام انسان کا بیٹا، کسی مزدور کا بیٹا، کسی حجام کا بیٹا، کسی کاشتکار کا بیٹا، کسی تاجر کا بیٹا، کسی سائنسدان کا بیٹا وہ عالم ہے اس نے اساتذہ کرام کی خدمت میں چند سال گذار کر دین کا علم حاصل کیا ہے، تو ہم محض اس لئے اسے دین کی تعبیر اور تشریح سے محروم نہیں رکھیں گے کہ اس کا تعلق کسی بڑے خاندان سے نہیں ہے، یہ کسی معمولی شخص کا بیٹا ہے اس چیز کو ہم نہیں دیکھیں گے۔

الحمدللہ! آج کل تو مدارس میں بے شمار ایسے ہیں جنہوں نے بنیادی طور پر، دنیاوی علوم حاصل کئے اور دنیاوی علوم میں اعلیٰ ڈگریاں حاصل کیں، اور پھر مدارس میں آئے آج کل بے شمار ہیں یہ بھی اللہ کا عجیب نظام ہے کہ جتنا زیادہ پروپیگنڈا ہو رہا ہے، مدارس کے خلاف، علماء کے خلاف، علم دین کے خلاف اُتنا ہی زیادہ رجوع ہے علماء کی طرف، خانقاہوں کی طرف، تبلیغی جماعت کی طرف اتنا ہی زیادہ رجوع ہے جتنا پروپیگنڈا کرتے ہیں اتنا ہی نوجوان طبقہ زیادہ مائل ہوتا جاتا ہے، تو ایسے بے شمار ہیں جو بنیادی طور پر سائنسدان ہیں، ڈاکٹر ہیں، انجینئر ہیں لیکن اس کے بعد اللہ نے ان کے دل میں علم دین کے حصول کا جذبہ پیدا کیا اور وہ باقاعدہ حافظ بنے، عالم بنے، مفتی بنے، مفسر اور محدث بنے، خود میں نے اپنی نظروں سے الحمدللہ، ایسے بے شمار نوجوانوں کی زیارت کی ہے اور مجھے ان پر رشک آیا کہ وہ لاکھوں روپیہ کما سکتے تھے ان کے پاس ایسی ڈگری تھی، لیکن انہوں نے ان ڈگریوں کو قربان کر دیا، علم دین کی تحصیل پر اور اس کی تبلیغ و دعوت پر اور اس کی نشر و اشاعت پر قربان کر دیا، ہماری نظر میں انہوں نے اپنے مستقبل کو، بہتر مستقبل پر

قربان کردیا، وہ دنیا کے کسی بھی ملک میں جاسکتے تھے اور بڑی بڑی تنخواہیں حاصل کرسکتے تھے، لیکن اللہ نے ان کے دل میں ولولہ پیدا کردیا، علم دین کے حصول کا، عالم اور مفتی بننے کا، چنانچہ انہوں نے اپنی لائن کو تبدیل کرلیا۔

تعلیم دین ہر ایک کے لیے عام ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ دین پر علماء کے کسی خاندان کی اجارہ داری نہیں ہے، اگر کسی کو بہت شوق ہے کہ میں بھی اختیار حاصل کروں، دین کی تشریح اور تفسیر کا تو آیئے بھائی! اس کے لئے دروازہ کھلا ہے، وہ علم دین حاصل کرے جیسا کہ حاصل کرنا چاہیے، وہ قرآن کریم کی تفسیر پر عبور حاصل کرے، وہ علم حدیث اپنی تمام باریکیوں کے ساتھ حاصل کرے، وہ فقہ کا علم حاصل کرے ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے اور اپنے بجائے اسے دین کی تشریح اور تفسیر کا اختیار دیں گے۔

الحمدللہ چھوٹی عمر تھی جب سے اللہ پاک نے مدارس کے ساتھ جوڑا، مساجد کے ساتھ جوڑا، قرآن کریم حفظ کیا پھر پڑھتے بھی رہے اور پڑھاتے بھی رہے۔ مطالعہ بھی کرتے رہے، لیکن آج تک ہم اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ ہم فتویٰ دیں، ہمارے شاگرد مفتی ہیں ہم ان کی طرف لوگوں کو بھیجتے ہیں کہ بھئی مجھے فتویٰ دینے کا اختیار نہیں، البتہ میرے شاگرد کو فتویٰ دینے کا اختیار ہے۔ اس لئے کہ اس نے تخصص فی الافتاء کیا ہے، اور افتاء کی اس نے باقاعدہ مشق کی ہے اور مفتیان کرام کی خدمت میں اس نے اپنی زندگی کے قیمتی سال گذارے ہیں، لہٰذا اسے اختیار ہے مجھے اختیار نہیں۔ تو اس سوال کا جواب میں عرض کررہا تھا کہ قرآن اور حدیث کی تشریح اور تعبیر کا معیار کیا ہے۔

نئے مسائل میں علماء کا جمود

ایک اور سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ نئے مسائل کے حوالے سے علماء

میں کچھ جمود سا نظر آتا ہے، تو بھائی گذارش یہ ہے کہ میں کلی طور پر تو اس کی نفی نہیں کرتا، لیکن کلی طور پر اس اعتراض کو ماننے کے لئے بھی تیار نہیں، یہ میری اپنی ناقص سی سوچ ہے، بھائی معاف کیجئے گا! بعض علماء کرام ناراض نہ ہو جائیں، کلی طور پر تو اس بات کا بھی جواب نہیں دیتا اور کلی طور پر اس کی نفی بھی نہیں کرتا۔

علماء کرام نے قیام پاکستان کے بعد ہی، میں پاکستان کی حد تک بات کر رہا ہوں، ورنہ دنیا کے تمام ممالک میں ایسا ہوا، خود ہندوستان میں ایسا ہوا، لیکن پاکستان کے حوالے سے میں بات کر رہا ہوں کہ نئے مسائل جو پیش آنے والے ہیں، علماء کرام نے اس کے لئے مستقل طور پر کمیٹیاں بنائیں اور جماعتیں تشکیل کیں اور ان میں نئے مسائل زیر بحث لائے گئے اور ان کے حل تلاش کئے گئے۔

چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں، بینک کاری کا مسئلہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور متعدد علماء سالہا سال سے اس کے لئے فکر مند رہے، حضرت یوسف بنوریؒ، حضرت مفتی ولی حسن صاحبؒ اور دوسرے اکابر ابتدا ہی سے اس کے لئے فکر مند رہے کہ کسی طریقے سے امت کو سودی نظام سے نجات دی جائے اور امت کے سامنے اس کا کوئی متبادل پیش کیا جائے، اس لئے کہ مفتی کا کام اور عالم کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ وہ کسی مسئلے کا حلال یا حرام ہونے کے اعتبار سے جواب دیدے، بلکہ سب سے بہتر مفتی وہ ہے جو اس کا متبادل بھی اس کو بتائے اگر اس کا کوئی متبادل ہو جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے جب خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے صرف خواب کی تعبیر نہیں بتلائی بلکہ جو آنے والے حالات تھے، ان کے بارے میں تدبیر بھی پیش کی اس مسئلے کا حل بھی بتلایا، خواب کی تعبیر تو یہ بتلائی کہ

سات سال بڑے خوشحالی کے ہوں گے اور پھر سات سال قحط کے ہوں گے، لیکن ساتھ تدبیر بھی بتائی کہ سات سال جو قحط کے آنے والے ہیں ان کی تکلیف سے بچنے کے لئے تمہیں کیا تدبیر اختیار کرنا چاہیے؟

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝

(یوسف:۴۷)

فرمایا کہ دیکھو سات سال تک تم خوب غلہ اگاؤ گے، پھر سات سال قحط کے آئیں گے لہٰذا جب سات سال خوشحالی کے ہوں، تو جو بھی غلہ ہو اس کو خوشوں میں چھوڑ دو تا کہ ان سات سالوں میں کام آئے جبکہ قحط ہوگا۔ تو مفتی کا کام صرف یہ نہیں کہ ایک جائز اور ناجائز ہونے کے اعتبار سے جواب دے دے، بلکہ بہترین مفتی وہ ہے کہ اگر اس کا کوئی متبادل ہو تو وہ بھی بتلائے۔

اب یہ سودی نظام یہ تو ہم نے بتا دیا کہ یہ حرام ہے، سود حرام ہے، یہ بینک کاری کا نظام سارا کا سارا یہودیوں کا تجویز کردہ ہے، لیکن کیا اس کا کوئی متبادل بھی ہوسکتا ہے؟ تو بہترین مفتی وہ ہے جو امت کے سامنے اس کا متبادل بھی پیش کرے، چنانچہ سالہا سال کی محنت کے بعد بینکاری کا ایک سسٹم سامنے لایا گیا اسلامی بینکاری کا، میں مانتا ہوں کہ اس میں بھی خامیاں ہیں، بہت ساری کمزوریاں ہیں، لیکن خامیوں اور کمزوریوں کا یہ مطلب نہیں کہ ہم کلی طور پر اس کی نفی کردیں، بلکہ ان خامیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کریں، اس لئے کہ جو بھی نیا سسٹم آتا ہے، نئی چیز ہوتی ہے، نیا تجربہ ہوتا ہے تو اس میں کچھ غلطیوں کا، کچھ کمزوریوں کا امکان ہوتا ہے، مسلسل اس کو جاری رکھا جائے تو ان کمزوریوں پر، ان غلطیوں پر قابو پایا

جا سکتا ہے، لیکن ایسا نہ ہو کہ سالہا سال کی محنت کے بعد ایک ٹوٹا پھوٹا جو نظام ہمارے سامنے آیا ہے ہم بیک جنبش قلم اس کی بھی نفی کر دیں یہ مناسب نہ ہوگا۔

تو یہ عرض کر رہا تھا کہ جہاں تک نئے مسائل کے حوالے سے جمود کا تعلق ہے تو میں اس اعتراض کو، پورے اعتراض کو تو صحیح تسلیم نہیں کرتا اس لئے کہ علماء کرام ہمیشہ اس کے لئے فعّال رہے ہیں کہ نئے نئے مسائل کا حل امت کے سامنے پیش کیا جا سکے، لیکن میں جزوی طور پر اس اعتراض کو صحیح بھی تسلیم کر رہا ہوں کیوں؟

صرف اس لئے کہ میں اپنے بزرگوں کی خدمت میں، اپنے اکابر کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ امت کو ان کی مزید رہنمائی کی ضرورت ہے، بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کو ان پر اپنا مؤقف کھل کر پیش کرنے کی ضرورت ہے، یہ خودکش حملے، یہ قتل وقتال، یہ خون ریزی کا سلسلہ، یہ طالبان اور یہ دوسرے تیسرے سلسلے ان کے بارے میں کھل کر ہمارے اکابر کو اپنا مؤقف پیش کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ امت کی رہنمائی کا جو حق ہے وہ ادا کیا جا سکے۔

"وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین"

مکالمہ بین المذاہب
اور
وحدت ادیان

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت واہمیت
- ......مکالمہ کا نعرہ بلند کرنے والوں کے اصل مقاصد کیا ہیں؟
- ......وحدت ادیان اور مکالمہ بین المذاہب میں کیا فرق ہے؟
- ......آیا کوئی ایسا دین ایجاد کیا جاسکتا ہے کہ جس پر اقوام عالم کا اتفاق ہو جائے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ وَمَا اخۡتَلَفَ فِيۡهِ اِلَّا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡهُ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ بَغۡيًا بَيۡنَهُمۡ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ مِنَ الۡحَـقِّ بِاِذۡنِهٖ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۲۱۳﴾ (البقرۃ:۲۱۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

ہماری آج کی اس ماہانہ نشست کا موضوع مکالمہ بین المذاہب وادیان ہے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے میں نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر: ۲۱۳ تلاوت کی ہے

جس کا مفہوم یہ ہے اللہ فرماتے ہیں کہ سارے کے سارے انسان ایک امت، ایک جماعت تھے پھر ان میں آپس میں عقائد ونظریات کا اختلاف ہو گیا ہے اللہ نے اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے اور ان کے مذہبی تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے نبیوں کو بھیجا جو کہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔

وحدت سے کیا مراد ہے؟

اس آیت کریمہ میں اللہ نے انسانوں کی جس وحدت کا ذکر کیا ہے وہ کون سی وحدت اور کونسا اتفاق تھا کہ سارے کے سارے انسان مثل یہ ایک جماعت اور ایک امت کے تھے پھر ان میں اختلاف ہو گیا اس آیت کریمہ میں کس قسم کی وحدت کا ذکر ہے؟ بعض حضرات نے کہا کہ انسانوں کے درمیان یہ جو وحدت تھی۔ اس سے ضلالت و گمراہی پر وحدت مراد ہے؟ لیکن صحیح بات یہ ہے اور اکثر مفسرین کی رائے بھی یہی ہے کہ اللہ نے اس آیت کریمہ میں جس وحدت کا ذکر کیا ہے وہ وحدت علم پر تھی، ہدایت پر وحدت تھی، توحید پر وحدت تھی، ایمان پر وحدت تھی۔

اور یہ ایسا دعویٰ ہے جو قرآن کریم کی دوسری آیات سے بھی ثابت ہے کہ انسان پہلے توحید اور ایمان کے اعتبار سے متفق الخیال اور متحد تھے۔ بعد میں ان میں اختلاف ہوا۔ سورۂ نساء میں اللہ نے پہلے مختلف انبیاء کرام کا ذکر کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ

(الانبیآء: ۵۱)

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا

وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ

(الانبیآء:۷٦)

حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیا

وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ

(الانبیآء:۸۷)

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر کیا

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿٨٩﴾

(الانبیآء:۸۹)

ان مختلف انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد اللہ فرماتے ہیں

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾

(الانبیآء:۹۲)

یہ تمہاری امت ہے ایک ہی امت، اور میں تمہارا رب ہوں۔ یہ سب ایک امت کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام جن کا ذکر ان آیات میں ہوا۔ فرمایا کہ یہ سارے کے سارے ایک امت پر ہیں، ایک امت کے لوگ ہیں، اور میں تمہارا رب ہوں میری عبادت کرو۔

اسی طریقے سے سورۂ مومنون میں اللہ نے پہلے حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا، اور اس کے بعد اجمالی طور پر تمام انبیاء سے خطاب فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ

(سورۃ المؤمنون: ۵۱)

اور آخر میں فرمایا

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۝

(سورۃ المؤمنون: ۵۲)

یہ تمہاری امت ہے ایک امت، اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرو۔

یہاں پر بھی اللہ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک امت قرار دیا۔

سورۂ یونس میں اللہ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ

(سورۃ یونس: ۱۹)

سارے کے سارے انسان ایک امت تھے، پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کرنا شروع کیا۔

اور دوسری آیت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی، اللہ فرماتے ہیں

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا

(سورۃ شوریٰ: ۱۳)

اے مسلمانو! ہم نے تمہارے لیے اسی دین کو لازم قرار دیا ہے، اسی دین کو نازل کیا ہے جس کی ہم نے وصیت کی نوح علیہ السلام کو

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

(سورۃ شوریٰ: ۱۳)

اور میرے حبیب! جس کی وصیت کی ہم نے آپ کو

وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى

(سورۃ شوریٰ:۱۳)

اور جس دین کی وصیت کی ہم نے ابراہیم کو موسیٰ کو عیسیٰ علیہم السلام کو

أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ

(سورۃ شوریٰ:۱۳)

کہ تم دین کو قائم کرو

وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ

(سورۃ شوریٰ:۱۳)

اور اس میں فرقے فرقے نہ بنو

اللہ نے اس آیت کریمہ میں پہلے مسلمانوں کا ذکر کیا، درمیان میں حضرت نوح علیہ السلام کا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ اور یہی وہ انبیاء تھے جن کے نام لیوا دنیا میں موجود رہے۔ اور فرمایا کہ اے مسلمانو! ہم نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جو دین دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا دین تھا اور مسلمان اسی دین کی دعوت دیتے ہیں جو دین تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک تھا۔

تمام انبیاء نے عقیدۂ توحید کی دعوت دی

اس لیے کہ سارے انبیاء نے عقیدہ توحید کی دعوت دی، اللہ پر ایمان لانے کی، رسالت پر ایمان لانے کی، آخرت پر ایمان لانے کی، سارے انبیاء نے دعوت دی نماز پڑھنے کی، روزے رکھنے کی، صدقہ خیرات کرنے کی۔ سارے انبیاء نے دعوت دی اچھے اخلاق کی اور برے اخلاق سے بچ کر رہنے کی۔ کوئی دین ایسا نہیں جس دین کے اندر جھوٹ بولنے کی اجازت ہو، خیانت کی اجازت ہو، وعدہ خلافی کی اجازت ہو

،چوری ڈکیتی کی اجازت ہو، زنا اور شراب نوشی کی اجازت ہو۔

اللہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تمہارے لیے ہم نے وہی دین نازل کیا جو دین تمام انبیاء کا تھا

دین تمام انبیاء کا ایک ہے اگرچہ شریعت مختلف

اصولوں میں سارے انبیاء متفق تھے، جو کچھ اختلاف تھا وہ صرف جزئیات کے اندر اور فروعی مسائل کے اندر تھا جس کو شریعت کہتے ہیں، شریعت ہر ایک کی الگ الگ تھی، لیکن دین سارے نبیوں کا ایک تھا۔ چنانچہ اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر:۴۸ میں فرمایا:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ

(سورۃ مائدہ:۴۸)

تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت مقرر کی اور ہر ایک کے لیے زندگی گزارنے کا ایک راستہ متعین کیا ۔

شریعت تو بعض انبیاء کرام کی مختلف تھی، لیکن دین میں کوئی اختلاف نہیں تھا دین سب کا ایک، اور حقائق بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ بظاہر بڑا عجیب لگتا ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے توحید کی دعوت دی، اور دنیا کے ہر آسمانی مذہب کے اندر عقیدہ توحید تھا۔ آج جب ہم ان مذاہب کے ماننے والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ شرک میں مبتلا ہیں تو بظاہر یہ دعویٰ بڑا عجیب لگتا ہے کہ سب عقیدہ توحید کی دعوت دینے والے تھے، سب عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے و الے تھے، اور عملی طور پر نظر یہ آرہا ہے کہ سوائے مسلمانوں کے اور باقی چند ایک

فرقوں کے باقی سب شرک میں مبتلا ہیں۔

اگر ہم بعض مذاہب کے ماننے والوں کے عمل کو نہ دیکھیں بلکہ ان کے اصل مذہب کو دیکھیں تو اس دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ واقعتاً ہر آسمانی مذہب کے اندر اصل میں عقیدہ توحید ہی تھا، شرک کی آمیزش بعد میں ہوئی۔ آپ تورات کو دیکھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: سنو اے بنی اسرائیل! ہمارا خدا ایک ہے۔ آپ انجیل کو دیکھیں اس میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: عظیم تو بس ایک ہی ہے وہ خدا ہے۔ آپ تورات اور انجیل کو چھوڑیں، آپ سکھوں کی کتاب کو لے لیں، اس میں ہے کہ پالنہار ایک ہی ہے۔ آپ ہندوؤں کی کتابیں دیکھیں: حالانکہ سب سے زیادہ شرک اور بت پرستی ہندوؤں میں ہے۔ اگر ہندوؤں کی اصل کتابیں دیکھی جائیں تو ان میں عقیدہ توحید ملتا ہے چوں کہ بنیادی جو اصول تھے یہ مسلمانوں اور دوسرے آسمانی مذاہب کے ماننے والوں میں مشترک تھے۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا اس لیے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ کو دعوت دی کہ آؤ ہم چند مشترکہ باتوں پر اتفاق کرلیں۔

آل عمران کی آیت نمبر: ۶۴ میں ہے، اللہ نے فرمایا:

قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ

(سورۃ آل عمران: ۶۴)

آؤ ہم ایک ایسی بات پر اتفاق کرلیں جو ہمارے درمیان متفق علیہ ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (سورۃ آل عمران: ۶۴)

کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا

(سورة آل عمران:۶۴)

اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں

وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ

اور ہم اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو معبود نہ بنائیں

یہ ہمارے آقا ﷺ نے دعوت دی یہودیوں کو بھی اور عیسائیوں کو بھی کہ یہ چیز ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان مشترک ہے تو ہم اس پر اتفاق کر لیتے ہیں۔

انسانوں کی سب سے بڑی بیماری

انسانوں کی سب سے بڑی بیماری اور سب سے بڑا مسئلہ شرک تھا، اور آج بھی سب سے بڑی بیماری شرک ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ آج شرک نہیں ہے، آج بھی انسانوں کا سب سے بڑا مسئلہ شرک ہے۔ اور جب میں شرک کی بات کرتا ہوں تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ آج تو انسان نے شرک کے میدان میں بھی ترقی کر لی ہے۔ پہلے انسان کا شرک مذاہب کی پرستش تک محدود تھا، مثلاً انسان سورج کی عبادت کرتا، چاند کی عبادت کرتا ،ستاروں کی عبادت کرتا تھا، سمندر کی، دریا کی، درختوں کی، حیوانوں کی، خطرناک اور خوفناک چیزوں کی، زمین کی، آسمان کی، لیکن آج انسان اس سے بھی کچھ آگے بڑھا خدائی کا دعویدار بن گیا انسان خود اپنی پرستش کر رہا ہے، اپنی عبادت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ انسان نے اپنے خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا۔ اور یہ بھی شرک ہے۔

عیسائیوں کا شرک

حدیث میں آتا ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ عیسائیوں کے بارے

میں نازل ہوئی۔

اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(سورۃ توبۃ: ۳۱)

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے صوفیوں اور مولویوں کو معبود بنالیا

تو ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا تو نہیں ہے، ہم اپنے مولویوں کو اور اپنے صوفیوں کو ربّ نہیں سمجھتے، ربّ تو وہ ہوتا ہے جس کے سامنے رکوع کیا جائے، جس کے سامنے سجدہ کیا جائے، اور ہم اپنے مولویوں اور اپنے پیروں اور اپنے مشائخ کے سامنے سجدہ نہیں کرتے لہٰذا ہم ان کو رب بھی نہیں سمجھتے۔ تو ہمارے آقا ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے مذہبی رہنما اور مشائخ جس چیز کو حلال کہتے ہیں تم بھی حلال کہتے ہو، اور جس چیز کو وہ حرام کہتے ہیں تم بھی حرام کہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ایسا تو ہے، فرمایا: یہی مطلب ہے اللہ کو چھوڑ کر ان کو رب بنانے کا۔

آج خواہشات کو معبود بنالیا گیا

اور آج انسان نے اپنی خواہشات کو اس مفہوم میں ربّ بنالیا کہ ہر وہ چیز جائز ہے جو اس کی خواہش کے مطابق ہو، اور ہر وہ چیز ناجائز ہے جو اس کی خواہش کے مطابق نہ ہو۔ خواہشات کو سب سے بڑی اتھارٹی حاصل ہوگئی قانون سازی میں تحلیل اور تحریم میں کسی چیز کو حلال اور حرام ٹھہرانے میں خواہشات نے کہا، شراب حلال ہونی چاہیے تو انسان نے شراب کو حلال کردیا، زنا حلال ہونا چاہیے حلال کردیا۔ ہم جنس پرستی جائز ہونی چاہیے۔ تو انسان نے اپنی خواہشات کو آج ربّ بنالیا ہے تو میں بتارہا

تھا کل بھی انسان کا سب سے بڑا مرض شرک تھا اور آج بھی انسان کا سب سے بڑا مرض شرک ہے۔

تمام انبیاء کا دین اسلام تھا اور شرائع مختلف تھیں

اس لیے ہمارے آقا ﷺ نے اہل کتاب کو دعوت دی کہ ہم اس پر اتفاق کریں کہ شرک نہیں کریں گے، کسی کو اللہ کے علاوہ معبود اور رب نہیں بنائیں گے۔ اس پر اتفاق کرلیں۔ مگر اس کے لیے وہ آمادہ نہ ہوئے، تو قرآن نے ایک بات تو ہمیں یہ بتائی کہ تمام انبیا کرام علیہم السلام کا دین ایک تھا، آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیا کا دین ایک اور وہ کون سا دین تھا؟ قرآن نے بتایا کہ وہ دین اسلام تھا، ہر نبی کا دین اسلام تھا۔ اور ہر نبی مسلم تھا، اسی لیے اللہ نے سورۂ آل عمران میں فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

(سورۃ آل عمران:۱۹)

اللہ کے نزدیک دین وہ صرف اسلام ہے اور سورۂ آل عمران میں فرمایا

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ

(سورۃ آل عمران:۸۳)

کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں۔

وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

(سورۃ آل عمران:۸۳)

کائنات کی ساری مخلوق اللہ کے سامنے مسلم ہے ان کو بھی مسلم بننا پڑے گا

تو اسلام کے علاوہ اللہ نے فرمایا کہ کوئی دوسرا دین قبول نہیں:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ،

(سورۃ آل عمران:۸۵)

جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین تلاش کرے گا تو اس سے اس دین کو قبول نہیں کیا جائے گا

اور سورہ آل عمران ہی میں فرمایا:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا

(سورۃ آل عمران:۶۷)

ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی، بلکہ وہ یکسو ہونے والے مسلم تھے۔

یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے، عیسائی کہتے ہیں کہ وہ عیسائی ہیں۔ اللہ نے فرمایا: نہیں نہ وہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے، بلکہ وہ مسلم تھے۔ اور سورہ بقرہ میں فرمایا کہ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اولاد کو مرنے سے پہلے یہ وصیت کی:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

(سورۃ البقرۃ:۱۳۲)

اے میری اولاد! تمہیں موت آئے تو اسلام کی حالت میں موت آئے، اسلام کے بغیر دنیا سے نہ جانا۔

اب تک دو باتیں بتائیں ایک بات تو یہ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان دین ایک ہی مشترک تھا، سب کا دین ایک تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ دین دین

اسلام تھا۔ دین کا معنی کیا ہے اور اسلام کا معنی کیا ہے؟

دین اور اسلام کے معنی

دین کا معنی یہ ہے کہ حاکمیت کا حق صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے، اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا حاکم نہیں۔ اور اسلام کا معنی کیا ہے؟ اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کرنا، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان دین تو مشترک تھا، البتہ شریعت بدلتی رہی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے انسانیت کے سفر کا آغاز ہوا، انسان اور انسان کا تمدن اور اس کا معاشرہ ترقی کرتا رہا، اس کی ضروریات بدلتی رہیں، شریعتوں میں بھی تبدیلی آتی رہی۔ انسان نے طفولیت سے اپنا آغاز کرلیا، اور ہوتے ہوتے ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک انسان جوانی تک پہنچ گیا۔ جب انسانیت کا شباب آگیا تو اللہ پاک نے کامل اور مکمل شریعت نازل فرمائی جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، دین میں تو تبدیلی ہوئی ہی نہیں آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک شریعت بدلتی گئی، پس یہ آیت کریمہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل فرمادی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ

(سورۃ المائدہ:۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کرلیا، اور تم پر اپنی نعمت کو مکمل کرلیا، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند فرمالیا۔

اس مضمون کی کوئی آیت نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں نازل ہوئی۔ اسی

لیے جب یہ آیت کریمہ بعض یہودیوں نے سنی تو انہوں نے کہا کہ اگر اس مضمون کی کوئی آیت ہماری کتاب میں نازل ہوتی تو ہم اس کے یوم نزول میں جشن منایا کرتے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی اور کس دن نازل ہوئی؟ یوم عرفہ کے موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جمعہ کا دن تھا اور عرفات کا مقام تھا۔ ہمارے لیے وہ تو ویسے ہی جشن کا دن، خوشی کا دن، لیکن مسلمان جشن دنیا کے انداز میں نہیں مناتے، مسلمانوں کے جشن منانے کا انداز اپنا ہے تو شریعت کامل اور مکمل ہوگئی اور اللہ نے یہ اعلان فرمادیا کہ اب دین مکمل ہوگیا اور اسلام کو پوری انسانیت کے لیے دین کے طور پر میں نے پسند کرلیا۔ اور اب اس میں کوئی ترمیم، کوئی کمی اور کوئی زیادتی نہیں ہوسکتی۔ اور ہمارے آقا ﷺ سے فرمادیا کہ آپ کسی مخصوص زمانے اور مخصوص قوم کے لیے نبی بن کر نہیں آئے بلکہ آپ ساری انسانیت کے لیے اور سارے زمانوں کے لیے نبی بن کر آئے ہیں:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

(سورۃ الاعراف:۱۵۸)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۷﴾

(سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

اور اب جبکہ شریعت میں تبدیلی کی ضرورت نہ رہی، اور مزید وحی نازل ہونے کی ضرورت نہ رہی تو اللہ نے نبوت کا دروازہ بھی بند کردیا فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(سورۃ الأحزاب:۴۰)

تو میرے بھائیو اور میری بہنو! اب تک جو گفتگو ہوئی اس میں ایک بات یہ عرض کی گئی کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین وہ ایک تھا اور دوسری بات یہ کہ وہ دین دین اسلام تھا، اور تیسری بات یہ کہ دین تمام انبیاء کا ایک تھا شریعتیں مختلف رہی اور شریعت کے احکام میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ نماز کا حکم ہر امت میں تھا، زکوٰۃ کا حکم ہر امت میں تھا، روزے کا حکم ہر امت میں، لیکن صورت مختلف تھی۔ مگر جب آخری پیغمبر تشریف لائے اور آخری کتاب نازل ہوئی تو اللہ نے شریعت میں بھی تبدیلی کا دروازہ بند کر دیا۔ اب دین بھی ایک اور ساری انسانیت کی شریعت بھی ایک۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب ان سوالات کی طرف آتے ہیں جو اشتہار میں اٹھائے گئے۔

مکالمہ بین المذاہب کی حیثیت

پہلا سوال تو یہ اٹھایا گیا کہ مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت اور اہمیت کیا ہے؟ ایک وضاحت میں یہ عرض کر دوں کہ مکالمہ بین المذاہب کے دو مفہوم لیے جاسکتے ہیں: ایک مفہوم تو یہ کہ مختلف مذاہب کے لوگ کسی علمی مجلس کا انعقاد کریں، مذاکرات کی میز پر بیٹھیں اور علمی ماحول میں ایک دوسرے کی بات سنیں اور سنائیں، یہودی اپنے مذہب کے بارے میں بتائیں، عیسائی اپنے مذہب کے بارے میں بتائیں، ہندو، سکھ مجوسی اپنے مذاہب کے بارے میں بتائیں۔ ان کی خصوصیات کا ذکر کریں اور مسلمان اپنے مذہب کے بارے میں بتائیں تا کہ یہ پتا چل سکے کہ ان میں سے کون سا مذہب ہے جو ہر زمانے اور ہر جگہ کے انسان کے سارے تقاضے اور ساری ضروریات پوری کرسکتا ہے، مادی ضروریات بھی اور روحانی ضروریات بھی، کون سا

مذہب ہے جو عقل اور فطرت کے زیادہ قریب ہے؟ کون سا مذہب ہے جو سارے مذاہب میں سے زیادہ محفوظ ہے؟ اس اعتبار سے ایک علمی گفتگو ہو، الحمدللہ! ہم اس مکالمے کے قائل ہیں کہ ایسا مکالمہ ہونا چاہیے اور مسلمانوں کو ہر وقت اس مکالمے کے لئے تیار رہنا چاہیے تو ایک مفہوم مکالمہ بین المذاہب کا یہ ہے۔

جس مکالمے کے ہم قائل نہیں

دوسرا مکالمہ بین المذاہب کا مفہوم یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہوں اور معاذاللہ! کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر مفاہمت کا ماحول پیدا کریں کہ مسلمان اپنے بعض نظریات سے دست بردار ہو جائیں۔ اور عیسائی، یہودی اور فلاں فلاں اپنے بعض مسلمہ اور مذہبی اصولوں سے دستبردار ہو جائیں تا کہ ان کے درمیان مفاہمت کی کوئی صورت نکالی جا سکے، اس قسم کے مکالمے کے ہم قائل نہیں ہیں۔ اگر مکالمہ اس بنیاد پر ہو کہ مذاہب کو پرکھا جائے، صداقت کی کسوٹی پر، اور صحت کے معیار پر، اور فطرت اور عقل کے اصولوں پر علمی مباحثہ ہو تو اس کے لیے ہم مسلمان تیار ہیں۔ اور الحمدللہ ! ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں۔

اسلام ہر اعتبار سے کامل مذہب ہے

تعصب، ضد اور عناد، عداوت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ الحمدللہ! علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ کوئی ایسا مذہب جو ہر زمانے، اور ہر علاقے کی ساری ضروریات پوری کر سکتا ہے تو وہ مذہب صرف اسلام ہے جو خصوصیات اللہ پاک نے اس میں رکھیں وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں۔

مذہب اسلام کی پہلی خصوصیت

مثال کے طور پر بعض مذاہب ایسے ہیں جن میں دوسروں کو دعوت اور تبلیغ نہیں ہے، صرف اپنی ذات تک اور اپنی قوم اور نسل تک اس مذہب کو محدود رکھا جاتا ہے، شاید آپ جانتے ہوں کہ یہودیت ایک ایسا ہی مذہب ہے جو ایک نسلی مذہب ہے۔ یہودیت میں دعوت اور تبلیغ کا کوئی تصور نہیں۔ کسی دوسرے کو یہودیت میں شامل کرنے کی کوئی کوشش نہیں۔ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے آپ جس مذہب پر ہیں وہ مذہب آپ کے جسمانی، روحانی، معاشی، معاشرتی سارے تقاضے وضروریات پوری کرتا ہے تو ہونا یہ چاہیے کہ آپ اس مذہب کو پوری دنیا میں پھیلائیں یہ غلط سوچ ہے آپ اس مذہب کو صرف اپنی نسل، اپنے خاندان، اپنے علاقے تک محدود رکھیں۔
الحمدللہ اسلام ایک دعوتی اور تبلیغی مذہب ہے جو ہر مسلمان کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اس دین کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ مسلمان امت کی فضیلت کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ یہ دعوت اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، اور مسلمانوں میں سے سب سے بہترین مسلمان وہ ہے جو دین کی دعوت دیتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۳

(سورۃ حم السجدۃ:۳۳)

اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے

نہ حاجی اس سے اچھا، اور نہ نمازی اس سے اچھا، اور نہ سخی اس سے اچھا جو دین کی دعوت دینے والا ہے۔ اس لیے کہ دعوت انبیاء کا کام ہے، یہ نبی کا کام کر رہا ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اسلام کی مذہب میں ایک خصوصیت یہ کہ یہ تبلیغی مذہب ہے۔

مذہب اسلام کی دوسری خصوصیت

دوسری خصوصیت یہ کہ اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے، یہ ایک علاقے تک محدود نہیں، ایک زمانے تک محدود نہیں، یہ ہر کالے اور گورے کا مذہب، ہر مشرقی اور مغربی کا مذہب امریکی اور افریقی کا مذہب بن سکتا ہے۔

مذہب اسلام کی تیسری خصوصیت

اس کی تیسری خصوصیت کہ مسلمانوں کا قبلہ (یہ قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نقل کر رہا ہوں) مسلمانوں کا قبلہ کعبہ اول عالم بھی ہے، اصل عالم بھی ہے۔ وسط عالم بھی ہے، مرکز عالم بھی ہے۔ پوری دنیا میں سب سے پہلے گھر بنا تو وہ کعبہ ہے:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾

سورۃ آل عمران: ۹٦)

زمین میں سے سب سے پہلا ٹکڑا جو پانی میں نمودار ہوا وہ کعبے کی زمین کا ٹکڑا تھا۔ وہ پوری دنیا کا اصل عالم بھی ہے، وسط عالم بھی ہے۔ اور اس کے اندر پوری دنیا کے لیے مرکز ہدایت بننے کی صلاحیت بھی ہے، اس لیے وہ مرکز عالم بھی ہے۔

مذہب اسلام کی چوتھی خصوصیت

ایک چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں کو جو آسمانی کتاب ملی اس کے الفاظ بھی

محفوظ اور معانی بھی محفوظ، دنیا کے کسی بھی مذہب بشمول عیسائیت اور یہودیت کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ ایسی الہامی کتاب موجود نہیں جس کی زبان بھی محفوظ ہو، معانی اور الفاظ بھی محفوظ ہوں، ان میں کوئی تغیر اور تبدل نہ ہوا ہو۔

مذہب اسلام کی پانچویں خصوصیت

ایک پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے سارے احکام فطرت کے مطابق ہیں، فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں، فطرت سے ٹکرانے والے نہیں ہیں۔ بعض ایسے مذاہب ہے جن کے بعض مسائل، بعض احکام فطرت سے ٹکرانے والے ہیں۔ آپ عیسائیت ہی کو دیکھ لیں شادی نہ کرنا، بغیر شادی کے رہنا یہ عیسائیت میں بہت بڑا کمال ہے، چنانچہ ان کے راہب اور راہبات بغیر شادی کے زندگی گزارتے ہیں۔

یہ ایک ایسا عمل ہے جو فطرت سے ٹکراتا ہے۔ شادی کرنا یہ صحیح فطرت کا تقاضا ہے، انسان کے اندر شہوت کا ہونا یہ نقص کی بات نہیں بلکہ شہوت کا نہ ہونا نامرد ہونا یہ نقص کی بات ہے، شہوت کو کچلنا یہ فطرت کا تقاضا نہیں، شہوت کو صحیح رخ دینا یہ فطرت کا تقاضا ہے۔ بہت سے مذاہب ایسے ہیں کہ ان میں ناپاک اور گندہ رہنا کمال کی بات ہے، یہ گندگی یہ نجاست یہ فطرت کے خلاف ہے۔ اور اسلام میں صفائی کی تلقین ہے، بے شمار احکام ہیں، جس میں موازنے کے طور پر بحث ہوسکتی ہے کہ الحمد للہ! ہم ثابت کرسکتے ہیں کہ اسلام کے احکام فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ اور دیگر مذاہب فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے نہیں۔ ان کے احکام فطرت سے ٹکرانے والے ہیں۔

مذہب اسلام کی چھٹی خصوصیت

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو دین اور دنیا کا جامع ہے، اسلام نے رہبانیت کی تلقین نہیں کی کہ تم دنیا کو چھوڑ کر اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر، تجارت کاروبار اور ملازمت کو چھوڑ کر، کسی غار اور کسی جنگل کے گوشے میں پناہ لے لو، اور اللہ اللہ کر کے زندگی گزار دو۔ اسلام نے یہ نہیں کہا اسلام نے یہ کہا کہ تم نے دین کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا ہے اور دنیا کے جائز تقاضوں کو بھی پورا کرنا ہے۔

اسلام کا نظریہ خلافت رحمت ہے

اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو خلافت کا نظریہ دیتا ہے جس نظریے کی بنا پر پوری دنیا کے اہل ایمان متحد ہو سکتے ہیں، اور جس نظریے کی عملی صورت میں آجانے کے بعد پوری دنیا کو امن اور سلامتی اور تحفظ مل سکتا ہے۔ یاد رکھیے! دنیا کو جمہوریت سے امن نہیں ملے گا، اشتراکیت سے امن نہیں ملے گا، اور سرمایہ دارانہ نظام سے امن نہیں نہیں ملے گا، دنیا کو امن ملے گا نظام خلافت کے قائم ہونے سے۔

اس لیے پورے عالم کفر کی کوشش ہے کہ کسی طور پر بھی مسلمانوں کے ہاں خلافت کے نظام کا احیا نہ ہو سکے، وہ ہمیں جمہوری تماشوں میں اور اشتراکیت کی گندگی میں ایک عرصے سے الجھائے ہوئے ہیں، اور الجھائے رکھنا چاہتے ہیں۔ اب تو ایسی صورت بن گئی کہ خود مسلمانوں نے بھی خلافت کا نام لینا چھوڑ دیا کہ اس کی بھی کوئی ضرورت ہے یا یہ بھی ہمارا کوئی نظام ہے۔

آخری بات

عرض کردوں اسلامی مذہب کی خصوصیت کے طور پر جو اس کی سچائی کو ثابت کرتی

ہے، آپ اگر غور کریں آج کے حالات کا اور ماضی کے حالات کا جائزہ لیں تو صدیوں سے اسلام مختلف مذاہب کا تختہ مشق بنا ہوا ہے، اور اس کے باوجود اسلام زندہ ہے ،عیسائیت کو دیکھیں تو وہ اسلام کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں ، یہودیت کو دیکھیں تو وہ اسلام کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں ، ہندو مذہب ، بدھ مذہب ، سکھ مذہب ، سوشلزم یہ کمیونزم ، جتنے بھی یہ عزم اور نظریات اور مذاہب ہیں صرف اسلام کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ صدیاں گزر گئی اسلام کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

مغرب کی حالیہ جنگ صرف اسلام کے خلاف ہے

جھوٹ بولتے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ آج امریکا کی جنگ دہشت گردی کے خلاف ہے۔ اللہ کی قسم! یہ اسلام اور اسلامی تہذیب کے خلاف جنگ ہے ،مسلمانوں کے خلاف جنگ ہے، کسی قسم کی دہشت گردی کے خلاف یہ جنگ نہیں، سب سے بڑے دہشت گرد وہ خود ہیں جو اس جنگ کے شعلے بھڑکائے ہوئے ہیں ، جو اس جنگ کی آگ جلائے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑے دہشت گرد وہ ہیں۔ یہ جنگ اسلام کے خلاف ہے مسلمانوں کے خلاف ہے ، ایک خطرہ محسوس کرتے ہوئے کہ کہیں یہ ابھر نہ جائے۔ یہ اسلام دوسرے مذاہب پر غالب نہ آجائے مغلوب رکھنے کی ایک کوشش کی جارہی ہے۔

بات ہو رہی تھی مکالمہ بین المذاہب کی اہمیت اور ضرورت پر تو میں نے عرض کیا اگر ان کا مطلب مکالمہ بین المذاہب سے یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے نمائندے اور مختلف مذاہب کے علماء کسی مذاکرات کی میز پر بیٹھیں، علمی مباحثے

کی فضا میں کسی مجلس کا انعقاد کریں، اور پھر ہر مذہب کی خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے تو یہ مکالمہ ہونا چاہیے، ایسی افہام اور تفہیم کی فضا ہونی چاہیے۔

دوسرا سوال یہ کیا گیا ہے کہ آج کل جو مغرب کی طرف سے مکالمہ بین المذاہب کا نعرہ بلند کیا جا رہا ہے: تو ان کے اصل مقاصد کیا ہیں واللہ اعلم۔ بظاہر جو نظر آتا ہے کہ اہل مغرب کی طرف سے مکالمہ بین المذاہب کا جو نعرہ بلند کیا جا رہا ہے تو اس کا مقصد افہام و تفہیم کا ماحول پیدا کرنا نہیں، بلکہ مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنا ہے کہ وہ اپنے بعض اصولوں اور نظریات سے دست بردار ہو جائیں، قرآن کے بارے میں، صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں وہ حساس نہ رہیں شرم و حیا کے تقاضے فراموش کر دیں اور کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر مفاہمت کی صورت پیدا کر لیں۔ ہم اس قسم کے مکالمے کو بالکل ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں کہ اگر اس مکالمے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اسلام کی تبلیغ نہ کریں اور سارے مذاہب کو برحق مان لیں تو یہ مکالمہ غلط ہے، یا کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر مسلمان کفار اور مشرکین سے مذہب کے بارے میں مفاہمت کر لیں تو ہم اس سوچ کو غلط کہتے ہیں۔ اور یاد رکھیں کہ یہ سوچ آج کی نہیں بہت پرانی ہے خود ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی مشرکین مکہ نے دعوت دی آیئے ہم مفاہمت کر لیتے ہیں، مصالحت کی صورت نکالتے ہیں۔ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں ہم آپ کے معبود کو برا بھلا نہیں کہتے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہم آپ کے خدا کی عبادت کرتے ہیں، آپ کبھی کبھی ہمارے خداؤں کی عبادت کر لیا کریں یا اتنا نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کے خلاف تو نہ بولیں، لیکن اللہ نے ہمیشہ کے لیے آپ کی زبان سے یہ اعلان کروا دیا:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَۙ۝۱ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَۙ۝۲ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُۚ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡۙ۝۴ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُؕ۝۵ لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ۝۶

(سورۃ الکافرون)

''فرما دیجئے اے کافرو! (قرآن کریم میں یہ واحد مقام ہے جہاں واضح طور پر کافروں کو کافر کہہ کر خطاب کیا گیا دنیا میں: اے کافرو، وگرنہ اس انداز میں خطاب نہیں کیا گیا قرآن کریم میں) ''میں نہیں عبادت کرسکتا۔ ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو، وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ اور نہ تم عبادت کرتے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ نہ میں عبادت کرتا ہوں ان کی جنکی تم عبادت کرتے وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ اور نہ تم عبادت کرسکتے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ دو دفعہ کیا تکرار پایا جاتا ہے، بعض نے کہا یہ تکرار اس لیے تھا کہ آج بھی ایسا نہیں ہو رہا کہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں اور تم میرے معبودوں کی عبادت کرو، اور مستقبل میں بھی ایسا نہیں ہوگا کہ تم میرے معبودوں کی اور میں تمہارے معبودوں کی عبادت کروں۔

ایسا نہیں ہوسکتا تو اس قسم کی مصالحت اور مفاہمت کہ مسلمان معاذ اللہ! اپنے مذہبی اصولوں کو قربان کردیں مفاہمت کے نام پر، اور کفار کے بعض نظریات کو تسلیم کرلیں۔ اس قسم کے مکالمے کی کسی طور پر اجازت نہیں دی جاسکتی، بے شک اس وقت مایوسی کے حالات ہیں، مسلمان مغلوب ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان اسلام کی دعوت اور تبلیغ سے دست بردار ہوجائے، مفاہمت کے نام پر اس

لیے کہ امریکا ناراض ہوجائے گا یا برطانیہ یا دوسری طاقتیں ناراض ہو جائیں گی ۔ مسلمان کو یہ دعوت کا سلسلہ جاری رکھنا ہے اس وقت تک کہ جب تک لوگ پوری دنیا میں اسلام کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوجائیں جو کہ سارے انبیاء کا دین ہے۔

وحدت ادیان اور مکالمہ بین المذاہب میں کیا فرق ہے؟

ایک تیسرا سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ ہے کہ وحدت ادیان اور مکالمہ بین المذاہب میں کیا فرق ہے ، دیکھئے وحدت ادیان کا مطلب تو یہ ہے کہ سارے مذاہب برحق ہیں۔ سارے مذاہب سچے ہیں، مکالمہ بین المذاہب کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں: ایک مفہوم تو صحیح ہے ، اور دوسرا مفہوم غلط ہے ہم اس کو جائز نہیں سمجھتے ۔ جہاں تک وحدت ادیان کے نظریے کا تعلق ہے کہ سارے دین برحق ہیں۔ یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ اپنے اپنے وقت میں ہر دین سچا تھا، یہودیت اپنے زمانے میں، عیسائیت اپنے زمانے میں سچے مذہب تھے اور یہودیت کے زمانے میں یہودی بنے بغیر نجات نہ تھی، اور عیسائیت کے زمانے میں جب تک اس کا زمانہ رہا عیسائی بنے بغیر نجات نہیں تھی۔ اپنے وقت میں یہ مذہب برحق تھے لیکن جب اسلام کا زمانہ آیا تو اب دنیا برحق مذہب صرف اسلام ہے ، اور اسلام قبول کیے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوسکتی۔ مشہور واقعہ ہے کہ۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تورات کے چند اوراق لگ گئے ، اور آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہی میں بیٹھے ان اوراق کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضور کی نظر پڑی اور آپ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو متوجہ کیا گیا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! حضور سخت غصے میں ہیں، اور آپ تورات کے اوراق کا مطالعہ کر رہے ہیں ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پناہ مانگی اللہ کے

غصے سے، اللہ کے نبی کے غصے سے، اور پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

اے عمر! تم تورات کا مطالعہ کر رہے ہو، اگر صاحب تورات موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر نجات نہ ملتی۔ اب نجات منحصر ہے صرف اسلام میں اور صرف قرآن میں اور صرف رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں، اس کے بغیر نجات نہیں ہے، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع میں، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع میں۔

اسلام تمام انبیاء پر ایمان کا نام ہے

الحمد للہ ہم ایمان رکھتے ہیں سارے انبیاء پر ہمیں سبق دیا گیا قرآن کریم میں:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

(سورۃ البقرۃ:۱۳۶)

اے مسلمانوں تم سب کہہ دو ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کلام پر بھی جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب ان کی اولاد، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور سارے نبیوں پر جو کلام نازل کیا گیا ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (سورۃ البقرۃ:۲۸۵)

ہم کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے، مسلمان دنیا کی واحد قوم ہے جو اس دنیا میں آنے والے ہر نبی پر ایمان رکھتی ہے۔

ہم اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان اس اعتبار سے سب سے زیادہ وسیع الظرف قوم ہیں۔ آج تو پروپیگنڈے کے طور پر مسلمانوں کو تنگ دل، تنگ ذہن،

تنگ ظرف ثابت کیا جاتا ہے، حالانکہ بحمد للہ مسلمان وسیع از ظرف، وسیع القلب ہیں، وسیع الذہن ہیں۔ تنگی دوسروں کے ہاں ہے کہ جو اپنے نبی کو مانتے ہیں، اور دوسرے انبیاء کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

ایک یہودی موسیٰ علیہ السلام کو مان کر اور دوسرے سارے نبیوں کا انکار کر کے یہودی ہوسکتا ہے، اور ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مان کر اور دوسرے سارے نبیوں کا انکار کر کے عیسائی ہوسکتا ہے، لیکن ایک مسلمان صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو مان کر اور دوسرے صرف ایک نبی کا انکار اگر کردے تو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا ایسے نہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے ہر ایک کا انکار کریں، بلکہ ہمارا عقیدہ یہ کہ جو مسلمان کسی ایک نبی کی نبوت کا بھی انکار کردے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

تو ایمان رکھنا دوسری بات ہے ہم ایمان رکھتے ہیں تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں، تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتابیں ہیں، لیکن اتباع صرف قرآن کی کرتے ہیں، اتباع صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کرتے ہیں۔

دینِ اسلام تمام سابقہ شرائع کا جامع ہے

اور اگر آپ تقابلی مطالعہ کریں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جو سچائیاں جو آسمانی تعلیمات، اصولی تعلیمات پچھلی ساری کتابوں میں تھیں اللہ نے وہ ساری تعلیمات، ساری سچائیاں قرآن میں جمع کردیں، اور جتنی اچھی باتیں ساری شریعتوں میں تھیں اللہ پاک نے وہ ساری اچھی باتیں شریعت اسلام میں جمع کردیں، اور جتنے اعلیٰ اخلاق سارے انبیاء میں تھے اللہ نے وہ سارے کے سارے اخلاق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں جمع کردیئے ہیں، قرآن ساری کتابوں کی جامع کتاب، اسلام

سارے شریعتوں کی جامع شریعت اور حضور اکرم ﷺ سارے انبیاء کے علوم ومعارف کے جامع نبی ہیں۔

اسی لیے تو آپ نے فرمایا: مجھے اولین کا بھی علم عطا کیا گیا اور آخرین کا علم بھی عطا کیا گیا، یوں کہہ سکتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع حقیقت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی اتباع ہے، اور قرآن کی اتباع حقیقت میں ساری کتابوں کی اتباع ہے۔

اس لیے کہ سب کچھ اس میں آ گیا تو وحدت ادیان کا مطلب کوئی یہ لے کہ سارے دین سچے، جس دین پر بھی چلے نجات ہو جائے گی تو یہ مطلب بالکل غلط۔ بعض ہمارے سیدھے سادھے لوگ کہہ دیتے ہیں جو جہاں لگا ہوا ہے وہ ٹھیک ہے، جو بت پرستی میں ہے ٹھیک ہے، جو تین خداؤں کو مانتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے، جو لاکھ خداؤں کو مانتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ ایسا نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا، اور ہمیں یہ حکم نہ دیا جاتا کہ تم دنیا کے کونے کونے تک اسلام کے پیغام کو پھیلاؤ۔ تو سارے دینوں میں نجات نہیں ایک دین میں نجات ہے اور وہ صرف دین اسلام کے ماننے اور اسی کی اتباع میں ہے۔

چوتھا سوال اور اس کا جواب

اور چوتھا اور آخری سوال وہ یہ کہ کیا کوئی ایسا دین ایجاد کیا جا سکتا ہے جس پر اقوام عالم کا اتفاق ہو جائے؟ جب سوالیہ انداز میں بات کی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ لازماً اس کا جواب اثبات ہی میں دیا جائے گا کہ اگر سوال یہ کیا گیا ہے کہ کیا کوئی ایسا دین ایجاد ہو سکتا ہے؟ تو واقعی میں جواب یہ دوں گا کہ ہاں! ایسا دین ایجاد ہو سکتا ہے۔ یہ سوال صرف ذہنوں کو متوجہ کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ آج یہ سوچ

پائی جارہی ہے کہ کوئی ایسا دین ایجاد کیا جائے جس پر ساری دنیا متفق ہوجائے۔ اور یہ سوال کون لوگ اٹھا رہے ہیں جن کے پاس خود کوئی دین نہیں ہے خود دین سے محروم ہو چکے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جو الہامی و آسمانی تعلیمات ہیں، وہ پوری طرح نہ یہودیوں کے پاس محفوظ ہیں، نہ عیسائیوں کے پاس محفوظ ہیں، نہ تورات میں محفوظ ہیں، نہ انجیل میں محفوظ ہیں۔ جو آسمانی اور الہامی تعلیمات ہیں وہ صرف اور صرف مسلمانوں کے پاس ہیں اور قرآن کے اندر ہیں اگر کبھی ایسا ہوا کہ اقوام عالم نے مسلسل ٹھوکریں کھانے کے بعد یہ فیصلہ کرلیا کہ دنیا کو عزم اور دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی انسانوں کا خود ساختہ دستور ہمارے سارے مسائل حل نہیں کرسکتا، اور ہمیں کسی آسمانی مذہب کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس کو تسلیم کرلینا چاہیے اور انہوں نے کسی آسمانی مذہب کو تلاش کیا تو اللہ کی قسم! آسمانی تعلیمات، الہامی تعلیمات اقوام عالم کو صرف مسلمان پیش کرسکیں گے، قرآن کی صورت میں، اور کوئی قوم اقوام عالم کے لئے الہامی تعلیمات محفوظ انداز میں پیش نہیں کرسکیں گی۔

اور یہ بات یقینی ہے کہ اقوام عالم کو ایسے مذہب کی تلاش ہوگی اور یہ ایسے مذہب کو تسلیم کریں گے ایک حدیث میں میرے اور آپ کے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا ہوکر رہے گا کہ دین ہر کچے اور پکے گھر میں داخل ہوگا، ہر شہر اور گاؤں میں داخل ہوگا۔ فرمایا: کوئی اس کو مانے گا خوشی سے، اور کوئی مانے گا مجبوری سے۔ علماء کہتے ہیں کہ مجبوری سے ماننے کا کیا مطلب ہے؟ کیا بعض لوگ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کریں گے؟ تو مجبوری سے ماننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض لوگ تلوار کے ڈر سے اسلام میں داخل ہوں گے، مجبوری سے ماننے کا مطلب یہ

ہے کہ ہر طرف ٹھوکریں کھانے کے بعد اسلام کے سائے میں پناہ لینے پر انسان مجبور ہو جائے گا، ذلیل و خوار ہوگا، کہیں سے بھی اس کے مسائل حل نہیں ہوں گے، کہیں سے اس کو قلبی سکون نہیں ملے گا، تحفظ نہیں ملے گا، اسلام کے سائے میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جن لوگوں کے پاس کوئی مذہب نہیں ہے وہ یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ کوئی ایسا دین ایجاد کرنا چاہیے کہ جس پر اقوام عالم کا اتفاق ہو جائے۔ مگر یاد رکھیے! دین ایجاد نہیں کیا جاتا ہے دین نازل ہوتا ہے دین اللہ کا نازل کردہ نظام ہے۔ لہٰذا انسان ایسا کوئی دین ایجاد نہیں کر سکتے، اللہ نے ایسا دین نازل کر دیا کر لیا سوا چودہ سو سال پہلے۔ اور وہ آج بھی دین تر و تازہ ہے، وہ قدامت کا شکار نہیں ہوا جیسے سورج چاند ستارے آسمان زمین پرانے نہیں ہو سکتے، یہ دین اسلام بھی پرانا نہیں ہوا۔ کسی دوسرے دین کی نہ ایجاد کرنے کی ضرورت اور نہ انسان ایجاد کر سکتا ہے، دیکھئے انسان کی نظر محدود، عقل محدود، تجربہ محدود، مشاہدہ محدود، زندگی محدود، انسان اپنی کمزوریوں کے ہاتھوں مجبور، انسان خواہشات کے ہاتھوں مجبور انسان اپنی مختلف چیزوں سے متاثر ہوتا ہے، حالات سے متاثر ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان ایسا دین ایجاد نہیں کر سکتا جو سارے انسانوں اور سارے زمانوں کی ضروریات پوری کر سکے۔ اور میرے اللہ کا علم بھی کامل، اس کی بصر بھی کامل، اس کی خبر بھی کامل، اس کے تجربات بھی کامل، اس کے مشاہدے بھی کامل، اور وہ کسی کمزوری سے متاثر بھی نہیں ہوتا لہٰذا صرف اللہ ہی ایسا دین نازل کر سکتا ہے جو سارے انسانوں کے لیے کافی ہو اور سارے زمانوں کے لیے کافی ہو۔ اور یہ بھی سن لیں! یہ سوچ آج پیدا نہیں ہوئی، بہت پہلے پیدا ہوئی۔ اور اللہ معاف

فرمائے وہ بگڑا ہوا مسلمان پٹڑی سے اتر گیا جلال الدین اکبر جو 950ء میں پیدا ہوا اور اس کے ذہن میں یہ بات بٹھائی گئی کہ دین اسلام جو تھا وہ پہلے ایک ہزار سال کے لیے تھا اور دوسرے ہزار سال کے لیے ایک نئے دین کی ضرورت ہے۔

دینِ اکبری کی حقیقت

چنانچہ جلال الدین اکبر نے دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین ایجاد کیا۔ اور اس کا خیال یہ تھا کہ میں ایسا دین ایجاد کر رہا ہوں جو مسلمانوں کے لیے بھی قابل قبول سکھوں کے لیے بھی، ہندوؤں کے لیے بھی، عیسائیوں کے لیے بھی۔ اور ظالم نے جو زیادہ زیادتی کی وہ مسلمانوں کے ساتھ کی، خود تو سورج کی عبادت کرتا تھا۔ سورج کے نام کا وظیفہ پڑھتا تھا، سورج کا ذکر آتا تو جل قدرہ کہتا تھا، خنزیر، کتے کو حلال کر دیا، بھیڑ، دنبے، گائے، اونٹ کو حرام کر دیا۔ اسلامی نام رکھنے کی ممانعت رکھ دی، عورتوں پر پابندی لگا دی کہ باہر نکلے تو پردہ ہٹا کر نکلیں۔ کوشش کر رہا تھا کہ ایسا دین ایجاد کروں جس پر سب متفق ہو جائیں اور اس کو کچھ درباری پیٹ پرست مولوی بھی مل گئے جنہوں نے پتا نہیں کہاں کہاں سے حوالے تلاش کر کے دے دیے کہ حضور کے دین کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی، اب نئے ہزار سال کے لیے ایک نئے دین کی ضرورت ہے۔ اور اس وقت کے حالات جب لوگوں نے تاریخ میں جمع کیے ہیں، وہ بتاتے ہیں کہ لگتا یہ تھا کہ ظلمت کدہ ہند سے اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لیے بجھ جائے گا، اور اب کبھی مسلمان یہاں سر نہیں اٹھا سکیں گے، اسلام ختم ہو جائے گا، لیکن اللہ نے اپنے چند بندوں کو کھڑا کر دیا جن میں سر فہرست حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اس فتنے کے سامنے پہاڑ کی طرح کھڑے ہو گئے، اور انہوں نے بند باندھ دیا، اور

جلال الدین اکبر کے اپنے وزراء ہی اس کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔ اور ایسا تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتا رہا کہ جب لگا کہ آج مسلمانوں اور اسلام کا چراغ بجھ رہا ہے تو اللہ پاک نے کسی شخصیت کو کھڑا کر دیا جس نے اسلام اور مسلمانوں کو دوبارہ عروج کی طرف مائل بہ سفر کر دیا۔

اللہ سے ہم دعا کرتے ہیں اللہ آج بھی کوئی ایسی شخصیت پیدا فرما دے۔

اللہ پاک مجھے اور آپ کو اور آنے والی نسلوں کو ایمان پر زندہ رکھے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔

"وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمين"

مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا

نشست اول

ازافادات

داعیٔ قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نشست اوّل

- ۞......مسلمانوں کو عروج کیسے حاصل ہوا؟
- ۞......مسلمانوں کے تنزل کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟
- ۞......فتنۂ تاتار نے عالم اسلام پر کیا اثرات ڈالے؟
- ۞......مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب کے عروج سے دنیا کس خسارے سے دوچار ہوئی؟
- ۞......دجالی تہذیب کے ترکیبی عناصر کیا ہیں؟
- ۞......ارباب کلیسا نے اہل علم پر کیا کیا مظالم ڈھائے؟
- ۞......امت مسلمہ کے زوال کو عروج میں کیسے تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَهٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۹﴾

(آل عمران: ۱۳۹)

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا ۖ وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾

(آل عمران: ۱۰۳)

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

قابلِ احترام خواتین وحضرات!

جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہمارے آج کے ماہانہ درسِ قرآن

وحدیث کا موضوع ہے ''مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا'' اس موضوع کے ضمن میں جو پہلا سوال اٹھایا گیا ہے وہ یہ کہ مسلمانوں کو عروج کیسے حاصل ہوا؟ اگر اس سوال کا جواب ایک جملے میں دینا ہے تو وہ جواب یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو دنیا میں عروج حاصل ہوا ایمان سے اور ایمانی صفات سے اور یہ سوچ صرف میری نہیں، قرون اولیٰ کے جو مسلمان تھے بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کی بھی یہی سوچ تھی کہ ہمیں دنیا میں عزت، عروج اور اقتدار جو ملا تو وہ ایمان اور ایمانی صفات کی بنیاد پر ملا، ورنہ عرب سرور دو عالم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا میں سب سے زیادہ اجڈ، گنوار، جاہل، قاتل، ڈاکو اور لٹیرے سمجھے جاتے تھے مگر اللہ پاک نے ایمان کی برکت سے ان کے حالات بدل دیے۔

مسلمانوں کے عروج وزوال سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تاریخی جملہ

سولہ ہجری میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے فلسطین تک جا پہنچے اور انہوں نے فلسطین کا محاصرہ کرلیا، عیسائی افواج اور شہری قلعہ بند ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کو صلح کی پیش کش کی اور اس صلح کی پیش کش میں یہ شرط لگائی کہ ہم بغیر جنگ کیے فلسطین تمہارے حوالے کردیتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ تمہارے امیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خود یہاں تشریف لائیں جب سیدنا عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ کو عیسائیوں کی اس شرط کا علم ہوا تو وہ اپنی بے پناہ مصروفیات اور طویل مسافت کے باوجود فوراً فلسطین کے سفر کے لیے تیار ہو گئے اس لیے کہ جہاد کا مقصد محض خون ریزی اور قتل وقتال نہیں ہے، جہاد کا مقصد تو فتنے کا ختم کرنا، اللہ کے کلمہ اور اللہ کے حکم کو سر بلند کرنا، دنیا کو عدل وانصاف فراہم کرنا یہ جہاد کا مقصد ہے اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ جب خون بہائے بغیر بیت المقدس ہمارے قبضے میں آرہا ہے تو خواہ مخواہ لڑنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اس زمانے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے شام تک کا سفر اونٹ پر کیا اور بعض روایات کے مطابق آپ کا چونکہ غلام بھی ساتھ تھا کبھی آپ سوار ہو جاتے اور غلام پیدل چلتا اور کبھی آپ پیدل چلتے تو غلام سوار ہو جاتا جب شام پہنچے تو امیر لشکر اسلام ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ حضرت! آپ اپنا لباس بدل لیجئے اس لیے کہ آپ کے کرتے میں پیوند لگے ہوئے ہیں اور یہاں بڑے متمدن اور مال دار لوگ ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پیوند زدہ لباس کو دیکھ کر وہ آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھیں اس موقع پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا جس میں آپ کہہ لیں کہ مسلمانوں کے عروج وزوال کی ساری داستان کا راز پوشیدہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے تو یہ فرمایا کہ اے ابوعبیدہ! کاش یہ بات تمہارے علاوہ کوئی دوسرا کہتا، تم نے یہ بات کیوں کہی؟ تم تو بہت بڑے آدمی ہو، حضور کی صحبت اٹھائے ہوئے، تزکیہ

کیے ہوئے اور حضور کی زبان سے اتنا بڑا لقب حاصل کیے ہوئے کہ جس لقب پر صدیوں فخر کیا جائے تو کم ہوتا کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک موقع پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِين

ہر امت میں کوئی خاص قسم کا امین ہوتا ہے، ممتاز قسم کا امین

وَأَمِينُ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاح

اور میری امت کا وہ ممتاز اور نمایاں امین شخص ابوعبیدہ بن جراح ہے۔تو اتنا بڑا لقب حضور ﷺ نے دیا

أَمِينُ هٰذِهِ الأُمَّةِ

اس امت کا امین۔

تو آپ جیسا حضور ﷺ کا صحبت یافتہ، مزکیٰ انسان، لقب یافتہ انسان وہ مجھے یہ سمجھا رہا ہے کہ لباس بدل لو تا کہ کفار تمہیں حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے ماضی کو یاد کرنا

پھر فرمایا

إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ

ہم جو عرب ہیں دنیا کی سب سے ذلیل قوم سمجھے جاتے تھے یہ جو آپ سنتے ہیں نا! کہ قیصر و کسریٰ اور دوسرے بادشاہوں کی طرف آپ

ﷺ نے خطوط بھیجے اور ان میں سے بعض نے بڑی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ ان خطوط کو پھاڑ دیا یا سفیر کے ساتھ بات کرنا ہی نامناسب سمجھا۔ تو یہ جان لیں! کہ ان کا یہ رویہ اس بنا پر نہیں تھا کہ یہ پیغمبر اسلام کے خطوط ہیں ان کا یہ رویہ اس بنا پر تھا کہ یہ ہمارے جیسے ترقی یافتہ اور دولت مند بادشاہوں کے ساتھ بات کر سکے نہ صرف بات کر سکے بلکہ ہمیں یہ حکم دے رہے ہیں کہ تم مسلمان ہو کر ہمارے حضور پیش ہو جاؤ ان کو جرأت کیسے ہوئی، اس لیے کہ یہ لوگ عربوں سے گفتگو کرنا اپنی توہین سمجھتے تھے ان کو اتنا گرا ہوا جانتے تھے۔ ان کا یہ رویہ محض اسلام کی بنیاد پر نہیں تھا اور حضور کی دعوت اسلام کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ ان کے رویے میں جو اصل چیز پوشیدہ تھی وہ عربوں سے نفرت، انتہا درجے کی نفرت کہ عربوں کو گری ہوئی قوم سمجھتے تھے تو اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس چیز کا اقرار کیا

اِنَّا كُنَّا اَذَلَّ قَوْمٍ

ہم دنیا کی سب سے ذلیل قوم تھے، کون سا جرم ہے جو ہمارے اندر نہیں تھا۔

مسلمانوں کی عزت کی وجہ اسلام ہے

فَاَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ

اللہ نے ہمیں جو عروج دیا ہمیں جو عزت دی وہ اسلام کی بنیاد پر دی ہے۔ ہمیں عزت عرب ہونے کی وجہ سے نہیں دی، ہمیں عزت پٹرول

کے ذخائر دریافت ہونے کی وجہ سے نہیں ملی، ہمیں عزت سونے چاندی کی کانوں کی وجہ سے نہیں ملی ہمیں عزت ٹیکنالوجی کی وجہ سے نہیں ملی بلکہ ہمیں جو عزت ملی ہے وہ اسلام کی بنیاد پر ملی ہے۔

غیر اللہ سے عزت کا سوال، ذلّت کا باعث ہے

فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّةَ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللهُ أَذَلَّنَا اللهُ

اے ابوعبیدہ! اب اگر ہم نے اسلام کو چھوڑ کر دوسری چیزوں میں عزت کو تلاش کرنا شروع کر دیا، عروج کو تلاش کرنا شروع کر دیا تو اللہ ہمیں دوبارہ ذلیل کر دے گا۔ اگر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس جملے کی گہرائی میں جائیں تو جو آج کا موضوع ہے اس کے سارے سوالوں کا جواب اس ایک جملے میں پوشیدہ ہے۔ یہ جو بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کے الفاظ کم ہوتے ہیں معانی بے پناہ اور ہمارے جیسے کم علموں، بے عملوں اور جاہلوں کے الفاظ بہت زیادہ، تقریریں بڑی لمبی، مغز بہت مختصر سا، بہت تھوڑا سا۔ تو فرمایا کہ ہم ذلیل تھے اللہ اکبر۔ اللہ نے ہمیں عزت دے دی اسلام کی بنیاد پر یہ جملہ آپ کو سناتے ہوئے میرے دل میں یہ خیال آرہا ہے پتا نہیں آپ کے کیا جذبات ہیں میں اپنی انفرادی زندگی کے اعتبار سے بھی سوچتا ہوں تو یہ جملہ میرے اوپر پورا پورا صادق آتا ہے کہ میں تو بڑا ذلیل تھا میرا خاندان بڑا کمزور تھا اللہ پاک نے عزت دی تو صرف اسلام کی بنیاد پر، صرف قرآن کی بنیاد پر، صرف ایمان کی بنیاد پر اور یہ حقیقت ہے میں آپ کے سامنے عرض

کر رہا ہوں بعض اوقات میں اپنے بچوں سے بھی کہتا رہتا ہوں کہ ہمیں عزت خاندان کی وجہ سے نہیں ملی، فیکٹری، کارخانے کی وجہ سے نہیں ملی، کسی جماعت کی وجہ سے، سیاست کی وجہ سے، اقتدار کی وجہ سے نہیں ملی، صرف ایمان کی بنیاد پر، صرف قرآن سے نسبت کی بنیاد پر۔ اگر ہم نے اس نسبت کو حقیر جانا معاذ اللہ! یا اس نسبت کو ختم کر دیا تو ہم دوبارہ ذلیل ہو جائیں گے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ ہم ذلیل تھے عروج ملا، عزت ملی، اقتدار ملا، دبدبہ ملا، رعب ملا، غلبہ ملا، فتوحات ملیں، وسعت ملی اسلام کی بنیاد پر۔ اگر ہم نے اس بنیاد کو چھوڑ کر دوسری چیزوں میں عزت کو تلاش کیا تو اللہ ہمیں دوبارہ ذلیل کر دے گا۔

دورِ حاضر میں عزت کا سبب کیا ہے؟

اب دیکھیے ویسے ہی ہو رہا ہے آج کے عالم اسلام کے شہزادے عالم اسلام کے صدر، رؤساء، وزراء، حکام، امراء، بے وقوف یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں عزت جو ملی ہے یہ اس لیے کہ پٹرول نکل آیا اس لیے عزت ملی ہے دنیا ہمارے آگے پیچھے پھرتی ہے۔ کوئی سمجھتا ہے عزت ملی ہے تو چاندی کی کانوں کی بنیاد پر ملی ہے اور کوئی یہ سوچتا ہے کہ امریکا کو کیوں عزت ملی؟ برطانیہ کو کیوں عزت ملی؟ تو مادی اسباب پر نظر جاتی ہے ٹیکنالوجی کی وجہ سے ملی ہے، ایٹم بم کی وجہ سے ملی ہے ہم بھی اگر یہ چیزیں حاصل کر لیں تو ہمیں بھی عزت مل جائے گی۔ چنانچہ دوڑ لگی ہوئی ہے مسلمان کوشش کر رہے ہیں ہم بھی

کسی طریقے سے یہ چیزیں حاصل کریں تو ہم بھی معزز ہوجائیں گے لیکن نہیں! ہماری سوچ غلط ہے اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سوچ صحیح ہے مسلمانوں کو عزت اسلام کی بنیاد پر ملی، ہوسکتا ہے دوسری قوموں کو دنیاوی عزت دوسری چیزوں کی بنیاد پر ملتی ہو، لیکن مسلمانوں کو ایمان اور اسلام کی بنیاد پر عروج ملا۔

اصل اسلام کیا ہے؟

اور یہاں میں یہ عرض کردوں کہ ایمان صرف زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسلام صرف ظاہری چند اعمال روح کے بغیر ادا کر لینے کا نام نہیں ہے ایمان تو یقین کا نام ہے ایسا یقین جو دل میں اتر جائے۔

حضور اقدس ﷺ اللہ سے دعا کیا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا مِّنَ الْمَعِیْشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ

اے اللہ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہوجائے، جو میرے دل میں اتر جائے، جو میرے خون میں رچ بس جائے ایسا ایمان مانگتا ہوں اور ایسا سچا یقین مانگتا ہوں کہ مجھے یقین آجائے کہ مجھے مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اس کے جو تو نے میرے مقدر میں لکھ دی ہے اور مجھے صرف وہی معیشت، اتنا ہی رزق مل سکتا ہے جو تو نے میرے لیے مقدر فرما دیا اس کے سوا کچھ نہیں۔ یقین آجائے اور ایمان آجائے

میرے دل میں تو ایمان حقیقت میں یقین کا نام ہے، یقین دل میں اتر جائے۔

منافقین کا ظاہری ایمان حقیقی ایمان نہیں

منافق کہتے تھے ہم ایمان لائے اللہ نے قرآن میں ذکر کیا سورۂ حجرات

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ

ہم ایمان لائے، کلمہ پڑھتے تھے اللہ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا۔ قُلْ: آپ ان سے کہہ دیں

لَمْ تُؤْمِنُوْا

تم ایمان نہیں لائے ہو اس لیے کہ تمہارے دل میں ایمان نہیں اترا تم سمجھ رہے ہو کہ ایمان ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کے الفاظ زبان سے دوہرا لینے کا، لیکن ایمان تو وہ ہے جو دل میں اتر جائے جو یقین بن کر دل میں اتر جائے اور یقین تو تمہارے دل میں ہے نہیں، لہٰذا تمہیں یہ حق نہیں کہ تم یہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے جب تک کہ دل میں یقین پیدا نہ ہو۔ اصل میں ایمان، یقین کا نام ہے یقین نہیں ہے تو ایمان نہیں اور جب یقین پیدا ہوتا ہے تو بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوتے ہیں۔

یقین علامہ اقبال کی نظر میں

اقبالؒ اللہ مغفرت فرمائے عجیب شاعر تھے میرا تو مطالعہ بڑا

ناقص اور ادھورا سا ہے لیکن میرے علم کے مطابق امت مسلمہ پر کڑھنے والا۔ قرآن کی ترجمانی کرنے والا، شاعری کے ذریعے امت مسلمہ کو بیدار کرنے کی کوشش کرنے والا اقبال سے بڑا شاعر نہیں گزرا اگرچہ اس کی ہر بات سے ہمیں اتفاق نہیں اختلاف بھی ہوسکتا ہے لیکن بہر حال اس کے اندر یہ جو کڑھن اور بیداری تھی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور میں ہی اس کا معترف نہیں ہوں ایک عالَم معترف ہے اور بڑے بڑے علماء نے اس کا اقرار کیا حتی کہ سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا اس صدی کا عظیم انسان، وہ بھی اقبال کا مداح ہے تو یقین کے حوالے سے اقبال کہتے ہیں

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا!
تو کرلیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا!

جب اس خاکی انگارے میں یقین پیدا ہوتا ہے تو جو روح الامین میں بال و پر ہے وہ اس کے اندر پیدا ہوجاتے ہیں۔

غلامی میں نہ آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں

اقبال کہتے ہیں ع

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

غلامی میں شمشیریں اور تدبیریں کسی کام نہیں آتیں بڑا عجیب شعر ہے یہ جو لوگ کہتے ہیں نا! ٹیکنالوجی حاصل کرلو جدید اسلحہ حاصل کرلو بس

تم بھی ایک غالب اور ترقی یافتہ قوم بن جاؤ گے۔ غلط کہتے ہیں اقبال کہہ رہے ہیں غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں، جب ہیں ہی غلام، سوچ غلامی والی، سیاست غلامی والی، معاشرت غلامی والی تو شمشیروں سے کیا ہوگا اور ایٹم بم سے کیا ہوگا۔ آج ہم نے ایٹم بم بنا رکھا ہے لیکن کون ڈرتا ہے ہم سے کیا عزت ہے ہماری اللہ معاف فرمائے۔

ایک کالم نگار نے ایک مرتبہ لکھا تھا اس کی بات نقل کر رہا ہوں ناراض نہ ہوجانا ایٹم بم کے حوالے سے طنزیہ انداز میں بڑا عجیب کالم لکھا ہے۔ تو اس نے کہا کہ ایک طوائف اپنے کسی آشنا سے ملنے کے لیے گئی تو دیکھا کہ اس کی جیب میں خنجر ہے طوائف اور جیب میں خنجر تو اس آشنا نے پوچھا یہ کیوں رکھا ہے تو اس نے کہا اپنے ناموس کی حفاظت کے لیے رکھا ہوا ہے۔ تو بھائی! ایسے خنجر کا کیا کام جب سوچ ہی غلامانہ ہو، محکومانہ ہو تو یہ ایٹم بم یا شمشیریں یا ٹیکنالوجی یا اسلحہ کام نہیں آئے گا۔

یقین ہی سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے

اور اقبال ہی کہتا ہے

یقین افراد کا سرمایہ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرے تقدیر ملت ہے

افراد کا جو یقین ہے یہ ملت کی تعمیر کا سرمایہ ہے اور یہی وہ قوت ہے جو ملت کی تقدیر کی صورت بنانے والا ہے۔ یقین کس چیز کا آجائے؟ اللہ

کا یقین، اللہ کی صفات کا یقین، اللہ کا یقین تو ہے اللہ ہے لیکن اصل یہ ہے اللہ کی صفات کا یقین آجائے مجھے یقین آجائے اللہ کے رحمن ہونے کا، اللہ کے رحیم ہونے کا، اللہ کے کریم ہونے کا، اللہ کے رزّاق ہونے کا، رزق دینے والا وہ ہے یہ یقین آجائے کہ اُس کے سوا کوئی بھی مجھے رزق نہیں دے سکتا، وہ کھلانا چاہے تو کوئی بھوکا نہیں رکھ سکتا اور وہ بھوکا رکھنا چاہے تو کوئی کھلا نہیں سکتا، رزاق وہ ہے افراد کا رزاق بھی وہ ہے اور جماعتوں، قوموں اور ملکوں کا رزاق بھی وہی ہے کوئی ظاہری طاقت رزّاق نہیں ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں اشاروں کو سمجھتے جائیں آج مسلمان کے دل سے یہ نکل گیا کہ رزّاق کون ہے؟ رزق دینے والا کون ہے؟ رزق دینے والا، دجالی اور مادی حکومتوں، سلطنتوں اور معاشروں اور قوموں کو سمجھا جا رہا ہے، نہیں! رزاق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ ہر بات سنتا ہے، ہر چیز دیکھتا ہے، ہر چیز سے باخبر ہے، ہر جگہ حاضر ہے ہر جگہ موجود ہے۔ یہ اللہ کا یقین کتاب اللہ کی سچائی کا یقین، رسول اللہ ﷺ کی سچائی کا یقین، نظریے کی صحت کا یقین، یہی نظریہ صحیح ہے میں صحیح نظریے پر ہوں اس کی سچائی کا یقین، کفر کی ناکامیت کا یقین، صداقت و دیانت میں کامیابی کا یقین، دنیا فانی ہے، عارضی ہے اس کا یقین، دوسری زندگی کے حقیقی ہونے کا یقین، اسباب کچھ نہیں ہیں جب تک کہ مسبب الاسباب ان میں اثر پیدا نہ کرے اس کا یقین تو جب یہ یقین پیدا ہو جائے تو پھر عبادت میں مزا آتا ہے، پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں لطف آتا ہے، بھوکا رہنے میں بھی مزا آتا ہے، غریبی اور فقیری میں بھی مزا آتا ہے،

گناہوں سے بچنے میں مزا آتا ہے لیکن اس کے برعکس جب یہ یقین نہ ہو شکوک وشبہات اور وساوس ہی وساوس، تو عبادت میں لذت نہیں رہتی دعا میں اثر نہیں رہتا اور ذکر میں نور نہیں رہتا۔ اقبال ہی نے کہا ہے

محبت کا جنون باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خون باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشان سجدہ بے ذوق کہ جذبے جنوں باقی نہیں ہے

جب اندر کا جذبہ نہیں، یقین نہیں تو پھر نماز میں بھی مزا نہیں ہے، سجدہ بھی بے ذوق ہے، بے کیف ہے، عبادت اور دعا میں بھی لطف نہیں۔

سورۂ ناس کے سب سے آخری سورت ہونے کی حکمت

اللہ پاک نے جو قرآن کریم میں آخری سورت رکھی ہے سورہ ناس۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں تو ایک بڑی حکمت اس میں یہ بھی ہے کہ آخری دور کا ویسے تو ہر دور کا لیکن آخری دور کا خاص طور پر سب سے بڑا فتنہ وساوس کا فتنہ ہے، شکوک وشبہات کا فتنہ، یقین نہ رہے شکوک وشبہات پیدا ہوجائیں، ابتدا ہوتی ہے وساوس سے، اور آج کے دور کا بھی سب سے بڑا فتنہ وساوس کی یلغار ہے تو اللہ پاک نے اس فتنے سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳

تین صفات ذکر کیں اور ایک فتنے سے پناہ مانگنے کا حکم

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۥ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

ان لوگوں کے وسوسے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں یہ جنات بھی ہیں اور انسان بھی ہیں۔ تو ابتداء وساوس سے ہوتی ہے پھر شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں یقین ختم ہو جاتا ہے۔

اچھے خاصے لوگ وساوس کا شکار ہیں

کتنے ہی دوست ہیں اچھے خاصے نمازی سوچ بھی نہیں سکتا انسان کہ ان کے دل میں بھی ایسے ایسے شکوک وشبہات ہوں گے، برملا اعتراف کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ہم مجمع کے سامنے جاتے ہیں، مجمع کے سامنے بات کرتے ہیں۔ حسن ظن کی بناء پر بعض لوگ اپنے ذاتی احوال بھی بیان کرتے ہیں حیرت ہوتی ہے سالوں کا نمازی ہے وہ کہہ رہا ہے مولوی صاحب! اللہ کے بارے میں وسوسے آتے ہیں، حضور کے بارے میں وسوسے آتے ہیں، حضور کی ازواج مطہرات کے بارے میں وسوسے آتے ہیں، آخرت کے بارے میں وسوسے آتے ہیں، شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، یہ الگ موضوع ہے اس کو چھیڑنا نہیں چاہ رہا لیکن

ایمان کی جڑ یقین ہے

عرض کر رہا تھا کہ ایمان نام ہے یقین کا اور جب یقین ہو تو پھر عبادت میں، اطاعت میں، ہر چیز میں مزے اور جب شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں تو عبادت کا لطف بھی جاتا رہتا ہے خشوع وخضوع بھی جاتا رہتا ہے اور سجدوں کا ذوق بھی جاتا رہتا ہے اور ذکر ودعا کی لذت بھی جاتی رہتی ہے

جن لوگوں کے دل میں یقین پیدا ہو گیا حضور اکرم ﷺ کی محبت سے، تربیت سے، تزکیہ سے، محنت سے وہ دنیا کو اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو اور وسائل کو کچھ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ قیصر و کسریٰ کو، سیم وزر کے انبار کو کچھ حیثیت نہیں دیتے تھے۔

حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ کا حیرت ناک واقعہ

حضور اکرم ﷺ کے صحبت یافتہ ایک صحابی حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ کا بڑا مشہور واقعہ ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو رستم کے پاس بھیجا۔ آپ یہ سمجھیں کہ جیسے آج کہا جائے کہ ایک عام کارندے کو اوباما کے پاس بھیج دیا جائے آپ رستم کے پاس پہنچے تو رستم نے انتہائی قیمتی لباس پہنا ہوا اور ہیرے جواہرات سے مرصع تاج سر پر رکھا ہوا اور سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا اور حضرت ربیع بن عامر چھوٹی سی تلوار وہ بھی کپڑوں کی کتروں میں لپٹی ہوئی اور پیوند لگا ہوا سادھا سا لباس اور گھوڑا لے کر سیدھے اندر ہی داخل ہو گئے، کوئی یہ نہ سوچے کہ ایسا رویہ کیوں اختیار کیا میرا دل کہہ رہا ہے وہ بھی جانتے تھے کہ آداب کیا ہوتے ہیں لیکن ان مغرور بادشاہوں کو ان کی حیثیت دکھانا چاہتے تھے اور محمد ﷺ کی غلامی کی شان جتلانا چاہتے تھے "ﷺ" کہ حضور کے غلام کیسے ہوتے ہیں اور ان کی نظر میں تمہاری حیثیت کیا ہے یہ جتلانا چاہتے تھے ورنہ عموماً انسانی جو اخلاق ہیں ان کا بھی تقاضا تھا کہ شاہی دربار کے وہ آداب جو شریعت سے نہیں ٹکراتے ہوں ان کا لحاظ

کرتے لیکن وہ اس کو بتانا چاہتے تھے کہ محمد ﷺ کے غلاموں کی نظر میں تمہاری حیثیت کیا ہے؟ تو نیزے کو نیچے قالین پر مارتے ہوئے، گھوڑے کو ساتھ لے کر، گھوڑے کو ان کے تکیہ کے ساتھ جاکر باندھ دیا اور خود جاکر اس کے برابر بیٹھ گئے۔ وہاں تو حکم یہ تھا کہ دور سے جب داخل ہوتے تھے تو سجدہ کرتے ہوئے، رکوع کرتے ہوئے، قدم قدم پر جھکتے ہوئے اور ادھر جاکر برابر بیٹھ گئے اور کہاں وہ ایسا قیمتی لباس پہنے ہوئے چمکتا ہوا تاج، سونے کا تخت اور کہاں چھیتڑوں والا لباس اور چھیتڑوں میں لپٹی ہوئی تلوار لئے ہوئے ایک ملنگ، ایک درویش، ایک قلندر وہ چیں بہ جبیں ہو رہے ہیں اس کے درباری نے کہا یہ کیا طریقہ ہے؟ کہا میں خود نہیں آیا مجھے بلایا گیا ہے آپ اگر کہیں تو واپس چلے جائیں گے، رستم کہتے ہیں نہیں واپس نہ جاؤ بولو کس لیے آئے ہو؟ اتنی دور سے مدینہ کو چھوڑ کر یہاں آئے ہو کس لیے آئے ہو؟ نبی اکرم ﷺ کا تربیت یافتہ چھوٹے سے چھوٹا غلام بھی جانتا تھا کہ مجھے اس دربار میں کس طریقے سے گفتگو کرنی تھی۔ حضور کی سیاست کیا تھی؟ سچائی پر مبنی سیاست، آج کی سیاست جھوٹ پر مبنی ہے، لیکن حضور اکرم ﷺ نے جو سیاست سکھائی وہ سچائی پر مبنی تھی حق بات کرو سچی بات کرو سادھا لفظوں میں جو اس کی سمجھ میں آئے پوچھا کیوں آئے ہو؟ کیا مقصد ہے؟ تو یہ نہیں کہا کہ ہم تو سیر سپاٹے کے لیے آئے ہیں۔ یہ نہیں کہا بس بھول کر آئے ہیں بس معافی چاہتے ہیں واپس چلے جائیں گے۔ یہ نہیں کہا بلکہ فرمایا:

اَللّٰہُ بَعَثَنَا

ہم خود نہیں آئے اللہ نے ہمیں بھیجا ہے اللہ نے ہمیں اٹھایا اس امت کو اللہ نے اٹھایا یہ امت مسلمہ اللہ نے اٹھائی اللہ قرآن میں خود کہتے ہیں

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم بہترین امت ہو جس کو انسانوں کے نفع کے لیے نکالا گیا ہے اٹھایا گیا۔

امت مسلمہ آج خود کنگال ہوگئی

ہائے اللہ! جس امت کو ساری انسانیت کے لیے نکالا گیا تھا آج وہ امت خود کنگال ہوگئی ہے آج خود اس کے پاس کردار نہیں ہے جس نے پوری دنیا کو کردار سکھانا تھا اخلاق سکھانے تھے سیاست کے، معیشت کے، معاشرت کے رنگ ڈھنگ سکھانے تھے، آج وہ خود کنگال ہے خود کردار سے خالی ہے۔ دوسروں کی طرف دیکھ رہی ہے۔ تو کہا

اَللهُ بَعَثَنَا

اللہ نے ہمیں اٹھایا ہے۔ اللہ نے ہمیں بھیجا ہے

لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ النَّاسِ اِلٰى عِبَادَةِ الله

تاکہ جسے اللہ چاہے اسے ہم انسانوں کی عبادت سے نجات دے کر اللہ کی عبادت کا عادی بنادیں۔

امت مسلمہ کا مقصد

یہ ہے ہمارا مقصد۔ یہ ہمارے نبی نے ہمیں سکھایا ہے کہ لوگوں

کو انسانوں کی عبادت سے چھٹکارا دو اور اللہ کی عبادت کی دعوت دو انسان کی عبادت نہیں کرنی۔ اب سوچیے! کیا سوچ ہے کہ عبادت یا تو سچے اللہ کی ہوتی ہے یا عبادت جھوٹے معبودوں کی، بتوں کی، فلاں کی، فلاں کی اور یہ کیا کہہ رہے ہیں ہمیں اس لیے بھیجا گیا تاکہ ہم انسانوں کو انسانوں کی عبادت سے چھٹکارا دے کر اللہ کی عبادت کی طرف لے جائیں کل بھی بلکہ آج سب سے زیادہ جو عبادت ہو رہی ہے وہ بتوں کی نہیں لات، ھبل، عزّیٰ، مناۃ کی نہیں بلکہ انسان کی عبادت ہوتی ہے اور بات مختصر کروں تو سب سے زیادہ عبادت انسان اپنے نفس کی کر رہا ہے، اپنی خواہشات کی کر رہا ہے، تو فرمایا کہ ہم اس لیے آئے تاکہ انسانوں کو انسانوں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ کی عبادت میں لگا دیں۔

وَمِنْ ضَيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سِعَةِ الْاٰخِرَةِ

اور دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف لے جائیں یہ دنیا کی تنگی پر مر مٹنے والے لوگ ہیں ہم ان کو بتائیں کہ آخرت کتنی وسیع ہے ان چند نعمتوں پر اپنا سب کچھ لٹا دینے والو! ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے لیے جنت کی صورت میں کتنی وسیع اور عریض جگہ رکھی ہے، کیسی کیسی نعمتوں کا سامان اللہ نے کر رکھا ہے۔

وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْيَانِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ

اور دینوں کے ظلم سے نکال کر اسلام کے عدل کی طرف لے جائیں۔
غیر معروف سے صحابی ہیں کوئی بہت بڑا نام نہیں ہے لیکن چند

الفاظ میں کیسے حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا سارا خلاصہ بیان کر کے رکھا۔

تو بتا یہ رہا تھا کہ جن کے دل میں یقین تھا اللہ کی ذات کا یقین، جلال کا یقین، جمال کا یقین، بزرگی کا یقین، کبریائی کا یقین، طاقت کا یقین ان کے دلوں میں قیصر وکسریٰ کا کوئی رعب اور دبدبہ نہیں تھا۔ اور سیم وزر سے اور سونے چاندی کی چمک دمک سے متاثر ہونے والے لوگ نہیں تھے جن کے دل میں یہ یقین تھا جن کے دل میں یہ یقین پیدا ہوا ان کی آخرت پر نظر، دنیا سے زیادہ آخرت پر نظر۔

اُحد کے موقع پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یقین

احد میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو دیکھا عین اس وقت جبکہ کئی مسلمان شہید ہو گئے، کئی زخمی تھے اور وہ مستانا وار تلوار لے کر جا رہے ہیں پوچھا انس! کہاں جا رہے ہو؟ فرمانے لگے اے سعد! مجھے احد کے اس طرف جنت کی خوشبو آ رہی ہے تو آخرت کا اتنا یقین، دل میں یقین پیدا ہو گیا اللہ کے دیکھنے کا ایسا یقین، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے جو کچھ کر رہا ہوں اللہ کے لیے کہ خیانت کا تصور بھی محال۔

ایمان اور خیانت جمع نہیں ہو سکتے

مدائن میں بہت مالِ غنیمت آیا اس میں کسریٰ کا تاج بھی تھا وہ ایک غریب مسلمان کے ہاتھ کہیں لگ گیا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ اپنے منہ کو کپڑے سے لپیٹے ہوئے کسریٰ کا تاج لے کر آیا امیر کو لا کر پیش کیا

امیر حیرت زدہ رہ گیا۔آپ جانتے ہیں اس زمانے کے بادشاہ اپنے تاجوں پر کتنا خرچ کرتے تھے دنیا کے قیمتی ہیرے جواہرات اپنے تاجوں میں جڑتے تھے، حیران رہ گیا کہ یہ غریب سا سپاہی ہے اور اس کو کسریٰ کا تاج کہیں سے مل گیا اور اس کا ایمان برقرار رہا خیانت کا خیال اس کے دل میں نہیں آیا تو پلٹنے لگا تو اس سے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی تمہارا نام کیا ہے؟ سوچا ہوگا کہ اس کو کچھ انعام دوں۔تو اس نے کہا بعض کتابوں میں یہ الفاظ لکھے ہیں اس نے واپس پلٹتے ہوئے کہا میں نے جس اللہ کے ڈر سے اس دیانت کا ثبوت دیا ہے وہ میرا نام خوب جانتا ہے، مجھے نام آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ایک طرف تو امانت و دیانت کا ایسا مظاہرہ پھر ایسا اخلاص کہ نام تک بتانا گوارہ نہیں کیا

ایمان کے بعد گناہ چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے

تو بھائیو! عرض یہ کر رہا تھا کہ جن کے دل میں یہ یقین پیدا ہوگیا ان کی زندگی کیسے بدل گئی کہ شراب جس کے بغیر وہ زندگی کا ایک دن بھی گزارنا محال سمجھتے تھے۔شراب ہر دستر خوان کی زینت ہوتی تھی شراب ہر دعوت کی زینت ہوتی تھی جب اعلان ہوا منادی نے اعلان کیا اُو لوگو! اللہ نے شراب کو حرام کردیا جام ہاتھ میں ہے، مٹکے پڑے ہوئے ہیں ساقی موجود ہے لیکن حکم دیا کہ سب توڑ ڈالو آج کے بعد ہاتھ نہیں لگائیں گے اللہ نے اس کو حرام قرار دے دیا۔وہی لوگ جو بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والے

تھے جب یقین پیدا ہو گیا اب بیٹیوں کی کفالت اور تربیت پر فخر کرنے لگے مختصر یہ کہ اس یقین اور ایمان کی وجہ سے ان کے دن بدل گئے، ان کی راتیں بدل گئیں، ان کے جذبات بدل گئے، محبت اور نفرت کے پیمانے بدل گئے، جینے کا ڈھنگ بدل گیا عام و خاص ایک امت بن گئے اس یقین اور ایمان نے سب کو ایک امت بنا دیا۔

امت کے عروج کا سبب ایمان کیساتھ وحدت واتحاد ہے

ویسے تو میں عرض کر چکا ہوں کہ اس سارے موضوع کا حاصل تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جملے میں آ گیا لیکن مزید پھیلائیں تو اس امت کو جو عروج ملا ایمان کے ساتھ ساتھ وحدت کے نتیجے میں، امت میں وحدت پیدا ہو گئی، فکری وحدت سب کی سوچ ایک جیسی، سب کا نظریہ ایک جیسا، سب کا ذہن ایک جیسا، فکری وحدت بہت بڑی وحدت ہے بڑی اہم وحدت ہے۔ یہ وحدت پیدا ہوئی قرآن کی بنیاد پر، فکری وحدت یعنی سب کے افکار و نظریات ایک جیسے۔ پھر معاشی وحدت، زکوٰۃ، صدقات، خیرات انفاق کے ذریعے سے معاشی وحدت پیدا کی گئی کوئی بھوکا نہ رہے، پھر معاشرتی وحدت اور اس میں اہم کردار ادا کیا نماز نے، معاشرتی وحدت، سب ایک جیسے، ایک ہی دستر خوان پر بیٹھنے والے، ایک ہی صف میں کھڑے ہونے والے،

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے، محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

پھر سیاسی وحدت، ایک ہی سوچ ہے اعلاء کلمۃ اللہ اور استحصال کفر، کفر کا استیصال، اللہ کے کلمے کی سر بلندی یہ تو بھائی! عام مسلمانوں کا حال تھا۔

مسلمان قیادت کی امتیازی خصوصیات

اللہ پاک نے ان کو جو قیادت عطا فرمائی، تاریخ کے مطالعے سے اس قیادت کی جو امتیازی خصوصیات ہمارے سامنے آتی ہیں جن خصوصیات نے مسلمانوں کو عروج دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

پہلی خصوصیت

ان میں سے پہلی خصوصیت یہ تھی کہ ان کا اللہ کی کتاب کے ساتھ بڑا مضبوط تعلق تھا شریعت کے ساتھ بڑا مستحکم تعلق، وہ ادھر ادھر دیکھتے نہیں تھے کہ قیصر کا نظام کیا ہے اور کسریٰ کا نظام کیا ہے اور مصر والوں کا نظام کیا ہے اور شام والوں کا نظام کیا ہے ان کو ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی بلکہ اُن کی نظر ہر معاملے میں صرف اللہ کی کتاب اور آسمانی شریعت کی طرف جاتی تھی۔ یہ مسلمانوں کی قیادت کی پہلی خصوصیت۔

دوسری خصوصیت

دوسری خصوصیت جن کو قیادت ملی انہیں وہ قیادت باپ دادا سے وراثت میں نہیں ملی یا ہنگامی طور پر نہیں مل گئی بلکہ تزکیہ اور تربیت کے سارے مراحل سے گزرنے کے بعد وہ منصب قیادت پر فائز ہو گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہنگامی طور پر مسلمانوں کے خلیفہ نہیں بنے کہ انہوں نے

ایک جماعت بنائی اور نعرے لگائے اور لوگوں کو سبز باغ دکھائے اور لوگوں سے وعدے کیے اور خلیفہ بن گئے ایسا نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے نہیں بنے بلکہ یہ سب لوگ تزکیہ وتربیت اور تعلیم کے سارے مراحل سے گزرے جیسے ہمارے ہاں مشائخ کہتے ہیں بڑے بڑے رگڑے کھانے کے بعد دلوں سے پہلے حبِ جاہ وحبِ مال نکالا گیا عہدہ اور قیادت کی محبت کو نکالا گیا اللہ کے نبی نے فرمایا کہ جسے کوئی عہدہ بغیر طلب کے ملا اسے اللہ کی مدد بھی ملے گی اور جس نے طلب سے کوئی عہدہ اور منصب حاصل کیا وہ ایسا ہے گویا کہ وہ کند چھری سے ذبح کیا گیا اور اللہ کی مدد اس کے ساتھ شامل نہیں ہوگی تو دلوں سے پہلے قیادت کی چاہت اور منصب کی چاہت نکال دی گئی اور پھر ان کو یہ چیزیں ملیں۔

تیسری خصوصیت

یہ جو مسلمانوں کی قیادت تھی اولین قیادت یہ کسی خاص قوم اور ملک کے نمائندے نہیں تھے کہ وہ صرف عربوں کے نمائندے ہوں اور عربوں کی بادشاہی ساری دنیا پر چاہتے ہوں اپنی بادشاہت قائم کرنا چاہتے ہوں، نہیں! وہ اللہ کے نمائندے تھے، اللہ کے نبی کے نمائندے تھے، وہی جو آپ نے ابھی حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا، اللہ نے ہمیں بھیجا اور کس لیے بھیجا تاکہ ہم انسانوں کو انسانوں کی عبادت سے نجات دلائیں اور اللہ کی عبادت کا عادی بنائیں خواہ انسان عرب ہوں یا عجم تو یہ

پوری انسانیت کے لیے آئے تھے اپنی قوم کے لیے نہیں، اپنے خاندان کے لیے نہیں، اپنی ذات کے لیے نہیں۔

چوتھی خصوصیت

اس قیادت کی چوتھی خصوصیت جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ کہ کامل عدل کے علم بردار ایسا عدل جو امیر اور غریب میں، اپنے اور غیر میں فرق نہیں کرتا قرآن نے انہیں یہ سبق پڑھایا تھا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ

تم نے انصاف قائم کرنا ہے اگرچہ اپنے خلاف ہو اپنے رشتہ داروں کے خلاف ہو لیکن کسی صورت میں انصاف کا دامن نہیں چھوڑنا تو یہ ان کی چوتھی خصوصیت تھی۔

پانچویں خصوصیت

ان کی پانچویں خصوصیت یہ تھی کہ وہ انسانیت کے سچے خیر خواہ تھے غیر مسلم بھی یہ سمجھتے تھے ان کا دل بھی اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ یہ مسلمان، مسلمان مجاہدین، مسلمان سپہ سالار، مسلمان خلفاء یہ ہماری خیر خواہی کرتے ہیں یہ ذاتی مفادات کے اسیر نہیں ہیں ہمارے خیر خواہ ہیں ہمارا ہی بھلا چاہتے ہیں، ہمیں ظلم سے نجات دینا چاہتے ہیں، ہماری آخرت بنانا چاہتے ہیں۔ تو یہ پانچ نمایاں خصوصیات تھیں مسلمان قیادت کی، یہ تو عروج کے زمانے کی بات کر رہا ہوں کہ یقین تھا دلوں میں اور قیادت ایسی تھی جس

کے اندر یہ پانچ خصوصیات تھیں۔

مسلمانوں میں تنزّل کا آغاز اور اُس کے اسباب

مسلمانوں میں تنزل کا آغاز اُس وقت ہوا جب افراد میں وہ یقین، وہ ایمان باقی نہ رہا جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں تھا اور قیادت میں وہ خصوصیات نہ رہیں جو پہلی قیادت کی خصوصیات تھیں اور اس منصب کا آغاز حقیقت میں اس وقت ہوا جب خلافت ملوکیت میں بدلی ہے جو پہلے پہلے بادشاہ تھے، ملوک تھے وہ پھر بھی قدرے غنیمت تھے لیکن جوں جوں معاملہ آگے بڑھتا گیا خرابیاں پیدا ہوتی گئیں۔

پہلی خرابی

بیت المال اور مالِ غنیمت کو ذاتی جاگیر سمجھ کر تصرف کیا جانے لگا۔

دوسری خرابی

پھر خلافت کے ملوکیت میں بدلنے سے دوسری خرابی جو پیدا ہوئی وہ دین اور سیاست میں عملی تفریق ہوگئ ایک وقت تھا کہ جو مصلے کا امام تھا وہی قاضی بھی تھا، وہی بادشاہ بھی تھا، وہی کمانڈر انچیف بھی تھا یعنی دینی منصب بھی اسی کے پاس تھا اور سیاسی منصب بھی اسی کے پاس تھا لیکن اب یہ ہوا کہ دین اور سیاست میں عملی طور پر تفریق ہوگئی اہل دین کا حکومت اور سیاست کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اہل سیاست اور حکومت نے اپنے آپ کو دینی مناصب سے بالکل الگ کر لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن کے پاس دینی

قیادت تھی اور دینی علم تھا یا تو وہ وقت کے حکمرانوں کی کھل کر مخالفت کرنے لگے کسی نے تنقید کی، کسی نے خروج کیا یا پھر انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی مسجد تک اپنے آپ کو محدود کر لیا، خانقاہ تک محدود کر لیا، مدرسہ تک محدود کر لیا اور اس بات سے حکمرانوں کو کوئی خطرہ اور پریشانی نہیں تھی، ٹھیک ہے تم اپنا مدرسہ چلاتے رہو، اپنی مسجد چلاتے رہو اور خانقاہ چلاتے رہو لیکن حکومتی امور کے ساتھ تم کوئی تعلق نہ رکھو، سیاست کیسے کرنی ہے، ملک کیسے چلانا ہے، تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے بس تم تو یہ بات دیکھو مسلمانوں کا وضو صحیح ہے یا نہیں ہے؟ نماز صحیح ہے یا نہیں ہے؟ بس اس چیز کو دیکھو لیکن ایوان حکومت کے ساتھ، ایوان عدل کے ساتھ، ایوان سیاست کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں، آپ دیکھیں تو آج بھی یہی ہے حکومت کہتی ہے ٹھیک ہے انفرادی طور پر تم نماز پڑھتے رہو، روزے بھی رکھتے رہو، ٹوپیاں پہنو، پگڑیاں پہنو، شلواریں اونچی کر لو تسبیح ہاتھ میں پکڑ لو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہماری سیاست کو چھیڑ چھاڑ نہ کرو اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے، نہ صرف یہ بلکہ یہود و نصاریٰ بھی چاہتے ہیں کہ یہ اپنی ذاتی زندگی میں صبح سے شام تک ذکر کرتے رہیں کوئی بات نہیں، کرتے رہیں لیکن سامراج دجالی تہذیب کو مسلط کیا جا رہا ہے اس سے یہ تعلق نہ رکھیں اس سے یہ سروکار نہ رکھیں تو یہ دوسری خرابی تھی جو پیدا ہوگئی کہ دین و سیاست میں عملی طور پر تفریق کر دی گئی۔

تیسری خرابی

تیسری جو خرابی پیدا ہوئی وہ قیادت کے قول وفعل میں تضاد تھی کہتے کچھ، اور کرتے کچھ باتیں بڑی پراثر لیکن عملی اعتبار سے بڑا بگاڑ اور کہنے کوتو وہ مسلمان بھی تھے اور کہنے کو وہ دین کے علم بردار بھی تھے لیکن ان کی ذاتی زندگی میں منافقت سی آ گئی تھی۔

چوتھی خرابی

چوتھی خرابی جو مسلمانوں کی قیادت میں پیدا ہوئی وہ جہاد سے اعراض تھا میدان جہاد کو ترک کر دیا، جہاد سے دوری اختیار کر لی، جہاد میں اس امت کی سربلندی کا راز پوشیدہ ہے جب تک جذبہ جہاد باقی رہا کفر پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ طاری رہا لیکن جب میدان جہاد کو خالی چھوڑ دیا تو کافروں کے دل سے بھی ان کی عزت ان کا رعب اور دبدبہ نکل گیا۔

پانچویں خرابی

پانچویں خرابی جو پیدا ہوئی وہ ایمان اور اتحاد کے اعتبار سے کمزوری، مسلمانوں کی طاقت کا راز دو چیزوں میں تھا ایمان اور پھر آپس کا اتحاد۔ ایک طرف ایمان میں ضعف آ گیا اور دوسرا اتحاد کی بجائے افتراق، انتشار، فرقے، جماعتیں۔

چھٹی اہم خرابی

چھٹی اور ایک بڑی اہم خرابی جو پیدا ہوئی اور آج تک ہے وہ

یہ کہ صورت نے حقیقت کی جگہ لے لی صورت باقی رہ گئی حقیقت باقی نہ رہی دین کی صورت تو رہ گئی، دین کی حقیقت نہ رہی ایمان کی صورت رہ گئی۔ لیکن ایمان کی حقیقت نہ رہی نماز کی صورت رہ گئی حقیقت نہ رہی آہستہ آہستہ حقیقت نکلتی گئی۔

اور یاد رکھیے! حقیقت کا مقابلہ حقیقت کرسکتی ہے صرف صورت نہیں۔ دیکھیں! اگر مجھے ایمان کی حقیقت حاصل ہے تو میں خواہشات کی حقیقت کا مقابلہ کرسکتا ہوں، میں ترغیبات کی حقیقت کا مقابلہ کرسکتا ہوں، میں گناہوں کی حقیقت کا مقابلہ کرسکتا ہوں، لیکن اگر میرے پاس صرف ایمان کی صورت ہے حقیقت نہیں تو پھر خواہشات کی حقیقت کا مقابلہ کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہوگا لیکن کافی عرصہ تک تو مسلمان کا کام صورت سے چلتا رہا لوگ ان کو سمجھتے رہے کہ یہ وہی اوّلین مسلمانوں کے خلفاء اور ان کے جانشین ہیں یہ ابوبکر وعمر عثمان وعلی رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے نام لینے والے ہیں، ان کے جانشین ہیں تو کافی عرصہ تک تو صورت ہی سے، نام ہی سے کام چلتا رہا ارے یہ مسلمان ہیں جو خالد بن ولید جیسے سپہ سالاروں کے، ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے سپہ سالاروں کے نام لیوا ہیں ان کی نسلوں سے ہیں یہ کوئی عام لوگ نہیں ہیں تو کافر صرف مجاہدین کی صورت سے مسلمان کی صورت سے ہی خوف زدہ رہے جیسے بعض اوقات آپ نے دیکھا ہوگا ہمارے دیہاتی کاشت کار یہ کرتے ہیں کہ بیج کے طور پر زمین میں جب غلہ ڈالتے ہیں بیج کے طور پر تو پرندوں کو بھگانے کے لیے

لکڑی کھڑی کرتے ہیں اور اس پر قمیص پہنا دیتے ہیں تو لگتا یہ ہے کہ شاید یہ کوئی انسان زمین کی حفاظت اور پہرہ داری کے لیے۔ تو پرندے اس کی صورت سے ہی ڈرتے رہتے ہیں تو انسان ان کو ڈرانے کے لیے، بے وقوف بنانے کے لیے انسان کی صورت بناتا ہے، حقیقت نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی دلیر کوا بہادری سے کام لے اور ایک دفعہ وہ جو انسان کی صورت بنائی ہوئی ہے اس کی کھوپڑی پر آ کر بیٹھ جائے تو دوسرے کوے بھی دلیر ہو جائیں گے ارے جس سے ہم ڈر رہے تھے یہ حقیقت ہے ہی نہیں یہ تو صورت ہی صورت ہے۔

عرصہ دراز تک صرف صورت سے کام چلتا رہا

میرے بزرگو اور دوستو! میری بہنو اور بیٹیو! یہی مسلمانوں کا ہوا کہ ایک عرصے تک تو کافران کی صورت ہی سے ڈرتے رہے، یہ مجاہدین کی اولاد ہیں، یہ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو دنیا کو کچھ نہیں سمجھتے یہ تو اللہ کے لیے جیتے ہیں، اللہ کے لیے مرتے ہیں ان کے لیے جان دینا کچھ نہیں ہے یہ تو جنت کے متلاشی اور جنت کے طلب گار ہیں یہ تو شہادت کی تمنا کرنے والوں کی نسل ہیں تو ان کی صورت سے ہی خوف زدہ رہے لیکن جب قریب سے واسطہ پڑا تو پتا چلا کہ یہ تو اندر سے کھوکھلے ہیں نہ شہادت کی تمنا، نہ جذبہ جہاد، نہ اللہ کی رضا کا شوق کوئی چیز تو ہے ہی نہیں، اب جب پتہ چلا کہ یہ اندر سے کھوکھلے ہیں تو وحشی قوموں نے مسلمانوں پر یلغار کر دی۔

مسلمانوں پر سب سے بڑی یلغار

مسلمانون پر سب سے بڑی یلغار جو ہوئی ہے ساتویں ہجری میں وہ تاتاریوں کی یلغار ہوئی ہے ایسی یلغار کہ امام ابن اسیر رحمۃ اللہ علیہ مشہور مؤرخ وہ جب فتنہ تاتار کا حال اپنی تاریخ میں لکھنے لگے تو لکھا ہے کہ میں کئی سال تک یہ سوچتا رہا کہ لکھوں یا نہ لکھوں حوصلہ نہیں پڑتا لکھنے کو اور پھر کہتے ہیں کہ کاش! میں اس فتنے کو دیکھنے سے پہلے اور اس کا حال لکھنے سے پہلے مر چکا ہوتا کاش! میں پہلے پیدا ہی نہ ہوتا اور لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اس سے بڑا فتنہ کبھی پیش ہی نہیں آیا مسلمانوں کے تنزل اور کمزوریوں کے نتیجے میں تاتاریوں کو ایسا اللہ نے مسلط کر دیا کہ بغداد میں داخل ہوئے جو ان کا دارالخلافہ تھا تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

امام ابن اسیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چالیس دن تک وہ بغداد میں قتل وغارت گری کرتے رہے یہاں تک کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور جب بارش ہوئی تو اتنی بدبو پھیلی کہ پرندے اور جانور تک اس بدبو کی وجہ سے مر گئے اور یہ لاشیں مسلمانوں کی تھیں۔

اللہ کی شان دیکھیے! کہ وہی تاتاری جن کو مسلمانوں کی تلوار شکست نہ دے سکی ان تاتاریوں کو اسلام کی صداقت نے شکست دے دی اور تاتاریوں کو اللہ پاک نے اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دی اس کے بعد آٹھویں صدی میں جو عثمانی ترک میدان میں آئے اور انہوں نے دنیا کو

اپنی طرف متوجہ کیا بالخصوص جب ۸۵۳ھ میں یعنی پندرہویں عیسوی میں جب سلطان محمد فاتح نے صرف چوبیس سال کی عمر میں بازنطینی حکومت کے دارالسلطنت قسطنطنیہ کو فتح کیا تو مسلمانوں میں ایک نیا جوش پیدا ہوگیا یہ وقت، یہ نویں صدی ہجری کا یہ زمانہ یہ مسلمانوں کے اندر ایک جوش پیدا ہونے کا زمانہ تھا اس لیے کہ صدیاں گزر گئیں کوئی قسطنطنیہ کو چھیڑنے کی اور اس کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ کرسکا اور سلطان محمد فاتح نے ریگستان میں کشتیاں چلا کر، جہاز چلا کر ایک معجزہ سا پیدا کر دیا تو اس وقت مسلمانوں کے اندر بڑا جوش وخروش پیدا ہوا ایک نئی امنگ پیدا ہوئی جب سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو حیرت انگیز طریقے سے فتح کیا، تو پوری دنیا کے مسلمانوں میں ایک جوش سا پیدا ہوا اور پھر اللہ نے ترکوں کو کعبے کی خدمت کے لیے قبول کیا لیکن پھر ترکوں میں بھی تنزّل کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے آپس میں بغض، حسد، اسراف، فضول خرچی، حب دنیا، جمود اور پسماندگی، یہ چیزیں ان کے اندر بھی آگئیں اور پھر ترکوں کی پسپائی کے بعد اور خلافت کے انہدام کے بعد بتدریج بین الاقوامی منظر پر مغربی تہذیب اور قومیں چھا گئیں۔ مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب کے عروج سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا اس پر تو ابھی گفتگو ہونی ہے میں نے شروع سے بھائی الطاف صاحب کو بتایا کہ ان شاء اللہ دوسری قسط بھی اور دوسری نشست بھی اسی حوالے سے ہوگی۔

سب سے بڑا نقصان

مختصر طور پر آخر میں ایک جواب دے کر بات کو ختم کرنا چاہوں گا۔ دنیا کو جو سب سے بڑا نقصان پہنچا، میری ناقص سوچ کے مطابق وہ یہ کہ مادی سوچ ایمانی سوچ پر غالب آ گئی اگر یہ کہوں تو بے جا نہیں ہوگا کہ اکثر ملکوں اور اکثر انسانوں اور اکثر خطوں پر وجاہت غالب آ گئی اور روحانیت اور ایمانیت پیچھے رہ گئی یوں ہوا جیسے پسپائی اختیار کر لی اور دجالیت نے نہ صرف یہود و نصاریٰ کو بلکہ بہت سارے مسلمانوں کو بھی اپنے اثر میں لے لیا یہ کیسے ہوا کیسے وہ مغربی تہذیب چھا گئی اور کیسے ہم اس تہذیب کے اثرات سے اور دجالیت سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور کس طریقے سے مسلمانوں کے زوال کو عروج میں تبدیل کیا جا سکتا ہے ان شاء اللہ پاک نے توفیق دی تو اس حوالے سے اگلی نشست میں گفتگو ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا

نشست ثانی

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

نشستِ ثانی

۞ ......مسلمانوں کو عروج کیسے حاصل ہوا؟

۞ ......مسلمانوں کے تنزل کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

۞ ......فتنۂ تاتار نے عالم اسلام پر کیا اثرات ڈالے؟

۞ ......مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب کے عروج سے دنیا کس خسارے سے دوچار ہوئی؟

۞ ......دجالی تہذیب کے ترکیبی عناصر کیا ہیں؟

۞ ......ارباب کلیسا نے اہل علم پر کیا کیا مظالم ڈھائے؟

۞ ......امت مسلمہ کے زوال کو عروج میں کیسے تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَّا نَبِيَّ بَعۡدَهٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا ؕ

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمِ

(سورۃ البقرۃ:۱۴۳)

قابلِ احترام خواتین وحضرات! جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہمارے آج کے درس قرآن کا موضوع بھی وہی ہے جو پچھلے درس قرآن کا موضوع تھا، یعنی ''مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟'' اور اس موضوع کے ضمن میں جو سوالات اٹھائے گئے ان میں سے تین سوالات ایسے ہیں کہ ان کے جوابات گزشتہ درس میں دیے جا چکے ہیں، یعنی:

نمبر ا: مسلمانوں کو عروج کیسے حاصل ہوا؟۔

نمبر ۲: مسلمانوں کے تنزل کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟۔

نمبر ۳: فتنہ تاتار نے عالم اسلام پر کیا اثرات ڈالے۔

آج اس ضمن کا چوتھا سوال اور اسی کے ضمن میں پانچویں سوال کا بھی جواب آجائے گا کہ مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب کے عروج سے دنیا کس خسارے سے دوچار ہوئی؟ سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ خود مغربی تہذیب کیا ہے اور اس کا آغاز کب سے ہوا؟

مغربی تہذیب کی ابتدا اور خصوصیات

عام طور پر بتایا جاتا ہے کہ مغربی تہذیب کا آغاز کم وبیش تین سو سال پہلے ہوا، لیکن مغربی تہذیب کا نسلی اور نظریاتی تعلق جو ہے وہ یونانی اور رومی تہذیب سے ہے جو کہ ہزاروں سال پرانی تہذیبیں ہیں۔ یونانی تہذیب کی چار بڑی خصوصیات مورخین نے بیان کی ہیں:

پہلی خصوصیت

یہ کہ غیر محسوسات کی بے وقعتی یعنی جو چیزیں حواس میں نہیں آتیں، دکھائی نہیں دیتیں، سنائی نہیں دیتیں، جن کا مشاہدہ نہیں ہوتا ان کا انکار، ان کی اہمیت کی کمی۔ جبکہ آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں تو وہ چیزیں جن کو ہم مغیبات کہتے ہیں یعنی جو چیزیں نظروں سے غائب ہیں سب سے زیادہ اہمیت تو انہی کو حاصل ہے، چنانچہ قرآن کریم کا جو آغاز ہوا سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں اللہ فرماتے ہیں:

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ...الآیۃ۔

متقین کی، اللہ کے مقرب اور محبوب بندوں کی اور ایمان والوں کی پہلی صفت جو بیان فرمائی وہ یہ کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی ایسی چیزیں جن کا حواس سے ادراک نہیں ہوسکتا، جن کو دیکھا نہیں جاسکتا، جن کو چھوا نہیں جاسکتا جن کو سونگھا نہیں جاسکتا، جن کو سنا نہیں جاسکتا ان چیزوں پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

تو پہلی خصوصیت جو یونانی تہذیب کی تھی وہ یہ کہ ایسی چیزوں کا انکار یا ایسی چیزوں کی بے وقعتی جن کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا، جو محسوس نہیں کی جاسکتیں۔

دوسری خصوصیت

یونانی تہذیب کی وہ یہ تھی کہ اس میں روحانیت کی کمی تھی، مادیت پر زیادہ زور تھا، لیکن ایمان اور روحانیت ان کے دل میں چنداں اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

تیسری خصوصیت

دنیا کی زندگی کی بہت زیادہ پرستش۔ دنیا کے ساتھ بہت زیادہ تعلق فریفتگی کی حد تک، دیوانگی کی حد تک، مقصد اصلی کی حد تک یعنی دنیا کو مقصد اصلی بنا لینا، یہ تیسری خصوصیت تھی۔

چوتھی خصوصیت

یونانی تہذیب کی وطن کی محبت میں غلو، تشدد، افراط، مبالغہ۔ دیکھیں! وطن کی محبت حدود کے دائرے میں ہو تو یہ کوئی بری چیز نہیں ہے یہ

مطلوب ہے، اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

حُبِّ وطن

حدیث سے ثابت ہے حضور ﷺ کو اپنے وطن سے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے وطن سے محبت تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے، اور جو حضرات جا چکے وہ جانتے ہیں کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے مقابلے میں بہت زرخیز، بہت سرسبز ہے، لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام کو مکہ بہت یاد آتا تھا، وہاں کی گنجی، ننگی جلی ہوئی پہاڑیاں یاد آتی تھیں، وہاں کی گھاس یاد آتی تھی، وہاں کی گلیاں، وہاں کے بازار یاد آتے تھے، اللہ کا گھر بھی یاد آتا تھا۔ تو وطن کی محبت انسان کی فطرت میں ہے، اور اسلام اس سے منع نہیں کرتا، لیکن وطن کی محبت میں غلو غلط ہے، وطن کو خدا کا درجہ دے دینا غلط ہے۔ اگر ایمان پر وطن کو قربان کرنا پڑے تو قربان کیا جا سکتا ہے، یہ سستا سودا ہے، البتہ ایمان پر کسی چیز کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔

حضور اقدس ﷺ نے مکہ باوجودیکہ اس کے آبا و اجداد کا وطن تھا، اور وہیں آپ کی ولادت ہوئی، وہیں اٹھان ہوئی، وہیں بچپن گزرا، وہیں جوانی، وہیں نبوت ملی لیکن اس کے باوجود مدینہ منورہ والوں سے، انصار سے کہہ دیا تھا کہ میرا جینا بھی تمہارے ساتھ ہے، میرا مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے۔ جب مکہ فتح ہوا تو انصار کو خیال ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اقدس ﷺ ہمیں چھوڑ کر مکہ ہی میں جا بسیں، اس لیے کہ آپ کا وطن ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ان کو تسلی دی کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا میرا جینا بھی تمہارے ساتھ

اور میرا مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے۔تو یہ چار خصوصیات تھیں یونانی تہذیب کی:
جو چیزیں نظر نہیں آتیں ان کا انکار یا ان کی اہمیت کی کمی، روحانیت کا فقدان، دنیا کی زندگی کی بہت زیادہ پرستش اور وطن کی محبت میں از حد غلو۔

مغربی تہذیب، رومی تہذیب اور یونانی تہذیب ہی کا مجموعہ ہے

پھر رومی تہذیب یہ بھی یونانی تہذیب کی جانشین بنی تو عیسائیوں میں بھی ان دونوں تہذیبوں کے اثرات منتقل ہوئے، یونانی تہذیب کے بھی اور رومی تہذیب کے بھی۔ اور یہ جس کو ہم مغربی تہذیب کہہ رہے ہیں اس کے اندر بھی یہ چاروں چیزیں نظر آتی ہیں: مغیبات یعنی جو چیزیں عقل سے ماورا ہیں حواس سے ماورا ہیں ان کا انکار اور روحانیت کا ایک قسم کا مذاق۔ اور دنیا کی محبت میں بہت آگے نکل جانا اور وطن کی محبت میں غلو۔

اگر آپ دیکھیں گے تو یہ چاروں چیزیں ہمیں مغربی تہذیب میں بھی نظر آتی ہیں۔

رہبانیت شریعت محمدی میں ممنوع ہے

عیسائیت میں ایک وقت ایسا گزرا ہے کہ رہبانیت کا بہت چرچا ہوگیا اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر کیا:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا

(سورۃ الحدید:۲۷ پارہ ۲۷)

تو رہبانیت کا بڑا چرچا ہوا یعنی ترک دنیا۔ اپنے خیال میں اپنے

معبود کو اپنے خالق اور مالک کو خوش کرنے کے لیے دنیا سے لاتعلقی، اہل وعیال سے رشتہ داروں سے کنارہ کشی، پہاڑوں کی غاروں اور جنگل کے تاریک گوشوں میں گوشہ نشینی، اچھی چیزوں سے، لذیذ غذاؤں سے، صاف ستھرے لباس سے ایک قسم کی نفرت۔

ایسا چرچا ہوا رہبانیت کا کہ جو اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ رہبانیت کو انہوں نے تو شروع کیا تھا اپنے خیال میں اللہ کو راضی کرنے کے لیے، لیکن ان کی حدود کا لحاظ نہ کر سکے اور حد سے آگے بڑھ گئے۔

عیسائیوں کی رہبانیت کا حال

جو جتنا گندا رہتا تھا اسے اتنا ہی نیک سمجھا جاتا تھا، جو اپنے آپ کو جتنی زیادہ تکلیف دیتا وہ اتنا ہی خوش ہوتا کہ میرا مالک، میرا خالق، میرا اللہ مجھ سے خوش ہے۔ ایسے راہب بھی تھے جو زندگی بھر کوئی اچھی غذا استعمال نہیں کرتے، صرف گھاس پر گزارا کرتے تھے۔ ایسے بھی تھے جو سالہا سال کھڑے رہتے تھے، تھک جاتے تو دیوار یا چٹان کے ساتھ ٹیک لگا کر تھوڑا سا سکون لے لیتے، وگرنہ بیٹھتے تھے، نہ لیٹتے تھے۔ بعض راہبوں کے بارے میں پڑھا کہ عیسائیوں کے ہاں فخریہ طور پر ان کا ذکر کیا جاتا تھا کہ فلاں ایسا اللہ والا راہب گزرا ہے کہ پچاس سال تک اس کے منہ پر پانی کا ایک چھینٹا بھی نہیں لگا، پانی کا ایک قطرہ بھی۔ اور فلاں نے کئی سال تک کبھی غسل نہیں کیا، اور فلاں نے بھی استنجا نہیں کیا۔ اس چیز کو فخریہ طور پر بیان کرتے تھے۔

نعمتِ اسلام اور مقامِ شکر

میرے بھائیو اور میری بہنو! اللہ کا شکر ادا کیا کریں جس نے ہمیں حضور اقدس ﷺ کی برکت سے، آپ کے واسطے سے ایسا بے مثال مذہب عطا فرمایا کہ طہارت، نظافت اور صفائی اس کا ایک جزو، بہت بڑا حصہ ہے، کہاں تو وہ جو یہ سمجھتے تھے کہ ساری زندگی پانی کا ایک قطرہ اس کے منہ پر نہیں پڑا لہٰذا وہ بڑا مقرب اور اللہ کا بڑا محبوب ہے، اور کہاں وہ مذہب جس میں پانچ دفعہ تو وضو ہے ہی، اگر کوئی سارا دن ہی باوضو رہے تو وہ اور زیادہ اللہ کا مقرب اور محبوب ہوتا ہے، جتنا اپنے آپ کو پاک صاف رکھیں اتنا ہی اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا حال تو یہ تھا کہ آپ کے پسینے سے بھی خوشبو آتی تھی لیکن اس کے باوجود آپ وضو کا اہتمام کرتے غسل کا اہتمام کرتے، کپڑوں کی صفائی کا اہتمام کرتے، بالوں کی صفائی کا اہتمام کرتے اور اپنے زمانے کی جو سب سے قیمتی خوشبو ہوتی تھی وہ استعمال فرماتے۔

پس ایک وقت عیسائیت پر ایسا گزرا کہ رہبانیت کا بڑا چرچا تھا۔ سمجھ لیا گیا تھا کہ اللہ کو خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کے تقاضوں اور دنیا کی ذمہ داریوں اور اہل وعیال اور قرابت داروں سے اور لذیذ غذاؤں اور صاف ستھرے لباس سے بالکل دور رہا جائے تو اللہ خوش ہوگا۔

اہلِ کلیسا اور روشن خیالوں میں تصادم

گیارہویں صدی عیسوی تک اہل کلیسا چھائے رہے، ان کا راج

تھا پوری عیسائی دنیا پر اس کے بعد مذہب اور عقل میں یا یوں کہیے کہ اہل کلیسا اور روشن خیالوں میں چپقلش شروع ہوگئی ،لیکن اقتدار تھا ارباب کلیسا کا ۔ چنانچہ جو شخص بھی کلیسا کی روایات سے ہٹ کر، بائبل کی آیات سے ہٹ کر، عیسائیت کی قدیم تعلیمات سے ہٹ کر کوئی سوچ ،کوئی نظریہ،کوئی تحقیق پیش کرتا تو اسے عبرت کا نشان بنا دیا جاتا تھا۔

لکھا ہے کہ تقریباً تین لاکھ دانشوروں، روشن خیالوں، سائنس دانوں محققین کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں ،جس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ان میں سے بتیس ہزار کو زندہ جلا دیا گیا، پھر یہ جو روشن خیال تھے محققین ،موجدین ،سائنس دان یہ اہل کلیسا کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہر اس چیز کا انکار کرنا شروع کر دیا جس کی نسبت مذہب کی طرف یا کلیسا کی طرف تھی ،خواہ وہ عقیدہ ہو، وہ علم ہو، وہ اخلاق ہو، وہ آداب ہو، وہ مذہبی عبادات اور مذہبی روایات ہوں۔ حقیقت میں ان دونوں طبقوں میں سخت افراط تفریط پائی جاتی تھی۔

ایک طرف اہل کلیسا تھے جو ہر نئی تحقیق کو، ہر نئی ایجاد کو، ہر نئی فکر کو الحاد اور بے دینی کا نام دیتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ روشن خیال تھے وہ ہر اس چیز کی نفی کرتے تھے جس کی نسبت مذہب کی طرف تھی۔ پھر روشن خیالوں نے ایسا پروپیگنڈا کیا کہ عوام کو مذہب کے نام سے بھی نفرت ہوگئی، روحانیت کا مذاق اڑایا جانے لگا، مادیت کا غلبہ ہوگیا اور وہ اس میں امتیاز نہ کر سکے کہ یہ جو ارباب کلیسا ہماری تحقیقات کا مذاق اڑاتے ہیں ، یہ انہیں

الحاد کہتے ہیں تو اس میں کہاں تک مذہب ذمہ دار ہے؟ اور کہاں تک مذہبی رہنما ذمہ دار ہیں؟ اس لیے کہ دو چیزیں الگ الگ ہیں: مذہب اور مذہبی رہنما۔ تو ہوسکتا ہے ایک چیز مذہب کی نظر میں صحیح ہو لیکن مذہبی رہنما اپنے تعصب کی وجہ سے، اپنی تنگ نظری کی وجہ سے، اپنے جمود کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہوں مگر روشن خیال اس میں امتیاز نہ کر سکے۔

آج کل کی نام نہاد روشن خیال

یہ جو آج کوشش ہو رہی ہے کہ وہی ماحول پیدا کیا جائے جو کسی وقت ارباب کلیسا اور دانشوروں کے درمیان تھا وہی ماحول، وہ چپقلش پیدا کی جائے۔ اور جیسے اس وقت کے دانشوروں نے ہر اس چیز کی نفی کر دی، انکار کر دیا جس کی نسبت مذہب کی طرف تھی۔ تو آج بھی یہ کوشش ہو رہی ہے کہ ایسا ماحول بنایا جائے لیکن ایسا ماحول کوشش کے باوجود بنایا نہیں جا سکتا۔

مذہبِ اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے

الحمدللہ ہمیں اللہ پاک نے جو مذہب دیا اور مذہبی رہنما دیے وہ کسی بھی صحیح تحقیق یا صحیح ایجاد اور صحیح فکر کی نفی نہیں کرتے۔ اور نہ اس کو الحاد اور بے دینی کہتے ہیں، کوئی عالم ایسا نہیں جو چاند پر پہنچنے کے دعوے کو بے دینی کہتا ہو کہ جو دعویٰ کرے گا کہ ہم چاند پر پہنچ گئے تو وہ بے دین ہے۔ کوئی عالم ایسا نہیں کہ جو اس کو بے دینی کہے کہ اگر ہم یہ نظریہ پیش کریں کہ چاند گھوم رہا ہے، ستارے گھوم رہے ہیں، سورج گھوم رہا ہے، زمین گھوم رہی ہے، یہ بے دینی ہے۔ کوئی

عالم ایسا نہیں ہے جو کوئی ایسی بات کہہ سکے سوائے اس کے کہ کوئی بہت ہی کم علم کہ جس کو دنیا کا پتا ہی نہ ہو، وگرنہ جو قرآن اور حدیث پر نظر رکھنے والا عالم ہے وہ ان چیزوں کا انکار نہیں کرتا اور ان چیزوں کو بے دینی قرار نہیں دیتا۔

تو عرض کرر ہا تھا کہ اس وقت یہ ماحول پیدا ہو گیا، چپقلش کا ماحول، افراط تفریط کا ماحول دونوں طبقے اپنی حدود سے تجاوز کر گئے اور مذہب کا مذاق اُڑایا جانے لگا، اور روحانیت کا مذاق اُڑایا جانے لگا، یہ موقعہ تھا کہ مسلمان اُٹھتے اور یورپ میں اسلام کی تبلیغ کرتے مگر مسلمان اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھا سکے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورے یورپ پر مادی سوچ کا، دجالی سوچ کا غلبہ ہو گیا۔ کیا معیشت، کیا معاشرت، کیا تجارت، کیا سیاست، کیا حکومت، کیا نفسیات، کیا اخلاق، کیا علم، کیا ادب ہر چیز پر مادیت کا غلبہ اور عقل سے جو ماوراء چیزیں ہیں ان کا انکار، اللہ کا انکار، نبوت کا انکار، مذہب کا انکار، آخرت کا انکار، فرشتوں کا انکار، تقدیر کا انکار، جنت و دوزخ کا انکار، یہ ایک عمومی فضا بن گئی، زیادہ سے زیادہ دانشوروں نے یہ رعایت دی کہ اگر کسی کا مذہب کے بغیر گذارا نہیں ہوتا تو وہ مذہب کو اپنی پرائیویٹ زندگی میں اختیار کرے ایسا مذہب نہ تجارت سے تعلق، نہ سیاست سے تعلق، نہ اجتماعی زندگی سے تعلق، کہ مذہب ایک پرائیویٹ معاملے کے طور پر تو رکھ سکتے ہو لیکن اجتماعی زندگی کے ساتھ مذہب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مغربیت زدہ مسلمانوں کی غلط سوچ

آج مسلمانوں کے اندر بھی بعض یہ کوشش کر رہے ہیں اور اکثر اس

کے حوالے ہمیں بعض دانشوروں اور صحافیوں، کالم نگاروں کی تحریرات میں ملتے ہیں کہ مذہب ایک انسان کا معاملہ ہے اور اس کے بارے میں ہمیں کوئی بحث نہیں کرنی چاہیے، تجارت ہم جیسے چاہے کریں، حکومت جیسے چاہے چلائیں، سیاست جیسے چاہے کریں لیکن مذہب وہ اپنی ذاتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، گھر کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اس کا بازار سے، مارکیٹ سے، ایوان حکومت سے، بین الاقوامی معاملات سے کوئی تعلق نہیں، تو یہ مادی سوچ، یہ دجالی سوچ، پوری مغربی تہذیب پر چھائی ہوئی ہمیں نظر آتی ہے۔

اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کا نعرہ الگ الگ ہے

میں اگر اس دجالی اور مادی سوچ کا ایک جملے میں خلاصہ نکالنا چاہوں تو وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں یہ ہوگا: حضرت نے فرمایا کہ آج کی مغربی دجالی تہذیب کا حقیقت میں نعرہ یہ ہے کہ

لَامَوْجُوْدَ اِلَّا الْبَطْنُ وَالْمِعْدَةُ۔

سوائے پیٹ اور معدہ کے کوئی چیز موجود نہیں۔ جبکہ اسلام کا نعرہ کیا ہے:

لَامَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

لَامَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

لَامَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰہ

لَامَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

اسلام کا نعرہ تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی محبوب نہیں، اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ کے

سوا کوئی موجود نہیں، حقیقی وجود تو صرف اللہ کا ہے۔ جبکہ مغربی تہذیب نے جو نعرہ دیا، جو سوچ دی وہ یہ کہ پیٹ کے سوا، معدے کے سوا، مادی فائدے کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں۔ اصل مقصود انسان کی زندگی کا معدہ اور پیٹ اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے، تو یہ جو چوتھا اور پانچواں سوال تھا مسلمانوں کے زوال اور مغربی تہذیب کے عروج سے دنیا کس خسارے سے دوچار ہوئی۔ تو ان دونوں سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی گئی۔

دجالی تہذیب کے عناصر اربعہ

چھٹا سوال یہ ہے کہ دجالی تہذیب کے ترکیبی عناصر کیا ہیں؟ دجال اور دجالی تہذیب کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکیں، بہت سی کتابیں لکھی جارہی ہیں، کچھ ہی عرصہ میں اس وقت بہت سی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، میں ان کتابوں کے اور احادیث کے مطالعے کے بعد جس نتیجے پر پہنچا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ دجالی تہذیب کے چار ترکیبی عناصر ہیں:

پہلا عنصر دجل:

سب سے پہلا عنصر اس کا وہ ہے: دجل، جیسا کہ حضرت ندویؒ نے بھی لکھا کہ دجّال کا سب سے بڑا تعارف خود دجال کا نام ہے، دجّال کا لفظ ہی دجال کا سب سے بڑا تعارف ہے۔

دجال کا معنی کیا ہے؟ فریب دینے والا، دھوکا دینے والا، ملمع سازی کرنے والا۔ یہ جو دجالی تہذیب ہے (اور میں مغربی تہذیب کو بھی دجالی

تہذیب ہی سمجھتا ہوں) اس کا پہلا عنصر دجل اور فریب ہے، دھوکہ، جھوٹ، ملمع سازی۔ لیکن یہ کہ عام ایمان دار دھوکا دیتا ہے کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال کی چیزوں میں۔ اور یہ دھوکا دیتے ہیں نظریات میں، افکار میں۔ اپنے جھوٹے نظریات کو انہوں نے ملمع سازی کے زور پر پوری دنیا میں مقبول کروادیا، ان کا پرچار کردیا۔ مثال کے طور پر ان کا ایک نعرہ ''آزادی نسواں'' عورت کو آزادی دی جائے۔ اب یہ بظاہر خوب صورت نعرہ ہے۔ جب آزادئ نسواں کا نعرہ لگاتے ہیں اور اس میں عورت کی مظلومیت کو بیان کرتے ہیں تو بعض دیہاتوں کی عورتوں کے مناظر دکھاتے ہیں، جلی ہوئی عورتوں کے مناظر دکھاتے ہیں، اور ستم رسیدہ عورتوں کے مناظر کی کہانیاں بیان کرتے ہیں کہ عورت کتنی مظلوم ہے، لیکن کیا واقعی یہ مظلوم عورت کو حق دینا چاہتے ہیں؟ نہیں! یہ عورت کو مزید ظلم وستم کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔

آزادی نسواں کی حقیقت:

آزادی نسواں کے نعرے کا مقصد عورت کو حقوق دینا نہیں ہے، بلکہ عورت کو ایک جنس ارزاں بنانا، ایک عیاشی کا سامان بنانا۔ اب بتایئے کہ پردے کا کیا تعلق ہے آزادی نسواں کے ساتھ؟ کیا اگر عورت کو پردے سے محروم کردیا جائے تو عورت کو آزادی مل جائے گی؟ عورت کو شوپیں بنادیا جائے تو کیا یہ عورت کو آزادی مل گئی؟ عورت کو بدکاری کی، زناکاری کی آزادی دے دی جائے تو کیا یہ عورت کو آزادی مل گئی؟ تو بظاہر یہ لفظ خوب صورت اور بڑا پرکشش نظر آتا ہے ''آزادی نسواں''، لیکن اس کے پیچھے

جو مقاصد ہیں وہ بڑے خطرناک ہیں، ہمارے خاندانی نظام کو، دنیا بھر کے خاندانی نظام کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، اس طریقے سے کہ نکاح کی ضرورت ہی محسوس نہ کی جائے، مقصد بس اپنی شہوت کی پیاس بجھانا، خواہ وہ کسی بھی طریقے سے بجھا لی جائے، جب چاہے، جس عورت کے ساتھ چاہے اپنی شہوانی پیاس بجھائے، باقی نکاح کی ضرورت نہ رہے۔ کہاں تو وہ عورت جو منکوحہ بن کر حقوق کی حق دار بنتی ہے، اور گھر کی شہزادی بنتی ہے، اور کہاں وہ عورت جو چند روپے کے بدلے میں بازاروں میں، چوراہوں میں، بازاروں میں، مارکیٹوں میں اپنی عزت و ناموس لٹاتی بیچتی پھرتی ہے تو مقصد عورت کو حقوق دینا نہیں ہے، لیکن نعرہ بڑا پرکشش ہے۔

آزدی اظہار رائے

اسی طریقے سے یہ آزادیٔ رائے: کہ بھائی ہر شخص کو حق حاصل ہے اپنی رائے کا اظہار کر سکے۔ اب بظاہر بڑا پرکشش نعرہ ہے، کسی پر کوئی پابندی نہیں جو چاہے اپنی رائے کا اظہار کر دے، بہت اچھا نعرہ ہے لیکن ظالم اس نعرے کی آڑ میں کیا چاہتے ہیں؟ یہ کہ جو چاہے اللہ کا مذاق اڑا دے، جو چاہے نبی کا مذاق اڑا دے، جو چاہے قرآن کا مذاق اڑا دے، جو چاہے مقدس شخصیات کا مذاق اڑا دے، فرشتوں کا مذاق اڑا دے۔ جب اعتراض کیا جائے ارے ایسا کیوں کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں: یہاں تو آزادی اظہار رائے ہے: ہر شخص کو اپنی رائے پیش کرنے کا حق حاصل ہے، اس پر ہم کوئی پابندی نہیں لگا سکتے۔

معیارِ زندگی کی بلندی:

ان کا ایک تیسرا نعرہ دیکھیں: معیارِ زندگی کی بلندی، معیارِ زندگی کو بلند کیا جائے۔

یہ معیارِ زندگی کو بلند کرنے کا نعرہ کتنا پرکشش ہے کہ زندگی کا معیار بہتر سے بہتر ہو، لیکن اس نعرے کے ضمن میں کیا کیا جا رہا ہے؟ بے پناہ خواہشات کو بڑھا دیا گیا، جبکہ آمدنی کے ذرائع کم۔ چنانچہ ہر شخص پریشان ہے، ہر شخص سودی قرضے لینے پر مجبور ہے، تاکہ اپنے معیارِ زندگی کو بلند کر سکے، میں بھی چاہتا ہوں زید بھی چاہتا ہے، بکر بھی چاہتا ہے، خالد بھی چاہتا ہے: میری زندگی کا معیار بلند ہو۔ جو جھونپڑا نہیں بنا سکتا وہ بنگلہ بنانے کے چکر میں ہے، جو موٹر سائیکل نہیں خرید سکتا وہ کار خریدنے کے چکر میں ہے۔ معیارِ زندگی کی بلندی: سودی قرضے لے رہے ہیں، ساری انسانیت کو سودی قرضوں میں جکڑ دیا گیا تو یہ جو دجالی تہذیب ہے، اس کا پہلا عنصر، پہلا لازمی جزو دجل اور فریب ہے کہتے کچھ ہیں، اور مقاصد کچھ اور ہیں۔

دوسرا عنصر مادیت:

دوسرا عنصر جو میں جو سمجھتا ہوں وہ مادیت ہے، بس جو کچھ ہے وہ بظاہر نظر آنے والی زندگی ہے روحانیت کوئی چیز نہیں ہے۔

تیسرا عنصر حصولِ لذت:

تیسرا اس کا بنیادی عنصر لذئیت حاصل کرنا ہے، لذت حاصل کرنا یہ

دجالی تہذیب کا ایک بنیادی عنصر ہے، ہر شخص کو حق حاصل ہے جس طریقے سے چاہے لذت حاصل کرے۔

چوتھا عنصر شہوانیت

چوتھا اس کا عنصر وہ شہوانیت ہے یہ چار بنیادی عناصر ہیں۔

بغاوتِ خداوندی کی مثال

ابھی آپ نے دیکھا کہ اخبارات میں ابھی پرسوں یہ خبر پڑھی کہ امریکی صدر اوباما نے ہم جنس پرستوں کی حمایت کی۔ آپ اندازہ کیجیے! پڑھے لکھے لوگ ہیں ہم جنس پرستی کی حمایت کی جارہی ہے، فطرت کے خلاف جنگ کی جارہی ہے۔ اور جب اس نے ہم جنس پرستوں کی حمایت کی تو اخبارات نے لکھا کہ اس کی حمایت میں ایک دم امریکا میں اضافہ ہوا، لوگ اس کی طرف پلٹ پڑے۔ یعنی ایک فرد کا تباہ ہونا الگ رہا، ایک گروہ کا تباہ ہونا الگ رہا پورا معاشرہ پورے لوگ انارگی کی طرف، اللہ کی بغاوت کی طرف جارہے ہیں۔ وہ گناہ جس کی وجہ سے ایک قوم کو صفحہ ہستی سے مٹایا گیا اور اس طریقے سے مٹایا گیا، کہ کسی قوم کو ایسا عذاب نہیں دیا گیا جو عذاب ہم جنس پرست قوم کو دیا گیا۔ یعنی ان کی ہستی کو اٹھا کر آسمانوں تک لے جایا گیا، اور وہاں سے اوندھے منہ پٹخ دیا گیا۔ یہاں تک کہ سب تباہ و برباد ہوگئے۔ آج اس شخص اوباما نے اس کی حمایت کی، اس قوم کی حمایت کی جو اس گندے عمل میں مبتلا ہیں، تو پورے امریکا میں اس کی حمایت میں اضافہ

ہو گیا۔

دجالی تہذیب اور اسلامی تہذیب میں تضاد

آپ اگر غور کریں تو دجالی تہذیب اور اسلامی تہذیب میں سخت تضاد اور ٹکراؤ ہے، اور بار بار میں اس کی وضاحت کرتا ہوں اپنے اساتذہ، اپنے مشائخ کے افادات کی روشنی میں کہہ رہا ہوں، آج کی مغربی تہذیب حقیقت میں دجالی تہذیب ہے۔ تو اس مغربی تہذیب کا اسلامی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں بلکہ تضاد ہے۔ اور سب سے بڑی جو آج جنگ ہے ان دو تہذیبوں کے درمیان ہے۔ دیکھیے: کون سی تہذیب غالب آتی ہے، دجالی تہذیب غالب آتی ہے یا اسلامی تہذیب غالب آتی ہے، آپ دیکھیں: میں نے عرض کیا کہ دجالی اور مغربی تہذیب میں جو پہلا عنصر ہے وہ دجل ہے فریب ہے۔

اسلامی تہذیب اور اُس کی حقانیت:

اسلامی تہذیب کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جو سچ ہے اُس کو سچ کہو، اور جو حق ہے، اس کو حق کہو، اور جو باطل ہے اس کو باطل کہو۔ باطل کو باطل کہو اور اس کے ختم کرنے کی کوشش کرو، حق کو حق کہو اور اس کو پھیلانے کی کوشش کرو۔ ہمیں سکھایا گیا کہ تم اللہ سے دعا کیا کرو:

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔

اے اللہ! ہمیں جو حق ہے اس کا حق ہونا بتا دے، سمجھا دے، دل میں اتار دے، اور اس کی اتباع کی توفیق دیدے، اور باطل کا باطل ہونا ہم پر کھول دے، اور پھر اس سے بچنے کی ہمیں توفیق دیدے۔

اسی طریقے سے بڑی پیاری دعا:

اَللّٰھُمَّ اَرِنِیْ حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ

اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت بتا دے، چیزوں کی حقیقت، شخصیات کی حقیقت، نظریات کی حقیقت، یہ نظریہ، یہ شخصیت، یہ چیز حق یا باطل ہے؟ اے اللہ! ہم پر اس کو کھول دے! تو دجل نہیں ہے، بلکہ حقیقت، سچ، حق۔ جو حق ہے اس کو حق کہو اور حق کو پھیلاؤ، اور جو باطل ہے اس کو باطل کہو اور اس کو مٹانے کی کوشش کرو۔

اسلامی تہذیب کی روحانیت:

اسی طریقے سے اس مغربی دجالی تہذیب میں مادیت ہے اور اسلامی تہذیب میں روحانیت ہے۔ روحانیت کو ایک مبارک جملے میں اگر بیان کرنا چاہوں تو یہاں پر بھی حضرت ندویؒ کی کتاب کا سہارا لوں گا، انہوں نے جو سورۂ کہف کی تفسیر لکھی تو اس میں فرمایا پوری سورہ کہف کی تفسیر کا خلاصہ ایک جملہ ہے، اور وہ کیا؟

مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ، وَمَالَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ

جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے وہ جو اللہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوسکتا، جو

مادیت کے پرستار ہیں، جو اسباب کو خدا کا درجہ دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اسباب سے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک مومن کی سوچ یہ ہے کہ اسباب میں اثر اللہ ڈالتا ہے، اللہ چاہے گا تو ہوگا، اللہ نہیں چاہے گا تو نہیں ہوگا۔ ہمیں ہزار بار نہیں، خدا کی قسم! کروڑ بار دکھا دیا جائے، اور آنکھوں سے ہم دیکھ لیں کہ اسباب سے یہ کر رہے ہیں، اسباب سے وہ کر رہے ہیں، ہم اس کو نہیں مانیں گے، ہمارا عقیدہ ہمارا یقین یہی ہے: وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا، اور جو اللہ نہیں چاہے گا نہیں ہوسکتا۔ سبب میں اثر اللہ پیدا کرتا ہے: اگر اللہ اثر پیدا نہ کرے تو سبب ہمارے مسئلے حل نہیں کرتا، سبب کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوسکتا۔

اسی طریقے سے میں نے عرض کیا کہ اس میں لذتیت اور شہوانیت یہ بنیادی عناصر ہیں، اسلام کہتا ہے: لذت کا حصول جائز ہے لیکن حدود کے دائرے میں، شہوت کی تکمیل جائز ہے لیکن حدود کے دائرے میں، اسلامی حدود سے آگے بڑھ کر کسی لذت کا حصول اور کسی شہوت کی تکمیل کی اسلام ہمیں اجازت نہیں دیتا۔

تو بھائی! یہ دجالی تہذیب کے بنیادی چار عناصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی دجالی تہذیب سے حتی الامکان بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آج ہمیں عروج کیسے حاصل ہوگا؟

اب آخری سوال کی طرف آرہا ہوں۔ سوال یہ تھا کہ امتِ مسلمہ کے زوال کو عروج میں کیسے تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

پہلا قول

میں یہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس مشہور قول کا سہارا لوں گا جس میں وہ فرماتے ہیں:

لَا یَصْلُحُ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهَا

اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح بھی اُسی چیز سے ہوسکتی ہے جس چیز سے اس اُمت کے پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی، جس چیز نے اس امت کے پہلے حصے کے زوال کو عروج میں بدلا تھا، اسی چیز سے اس امت کے آخری حصے کے زوال کو بھی عروج میں بدلا جاسکتا ہے یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

دوسرا قول

ایک اور قول سنانا چاہوں گا، اسی قریب کے زمانے کے مفکر عالم اور قائد کا۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا تھا: اگر کوئی شخص زوال امت کا علاج دریافت کرے، اور وہ کہے ایک ہی جملے میں امت کے زوال کا علاج بیان کیا جائے! تو میں یہ کہوں گا کہ امت کے زوال کا علاج یہ ہے کہ قرآنی معارف بیان کرنے والے مرشدین اور صادقین پیدا کیے جائیں تو اس امت کے زوال کو عروج میں بدلا جاسکتا ہے۔

امت کے اولین لوگوں کے عروج کا سبب:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ امت کے پہلے حصے کو جس چیز سے

عروج ملا تھا اس امت کے آخری حصے کو بھی اسی سے عروج مل سکتا ہے تو وہ کیا چیز تھی جس سے امت کے پہلے حصے کو عروج ملا؟ وہ قرآن تھا! قرآن کے ساتھ تعلق، قرآن کا فہم، قرآن پر عمل اور قرآن کو اپنا دستور اور منشور بنانا۔ یہ چیز تھی جس نے عرب کے بدؤں کو، اور عرب کے چرواہوں کو زمانے کا امام بنا دیا۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں جو پہلے بھی سنائے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا صحابہ سے کہ: ہم عرب دنیا کی سب سے ذلیل قوم تھے، ہمیں نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، لیکن ہمیں عزت ملی، عروج ملا، کلمہ طیبہ:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

کی بنیاد پر۔ اگر ہم دوسری چیزوں میں عروج اور کمال تلاش کریں گے تو پھر ہم دوبارہ ذلیل ہو کر رہ جائیں گے۔

تو میرے بھائیو، میری بہنو! امت کے پہلے حصے کو عروج ملا، کمال ملا قرآن کی بنیاد پر، ایمان کی بنیاد پر۔ آج بھی اگر عروج اور کمال مل سکتا ہے تو وہ قرآنی تعلیمات کی اتباع کی بنیاد کی بنا پر۔

تیسرا قول

میں تیسرا قول اس موقع پر سنانا چاہوں گا۔ ایک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول، ایک مولانا آزاد کا، اور تیسرا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا جو بارہا آپ نے سنا ہوگا (اور واقعتاً حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس برصغیر میں امت کا ان سے بڑا شاید ہمدرد، خیر خواہ ان کے بعد کوئی پیدا نہیں ہوا ہے،

ان سے بڑے علامہ بھی ہیں، ان سے بڑے مفتی بھی ہیں، ان سے بڑے محدث بھی ہیں، ان سے بڑے مفسر بھی ہیں، لیکن امت کا نباض، امت کی نبض پر ہاتھ رکھنے والا، اور امت کے عروج وزوال کے اسباب کو سمجھنے والا اور ان کا حل پیش کرنے والا، عملی طور پر اس کے لیے قدم اٹھانے والا شاید ان سے بڑا کوئی نہ ہو) تو مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے تھے تو مشہور ہے انہوں نے فرمایا کہ: میں نے جیل کی تنہائیوں میں مسلمانوں کے زوال پر، پستی پر غور کیا تو دو سبب سمجھ میں آئے: ایک تو امت کے اندر انتشار اور افتراق، اور دوسرے امت کی قرآن سے دوری۔ یہ ہے امت کے زوال کا سبب۔ اور فرمایا کہ: جیل ہی سے میں عزم کر کے آیا ہوں کہ حتی الامکان انتشار اور افتراق کو ختم کرنے کی کوشش کروں گا، اور قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کروں گا، بچوں کے لیے مکاتب قائم کروں گا اور بڑوں کے لیے درس قرآن کے حلقے قائم کروں گا۔ تو یہ تین نام ہو گئے۔

چوتھا قول

ایک چوتھا نام میں پیش کروں گا شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اور میں چوں کہ بعض اوقات علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتا رہتا ہوں۔ اور بعض حضرات جو کہتے ہیں کہ وہ تو داڑھی مونڈتے تھے اور پھر ان کی بعض باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان سے بعض لوگوں کو اختلاف ہے تو ان کو تعجب ہوتا ہے کہ اقبال کی کیوں تعریف کی جا رہی ہے؟ اس لیے میں اپنی دفاع کے لیے

اور اپنی بات کو موکد اور موید بنانے کے لیے کم از کم دو ناموں کا سہارا لیتا ہوں: ایک تو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔ وہ صرف بہت بڑے عالم ہی نہ تھے بلکہ واقعتاً امت کے بہت بڑے ہمدرد اور خیر خواہ بھی تھے، اور عالمی سطح پر ان کی علمیت کو، ان کے مقام کو، ان کے کمال کو تسلیم کیا گیا۔انہوں نے ''روائع اقبال'' کے نام سے عربی میں ایک کتاب لکھی ،جس میں عالم عرب کو اقبال کی شاعری سے، اقبال کی فکر سے روشناس کروایا ۔اور دوسرا نام: ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حیدر آباد والے) انتقال فرما گئے ،قدیم اور جدید دونوں علوم کے وہ حامل تھے۔ اور پاکستان میں ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کی سرپرستی میں جتنے طلبہ نے پی ایچ ڈی کی غالباً پاکستان کی تاریخ میں اتنے طلبہ نے کسی کی سرپرستی میں نہیں کی ۔اور سو کے قریب کتابیں لکھیں ،اور ان کی وہ بہت زبردست کتاب ''اقبال اور قرآن'' جو بارہ تیرہ سو صفحے کی کتاب ہے، جس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ یہ بتائیں کہ اقبال کی شاعری حقیقت میں قرآن کی ترجمانی ہے الا ماشاء اللہ تو میں اقبال کا حوالہ دیتا ہوں، نہ تو میں ان کو مفتی سمجھتا ہوں، نہ محدث، نہ مطلق مقتدا کہ ان کی ہر بات میں اقتدا کی جا سکے، اور ان کی ہر بات کو صحیح تسلیم کیا جا سکے، لیکن اس میں شک نہیں کہ اقبال امت کا ایک خیر خواہ تھا اور قرآن کریم کا طالب علم اور قرآن کریم کا ترجمان تھا۔ ممکن ہے اس سے کہیں کچھ غلطی ہو گئی ہو، لیکن جان بوجھ کر میرا گمان یہ ہے کہ کہیں بھی قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کہی یا قرآنی مقاصد اور معانی کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے

کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں ان کا یہ دعویٰ پڑھ کر لرز گیا ایک جگہ وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اگر میں نے اپنی شاعری میں کوئی بات قرآن کی ترجمانی کے، قرآن کے مقاصد کے خلاف کہی ہو تو مجھے قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے قدموں کے بوسے سے محروم فرما دینا، اور مجھے قیامت کے دن سر عام رسوا کر دینا۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ سے انہوں نے مناجات کی۔ بہرحال اقبال بھی قرآن کے حوالے سے اور امت نے جو قرآن کے بارے میں رویہ اختیار کیا اس کے حوالے سے جو کچھ کہتے ہیں میں چند اشعار آپ کو سنانا چاہوں گا۔

(زیادہ تر تو اشعار ان کے فارسی میں ہیں کچھ اردو میں بھی ہیں)

اقبال کہتے ہیں:

خوار از مہجوری قرآن شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی

اے مسلمان! تو ذلیل و خوار تو ہو گیا ہے قرآن کو چھوڑ کر، مگر شکوہ کرتا ہے گردش دوران کا۔

مسلمان اصل تو ذلیل ہوا، پستی میں گیا قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے، لیکن شکوہ کرتا ہے مغربی سازشوں کا، سامراجی سازشوں کا، گردش دوران کا۔ لیکن جو اصل حقیقت ہے اس کا اقرار نہیں کرتا، اور پھر وہ کہتے ہے:

اے چوں شبنم بر زمین افتندہ ای
در بغل داری کتابِ زندہ ای

اے مسلمان! کہ تو شبنم کے قطرے کی طرح زمین پر ذلیل ہو کر پڑا ہوا ہے۔ تیری بغل میں زندہ کتاب ہے، اگر تو اس کو تھام لے تو اللہ تعالیٰ تجھے عزت و رفعت سے نواز سکتے ہیں۔

اور کہتے ہیں:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اور پھر کہتے ہیں:

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دین

آج مسلمانوں کا عملی نظام کیا ہے؟

ہم سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف تو بولتے ہیں، امریکا کے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف، برطانیہ کے، مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف، لیکن آج عالم اسلام نے کون سا نظام اپنایا ہوا ہے کیا یہ اسلامی نظام ہے؟ کیا یہ قرآنی نظام ہے؟ نہیں! وہی مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام ہے جو مسلمان نے اپنا رکھا ہے۔ اقبال کہتا ہے:

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں

اور پھر کہتے ہیں:

بہ آیاتش ترا کاری جزایں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

اے مسلمان! تیرا قرآن کے ساتھ بس اتنا ہی تعلق رہ گیا ہے کہ تیری سوچ یہ ہے کہ: اگر قریب المرگ کے قریب یاسین پڑھی جائے تو جان آسانی سے نکل جاتی ہے۔ بس! یہ مسلمان کی سوچ رہ گئی کہ مرنے والے کے پاس یاسین پڑھ دو تو جان آسانی سے نکل جائے گی؟ او اللہ کے بندے! یہ کتاب مُردوں کے لیے نازل نہیں ہوئی، زندوں کے لیے نازل ہوئی۔ یہ تجھے عزت دینے کے لیے نازل ہوئی اللہ کے نبی نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ

اللہ اس کتاب کی وجہ سے بعض کو ذلیل کرتا ہے بعض کو عزت عطا فرماتا ہے۔ ذرا توجہ سے سنیے گا! فرماتے ہیں:

صوفی پشمینہ پوش حال مست
از شراب نغمۂ قوال مست

آتش از شعر عراقی دردلش
درنمی سازد بہ قرآن محفلش

یہ صوفی صاحب جنہوں نے اون کا لباس پہنا ہوا ہے، قلندرانہ و فقیرانہ، درویشانہ لباس پہنا ہوا ہے، یہ قوالی سے تو مست ہو جاتے ہیں، اور عراقی کا شعر سن کر اور فلاں اور فلاں کا شعر سن کر ان پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، لیکن ان کی محفل میں قرآن کا گزر نہیں ہوتا ہے۔

کتنے لوگ ہیں جھوٹی حکایتیں، جھوٹی کہانیاں، قوالیاں اور شاعری سن کر (اللہ اکبر)! وجد کی کیفیت، جھومتا ہے، مذاق ہے، نوٹ نچھاور کیے جاتے ہیں، پڑھنے والوں پر، مقابلہ جاری ہوتا ہے، لیکن قرآن بیان کرنے سے نیند طاری ہو جاتی ہے، قرآن کو سننا ہی نہیں چاہتا۔ ایسا ماحول خراب ہوا کہ آج جو اچھے اچھے واعظ ہیں وہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ میں کچھ تھوڑا سا قوالی بھی کروں تاکہ کم از کم میرا وعظ تو سنا جائے تو بڑے بڑے خطیب بھی قوال بن گئے، بڑے بڑے واعظ بھی قوال بن گئے، تاکہ لوگ ان کی تقریر تو سنیں۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بغیر کوئی تقریر سنتا ہی نہیں ہے، اور کہتے ہیں:

واعظ دستان زن و افسانہ بند
معنی او پست و حرف او بلند
از خطیب و دیلمی گفتار او
یا ضعیف و شاذ و مرسل کار او

یہ واعظ جو ہاتھ ہلا ہلا کر تقریر کرتا ہے، اقبال کہتے ہیں کہ اس کے الفاظ بہت اونچے معنی اور مقصد بڑا پست، کبھی خطیب کی موضوع روایتیں بیان کرتا ہے، کبھی دیلمی کی موضوع روایتیں بیان کرتا ہے، لیکن قرآن بیان نہیں کرتا۔ ہائے اللہ! آخری اشعار سنا رہا ہوں، اور سچی بات یہ کہ میں نہیں دیکھتا کہ کہنے والا کون ہے، لیکن اللہ نے عجیب اشعار کہلوا دیے اقبال سے، کہتے ہیں:

فاش گویم آنچہ در دل مضمراست
ایں کتاب نیست چیزے دیگر است

جو میرے دل میں بات چھپی ہوئی میں علی الاعلان کہہ رہا ہوں:
قرآن کتاب نہیں ہے، یہ تو کوئی اور چیز ہے۔ اس کی تاثیر، اس کی جامعیت، اس کی معنویت، اس کی گہرائی وہ مجھے یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ لوگو! جو تم رسمی طور پر قرآن کو کتاب سمجھتے ہو تو یہ وہ کتاب نہیں، یہ تو کوئی اور ہی چیز ہے۔

مثل حق پنہاں و ہم پیداست ایں
زندہ او پائندہ و گویا ست ایں

کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرح یہ کتاب، یہ قرآن اپنے نازل کرنے والے اللہ کی طرح ظاہر بھی ہے، پوشیدہ بھی ہے۔ آپ نہیں سمجھے کیا بات کہہ گئے اقبال: اللہ کے بارے میں اگر سوال کیا جائے کہ کہاں ہے؟ تو آپ کہہ سکتے ہیں: کہیں بھی نہیں، اللہ تو ہر جگہ ہے، مسجد میں بھی وہ، مندر میں بھی وہ، جنگل میں بھی وہ، آبادی میں بھی وہ، فضا میں بھی وہ، ہوا میں بھی، سورج کی کرنوں میں بھی وہ، چاند کی روشنی میں بھی وہ، ہر جگہ وہ ہے اور ویسے کہیں بھی نہیں، اس کا وجود اتنا عام ہے کہ ہر جگہ وہ، اور ویسے کہیں بھی نہیں ہے۔ اس کا وجود اتنا عام ہے کہ ہر جگہ وہ اور ویسے کہیں بھی نہیں۔

قرآن آسان اتنا کہ ایک چرواہا بھی سمجھ لے، اور مشکل اور گہرا اتنا کہ خدا کی قسم! اگر اس برصغیر کے ذہین انسان انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو نوح علیہ السلام جتنی زندگی مل جاتی ساڑھے نو سو سال اور وہ قرآن میں غور کے

علاوہ کچھ نہ کرتے تو میں قسم کھا کے کہتا ہوں: وہ ساڑھے نوسو سال کے بعد کہتے: میں قرآن کا حق ادا نہیں کر سکا ہوں، قرآن کی گہرائی تک نہں پہنچ سکا ہوں۔ گہرا اتنا ہے جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے گا قرآن کے حقائق کھل جائیں گے اور قرآن اپنے آپ کو منوائے گا۔

قرآن خود اپنی صداقت پر دلیل ہے

یہ یاد رکھنا قرآن اپنے آپ کو منوائے گا، ہم مسلمانوں نے تو قرآن سے بے وفائی کی ہے، قرآن کے حقوق ادا نہیں کیے، لیکن قرآن اپنے آپ کو منوائے گا، یہ زندہ کتاب ہے، ایسے نہیں پادری جل رہے، اس کو جلاتے ہیں۔ ارے ایک پادری کے جلانے سے قرآن دنیا سے مٹ نہیں جائے گا۔ خدا کی قسم! اور ابھرے گا قرآن کریم۔

اور آخری شعر ہے اقبال کا، وہ کہتے ہیں:

چوں بجان در رفت جان دیگر شود
جان چوں دیگر شود جہاں دیگر شود

تعلیمات قرآنی ہی انسان کو انسان بناتی ہیں

قرآن جب اندر اتر جاتا ہے تو انسان بدل جاتا ہے اور جب انسان بدل جائے تو جہاں بدل جاتا ہے۔ جب قرآن اندر اترے جبکہ ہمارے ہاں قرآن کہاں اندر اترتا ہے اللہ نے فرمایا تھا۔ وہ وقت آئے گا لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ہم ہیں وہ لوگ جھوٹ کیوں بولیں سچائی کا اقرار کرو، ہم ہیں وہ لوگ کہ ہمارے حلق سے قرآن نیچے نہیں

اترتا اوپر اوپر سے لفظ بھی ہے آواز بھی ہے قرأتیں بھی ہیں، تجوید بھی ہے، تلفظ بھی ہے سب کچھ ہیں لیکن قرآن اندر نہیں اترتا، اندر اتر جائے تو جان بدل جائے انسان بدل جائے اور جب انسان بدلے گا تو پھر جہاں بدل جائے گا اور مجھے یقین ہے جب قرآن کریم کے ساتھ ہم سچا تعلق قائم کریں گے اس کو سمجھیں گے، اس پر عمل کریں گے، اس کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے، اس کو اندر اتار لیں گے تو خدا کی قسم ہم بدل جائیں گے، ہمارا زوال عروج میں بدل جائے گا یہ دنیا پھر ہماری ہوگی، ہم قرآن کو اپنا قائد مانیں گے دنیا ہمیں اپنا قائد مان لے گی۔ صحابہ نے قرآن کو قائد مانا تھا قرآن کے پیچھے چلے قرآن نے ان کو بلندی عطا کر دی ہمارا زوال عروج میں نہیں بدل سکتا جب تک کہ ہم قرآن کو نہ تھامے، یہ آخری نکتہ ہے آخری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قرآنِ کریم کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دورِ جدید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

نشست اوّل

از افادات

داعیٔ قرآن، مُفسّرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نشست اوّل

۞......پیشین گوئیوں میں حکمت کیا ہے؟

۞......کیا چینیوں کو یاجوج ماجوج قرار دینا درست ہے؟

۞......کیا اہل مغرب پر دجال والی علامات صادق آتی ہیں؟

۞......فتنوں کے دور میں حفاظت ایمان کے لیے کیا کیا جائے؟

۞......قیامت کی بعض علامت ظاہر ہونے کے بعد قیامت کیوں نہیں آ رہی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ وَہُمۡ فِیۡ غَفۡلَۃٍ مُّعۡرِضُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡہُ وَہُمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ۙ﴿۲﴾

(سورۃ الانبیاء:۱)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم

قابلِ احترام خواتین وحضرات!

جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہمارے آج کے درس قرآن وحدیث کا موضوع ہے دورِ جدید اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں۔ یہ موضوع بڑا تفصیل طلب ہے اور ذہنوں میں اس کے بارے میں مختلف قسم کے اشکالات بھی پائے جاتے ہیں آج کی نشست میں ہم اس موضوع پر ایک عمومی گفتگو

کریں گے اور جو پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں اُن کے جوابات دیں گے۔

پیشین گوئی کسے کہتے ہیں؟

پیشین گوئی بعد میں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں وقت سے پہلے اطلاع اور خبر کو کہتے ہیں خود قرآن کریم نے کئی پیشین گوئیاں کیں اور سرورِ دو عالم ﷺ نے بھی اپنے زمانے کے اعتبار سے بھی پیشین گوئیاں فرمائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعتبار سے بھی پیشین گوئیاں فرمائیں، بعض متعین افراد کے اعتبار سے بھی آپ نے پیشین گوئیاں فرمائیں اور آنے والے دور کے اعتبار سے بھی آپ نے پیشین گوئیاں فرمائیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر پیشین گوئی:

مثال کے طور پر حدیبیہ کے مقام پر جب مسلمانوں نے اور مسلمانوں کے قائد حضور اکرم ﷺ نے بظاہر دب کر مشرکین کے ساتھ صلح کر لی اور ان کی بعض ناروا شرائط کو تسلیم کر لیا تو مسلمان بہت دلبرداشتہ سے ہوئے اور تو اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے عظیم انسان بھی ہمت شکستہ سے تھے اور کسی پل ان کو چین نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہم حق پر ہیں اور باطل والوں کی ہم نے کڑی شرائط مان لیں لیکن اللہ نے پیشین گوئی فرمائی:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ② وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ③

(سورۃ الفتح: ۱ ۲

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

(سورۃ الفتح:۲۷)

اور جیسے اللہ نے اعلان کیا ویسا ہی ہوا مسلمانوں کو فتح بھی نصیب ہوئی اور مسجد حرام میں امن اور عزت کے ساتھ وہ داخل بھی ہوئے۔

رومیوں کے غلبے کی پیشین گوئی:

اسی طرح جب رومی مغلوب ہو گئے اور ایرانی جنگ میں غالب آ گئے رومی اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود خدا پرست تھے اور ایرانی آتش پرست، بت پرست تھے گویا کہ رومی مسلمانوں کے زیادہ قریب تھے اور ایرانی مشرکین کے زیادہ قریب تھے ایرانیوں کی فتح پر اور رومیوں کی شکست پر مشرکین نے بڑی بغلیں بجائیں بڑا جشن منایا، مسلمانوں کو طعنے دیے، ڈرایا کہ جیسے رومی خدا پرست تھے شکست کھا گئے ہیں تم بھی ختم ہو کر رہ گئے اور اللہ پاک نے بظاہر ناموافق حالات میں یہ پیشین گوئی فرمائی:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ

(الروم:آیت ۴۱)

رومی مغلوب ہو گئے لیکن عنقریب چند ہی سالوں میں وہ غالب آئیں گے اور مورخین نے بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ اس وقت رومیوں کی

حالت کیا تھی اور ایرانیوں کی حالت کیا تھی، ایرانی ہر اعتبار سے فتح کے مستحق تھے، وہ منظم تھے، خوش حال تھے، تربیت یافتہ تھے وسائل بھی ان کے پاس تھے ان کے مقابلے میں رومی منتشر تھے، کوئی قیادت نہیں تھی، بدحال تھے لیکن اللہ نے اعلان کر دیا کہ یہ رومی غالب آئیں گے اور ایرانی مغلوب ہوں گے چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ اللہ نے فرمایا تھا اور اس وقت جبکہ مسلمان انتہائی کمزور تھے مکہ میں بھی ان کے غالب آنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا اللہ نے پیشین گوئی فرمائی:

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

(الفتح: آیت ۲۸)

میں نے اپنا رسول اس لیے بھیجا ہے کہ میں اپنے دین کو سارے دینوں پر، سارے شہروں اور سارے ملکوں پر غالب کر دوں اور ویسے ہی ہوا جیسے اللہ پاک نے فرمایا تھا۔

حضور ﷺ کی بہت جلد پوری ہونے والی پیشین گوئیاں

چند ایک پیش گوئیاں خود رسالت مآب ﷺ کی جو بہت جلد پوری ہوئیں اور آپ کی صداقت کی دلیل بنیں:

(۱)......غزوۂ خندق کے موقع پر مسلمان بظاہر کتنے کمزور تھے عرب کے سارے مشرکوں نے اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ پر یلغار کر دی تھی مسلمان ان کا مقابلہ تو کیا کر سکتے ان کے پاس پیٹ بھر کر کھانے کے لیے بھی

کچھ نہ تھا مشہور روایت آپ نے سنی ہوگی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی کمر سیدھی کرنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے اور آقا ﷺ نے دو پتھر، حالت یہ ہے لیکن جب آقا ﷺ نے چٹان پر کدال ماری، پہلی ضرب لگی تو آقا ﷺ نے فرمایا مجھے شام کے محلات کی کنجیاں دے دی گئیں، منافق لوگ حیران یہاں جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، کھلے میدان میں مشرکین کا مقابلہ تک نہیں کر سکتے، خندق کی کھدائی پر مجبور ہوئے، مسلمان دفاعی پوزیشن میں آگئے، کھانے کے لیے ان کے پاس کچھ نہیں اور خواب دیکھ رہے ہیں شام کے محلات کے، یہ ایسے ہی ہے جیسے بلاتشبیہ کہہ رہا ہوں آج جو ہماری حالت ہے پستی کی حالت، کمزوری کی حالت، مغلوبیت کی حالت، شکست خوردگی کی حالت، انتشار اور افتراق کی خالت ان حالات میں کوئی پیشین گوئی کرے کہ ہمیں برطانیہ کی حکومت دے دی گئی تو لوگ مذاق اڑائیں گے ارے! اس حالت میں برطانیہ کی حکومت کے خواب دیکھ رہے ہو یا کوئی کہے کہ ہمیں پیرس دے دیا گیا یا امریکا پر ہمارا قبضہ ہوگیا تو لوگ مذاق اڑائیں گے یقین کریں اس وقت کچھ اسی سے ملتی جلتی صورت حال تھی، مسلمان معاشی اور دفاعی حیثیت سے بہت کمزور تھے اور کافر بظاہر بڑے منظم، مسلح، خوش حال، وسائل ان کے پاس اور اردگرد کی ساری طاقتوں کی حمایت ان کو حاصل جیسے آج کل افغانستان میں تقریباً ۴۶ ملکوں کی افواج قاہرہ غریب افغانیوں کو کچلنے کے لیے جمع ہیں اور ہلمند پر انہوں نے ظالمانہ انداز سے چڑھائی کر دی تو اسی طریقے سے سارے قبائل، ساری طاقتیں،

ساری اقوام متحدہ مسلمانوں کے خلاف مجتمع ہوگئیں اور حضور کیا فرمارہے ہیں مجھے شام کے محلات کی کنجیاں، شام کا اقتدار دے دیا گیا دوسری ضرب ماری چٹان پر روشنی نکلی تیسری ضرب ماری تو آپ نے فرمایا کہ مجھے فارس کے محلات کی کنجیاں بھی دے دی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یمن کا اقتدار دے دیا گیا، لوگوں نے مذاق اڑایا یہ کن حالات میں پیشین گوئیاں کررہے ہیں۔ لیکن ویسا ہی ہوا جیسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے نکلا تھا شام بھی فتح ہوا آپ کے غلاموں نے فتح کیا فارس بھی فتح ہوا اور یمن پر بھی مسلمانوں کا اقتدار آیا۔

ہجرت کے موقع پر پیشین گوئی

نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کے بعد ایک دوسری پیشین گوئی ہجرت کے موقع پر جب کہ آپ جان اور ایمان بچا کر نکلے تھے جب کہ آپ تھے اور یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، دشمنوں نے اعلان کردیا ان دونوں کو جو کوئی پکڑ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے اس زمانے کا یہ بہت بڑا اعلان تھا کئی لوگوں نے قسمت آزمائی، سراقہ کسی طریقے سے سراغ لگاتے ہوئے آقا کے قریب پہنچ گئے حضور نے سراقہ کو دیکھ کر فرمایا

كَيْفَ بِكَ اِذَا اُلْبِسْتَ سِوَارَیْ كِسْرٰی

اے سراقہ! وہ کیا منظر ہوگا جب تم اسلام کے مجاہد بن کر ایران

میں جہاد کرو گے کسریٰ کو شکست ہوگی اور کسری کے کنگن تمہیں پیش کیے جائیں گے ان حالات میں جب مکہ مدینہ میں بھی جان محفوظ نہیں ہے اور دور دور تک نظر ہی نہیں آتا کہ ایران کو شکست ہوگی اور آقا فرما رہے ہیں

کَیفَ بِکَ اِذَا اُلبِستَ سِوَارِیٰ کِسریٰ

وہ بھی کیا منظر ہوگا سراقہ! جب تمہیں کسری کے کنگن پہنا دیے جائیں گے لیکن مستقبل نے ثابت کر دیا کہ آقا کی زبان سے جو کچھ نکلا وہ سچ تھا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایران فتح ہوا کسریٰ کا تاج وتخت مال غنیمت بنا اور اس کے کنگن لائے گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو بلایا سراقہ! آوَ اِلبِس

یہ کنگن پہن لو تھوڑی دیر کے لیے پہن لو مرد کے لیے سونا چاندی حلال نہیں ہے لیکن فرمایا کہ کچھ دیر کے لیے پہن لو اور فرمایا کہ میں نہیں پہنا رہا

اَلبَسَکَ اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ

یہ اللہ اور اس کے رسول تمہیں پہنا رہے ہیں تو جو آقا کی زبان سے نکلا وہ حقیقت بن کر رہا۔

جیسے اپنے زمانے کے اعتبار سے حضور اکرم ﷺ نے پیشین گوئیاں فرمائیں اور وہ پیشین گوئیاں سچی ثابت ہو کر رہیں، اسی طریقے سے آپ نے آنے والے دور کے اعتبار سے بھی پیشین گوئیاں فرمائیں اور وہ یکے بعد دیگرے سچی ثابت ہو رہی ہیں اور جو رہتی ہیں وہ سچی ثابت ہو کر

رہیں گی الحمدللہ ہمارا اس پر ایمان اور یقین ہے کہ نبوت کی زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی ہے یہ جو آپ نے گوئیاں فرمائیں ان کو کسی نے پیشین گوئیوں کا نام دے دیا کسی نے علامات قیامت کا نام دیا اور کسی نے فتنوں کا نام دیا، چنانچہ ہماری حدیث کی کتابوں میں جہاں کتاب الصلوٰۃ ہوتی ہے اور کتاب الزکوٰۃ ہوتی ہے کتاب الحج ہوتی ہے، کتاب الجہاد ہوتی ہے تو وہیں پر کتاب الفتن بھی ہوتی ہے جس میں قیامت تک آنے والے فتنوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کو جمع کیا جاتا ہے آپ ﷺ کو ان علامات کے بیان کرنے کا اتنا اہتمام تھا کہ اس کے لیے آپ ﷺ نے مستقل نشست کا انعقاد کیا جس میں وہ واقعات اور حالات صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمائے جو بعد میں پیش آنے والے تھے

مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْفَجْرَ وَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ

رسول اکرم ﷺ نے ایک دن ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ فجر کے بعد سے لے کر ظہر کی نماز تک آپ مسلسل آنے والے زمانے کے بارے میں صحابہ کرام کو مطلع فرماتے رہے جو کچھ پیش آنے والا تھا اس کے بارے میں بتاتے رہے پھر صرف نماز کے لیے منبر سے نیچے اترے نماز کے بعد پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور نماز عصر تک بتاتے رہے پھر نماز عصر کے لیے نیچے اترے تو پھر غروب شمس تک آپ

مسلسل آنے والے حالات کے بارے میں صحابہ کرام کو بتاتے رہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اس کے بارے میں بھی بتایا جو ہو چکا اس کے بارے میں بتایا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا فرماتے ہیں کہ ہم میں سے سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے سب سے زیادہ رسول اکرم ﷺ کی ان باتوں کو، ان پیشین گوئیوں کو یاد رکھا۔

علاماتِ قیامت سے متعلق تفصیلی روایت

اب آنے والا زمانے میں جو کچھ ہونے والا تھا اس کے بارے میں بے شمار روایات ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے مستقبل کے فتنوں، مستقبل کے حوادث اور مستقبل کے حالات کے بارے میں امت کو اطلاع دی۔ ایک تفصیلی روایت کنز العمال میں ہے جس میں بظاہر تو آپ نے قیامت کی علامات بیان فرمائیں لیکن جب ہم ان علامات کی روشنی میں اپنے زمانے کو دیکھتے ہیں، پیش آنے والے حالات اور واقعات کو دیکھتے ہیں تو لگتا ہے کہ یہ حقیقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے زمانے کے بارے میں پیشین گوئیاں فرمائی تھیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے سرورِ دو عالم ﷺ سے قیامت کی علامات اور آثار کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا (تفصیلی حدیث ہے)

یَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ! اِنَّ لِلسَّاعَةِ اَعْلَامًا وَاِنَّ لِلسَّاعَةِ اَشْرَاطًا

اے ابن مسعود! قیامت کی مختلف علامات اور مختلف آثار اور

نشانیاں ہیں فرمایا کہ

اَنْ یَکُوْنَ الْوَلَدُ غَیظًا وَ اَنْ یَکُوْنَ الْمَطَرُ قَیظًا وَاَنْ یَفِیضَ الْاَشْرَارُ فَیضًا

فرمایا کہ ایک علامت یہ ہے کہ اولاد انسان کے لیے باعث غضب بن جائے گی باعث رحمت ہونے کی بجائے زحمت بن جائے گی اور بارش گرمی کا سبب بنے گی اور شریر لوگوں کی کثرت ہوجائے گی پھر فرمایا اے ابن مسعود!

اِنَّ مِنْ اَعْلَامِ السَّاعَةِ وَاشْرَاطِهَا اَنْ یُصَدَّقَ الْکَاذِبُ، وَ اَنْ یُکَذَّبَ الصَّادِقُ

قیامت کی علامات اور آثار میں سے یہ ہے کہ سچے کو جھوٹا قرار دیا جائے گا اور جھوٹے کو سچا قرار دیا جائے گا پھر تیسرا جملہ ارشاد فرمایا

یَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ اِنَّ مِنْ اَعْلَامِ السَّاعَةِ وَاشْرَاطِهَا

قیامت کی علامات اور آثار میں سے یہ ہیں

اَنْ یُؤْتَمَنَ الْخَائِنُ وَاَنْ یَخُوْنَ الْاَمِیْنُ

خیانت کرنے والے کو امانت دار قرار دیا جائے گا اور امانت دار کو خائن قرار دیا جائے گا پھر چوتھا جملہ ارشاد فرمایا

یَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَنْ یُوَاصَلَ الْاَطْبَاقُ وَاَنْ یُقَاتَلَ الْاَرْحَامُ

بے گانوں سے تعلق جوڑے جائیں گے اور اپنوں سے تعلق توڑے جائیں گے پھر پانچواں جملہ ارشاد فرمایا

ان من اعلام الساعة واشراطها ان یسودا کل قبیلة منافقوها وکل سوق فجارھا

اے ابن مسعود! ہر قبیلے کی سرداری منافقوں کے ہاتھ میں آجائے گی اور بازاروں کی سرداری فاجروں کے ہاتھ میں آجائے گی

یَا اَبْنَ مَسْعُوْدٍ اِنَّ مِنْ اَعْلَامِ السَّاعَةِ وَاَشْرَاطِھَا اَنْ یَکُوْنَ الْمُؤْمِنُ فِیْ الْقَبِیْلَةِ اَذَلَّ من النقد

اے ابنِ مسعود! جو سچا مومن ہے قبیلے میں اس کی قدر و قیمت بھیڑ بکری سے بھی کم ہو جائے گی فاجروں کی، فاسقوں کی، بدمعاشوں کی قدر و قیمت بہت زیادہ لیکن سچے مومن کی قدر و قیمت بھیڑ بکری سے بھی کم ہوگی

ساتواں جملہ ارشاد فرمایا

یَا اَبْنَ مَسْعُوْدٍ اِنَّ مِنْ اَعْلَامِ السَّاعَةِ وَاَشْرَاطِھَا اَنْ تُزَخْرَفَ الْمَحَارِبُ وَتُخْرَبَ الْقُلُوْبَ

اے ابن مسعود محراب اور مسجدیں مزین کی جائیں گی لیکن دل ویران ہوں گے۔ مسجدیں بڑی خوبصورت لیکن دل ویران۔ کیا مسجد تھی میرے آقا کی، آپ حضرات نے اس مسجد کا خاکہ دیکھا ہوگا اللہ نے مجھے بھی اس کا خاکہ دیکھنے کی توفیق عطا فرمائی ایک مربع سا پلاٹ اور صرف اس کے تیسرے حصے پر کھجور کی ٹہنیوں کی چھت جو کہ بارش میں ٹپکتی تھی سادہ سی مسجد نے پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا لیکن آج عمارتیں بڑی عالی شان، مدارس کی عمارتیں، مکاتب کی عمارتیں، مساجد کی عمارتیں، بڑی عالی شان

لیکن افراد نہیں نکل رہے، رجال کار نہیں نکل رہے۔ معاذ اللہ! یہ نہیں کہنا چاہتا کہ خوب صورت مساجد تعمیر نہ کی جائیں اگر اس وقت مسجد جھونپڑے کی شکل میں تھی تو صحابہ کرام کے مکانات بھی جھونپڑوں کی شکل میں تھے تو فرمایا کہ مساجد بڑی عالی شان ہونگی لیکن دل ویران دلوں میں نہ خوف، نہ خشیت، نہ محبت، نہ رقت، نہ دین داری، نہ رجوع الی اللہ۔

آٹھویں علامت

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَنَّ مِنْ اَعْلَامِ السَّاعَةِ وَ اَشْرَاطِهَا

قیامت کی علامات اور قیامت کے آثار میں سے یہ ہے

اَنْ يَكْتَفِيَ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَ النِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ

فرمایا کہ مرد مردوں سے جنسی خواہش پوری کرلیں گے اور عورتیں عورتوں سے جنسی خواہش پوری کرلیں گی کسی مخصوص محلے، مخصوص سوسائٹی میں، اور مخصوص شہر اور مخصوص ملک کے تناظر میں ان علامات کو نہ دیکھیں میرے آقا پوری دنیا کے لئے نبی بن کر آئے تھے پوری دنیا کے اعتبار سے دیکھیں کیا ایسا ہی نہیں ہو رہا جیسا کہ آقا کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔

نواں جملہ جو آپ نے ارشاد فرمایا ۔

يَا ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَنَّ مِنْ اَعْلَامِ السَّاعَةِ وَ اَشْرَاطِهَا اَنْ يُكْنَفَ الْمَسَاجِدُ وَ تَعْلُوَا الْمَنَابِرُ

فرمایا کہ مساجد کے احاطے بڑے عالی شان ہوں گے اور منبر بڑے اونچے۔

دسویں علامت بیان فرمائی کہ اے ابن مسعود! قیامت کی علامات اور آثار میں سے یہ بھی ہے کہ ویرانوں کو آباد کیا جائے گا اور آبادیوں کو ویران کیا جائے گا۔ موقع نہیں کہ ان کی تفصیل میں جاؤں۔

اور گیارہواں جملہ آپ نے فرمایا ابن مسعود! قیامت کی علامت اور آثار میں سے یہ ہے

اَنْ تَظْهَرَ الْمَعَازِفُ وَتُشْرَبَ الْخُمُوْرُ

گانے بجانے کا سامان بہت زیادہ ہو جائے گا اور شرابیں پی جائیں گی، گانے بجانے کا سامان بہت زیادہ ہو جائے گا، ہر جگہ گانا بجانا ہمارے لیے غیرت کی بات، شرم کی بات یہ ہے کہ مارکیٹوں میں تو گانے بجانے کی آوازیں ہیں دکانوں پر ہیں، بازاروں میں ہیں، بسوں میں ہیں ریل گاڑیوں میں ہیں، گھروں میں ہیں شرم کی بات یہ کہ گانے بجانے کی آوازیں موبائل کی صورت میں مسجدوں میں بھی پہنچ جاتی ہیں، ہمارے مسلمان بھائی دینی مجالس میں جاتے ہیں، دینی محفلوں میں جاتے ہیں، مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے جاتے ہیں اور وہاں بھی موبائل بند نہیں کرتے اور ایسے غلیظ قسم کے میوزک گانے اور سنی سنائی بات نہیں کہتا خود مشاہدہ خود سماع، اپنے تجزیہ کی بات، حد ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کے روضے کے قریب اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے بھی مسلمان موبائل بند نہیں کرتے ہیں اور گانوں کی آوازیں آتی رہتی ہیں، گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں، مسجد حرام کے امام، مسجد نبوی کے امام بار بار اپیل کرتے ہیں خدارا! یہاں تو بند کر دو، اس جگہ

کے تقدس کا لحاظ کر ولیکن باز نہیں آتے ،تو فرمایا کہ گانے بجانے عام ہو جائیں گے شرابیں پی جائیں گی۔

اور بارھواں جملہ آقا ﷺ نے فرمایا اے ابن مسعود! پولیس والے بہت زیادہ ہو جائیں گے بظاہر قانون کے نفاذ کے پولیس۔ آقا کے زمانے میں دلوں میں ایسا تقویٰ تھا کہ پولیس کی ضرورت نہ تھی لیکن فرمایا کہ بعد میں آنے والوں کے لیے کثرت ہو جائے گی اور فرمایا نکتہ چینوں کی کثرت ہو جائے گی جسے دیکھیں عیب نکالنے والا تو فرمایا کہ عیب نکالنے والوں کی کثرت ہوگی اور فرمایا غیبت کرنے والوں کی کثرت، غیبت کی بیماری عام ہو جائے گی اور فرمایا طعنہ دینے والوں کی کثرت عیب نکالنے والوں کی کثرت غیبت کرنے والوں کی کثرت اور طعنہ دینے والوں کی کثرت اور آخری جملہ جو آپ ﷺ نے اس روایت میں ارشاد فرمایا اے ابن مسعود!

اَنْ تَکْثُرَ اَوْلَادُ الزِّنَا

زنا کی اولاد بہت زیادہ ہو جائے گی میں نے عرض کیا کہ آقا ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ایک محلے کے اعتبار سے، ایک شہر کے اعتبار سے اور ایک ملک کے اعتبار سے نہ دیکھیں، آقا تو ساری دنیا کے لیے نبی بن کر آئے تھے تو پوری دنیا کے اعتبار سے دیکھیں آج مغرب کے بعض ممالک کو دیکھیں جہاں اولاد الزنا کا فیصد پچاس، ساٹھ، ستر تک پہنچ گیا اور کیسے

کہیں اب تو اسلامی ممالک بھی اس سے محفوظ نہیں رہے اپنے عیوب پر بھی بہت زیادہ پردہ نہیں ڈالنا چاہیے، بات کرنی چاہیے شاید کسی کے دل میں غیرت جاگ اٹھے، کیا ہمارے چپ رہنے سے حقیقت رک جائے گی؟ آج مختلف اداروں کی طرف جھولے لگائے جا رہے ہیں ان جھولوں میں کون سی اولاد کو ڈالا جاتا ہے اور یہ جو کچرا کنڈیوں میں گٹروں میں اور گندگی کے ڈھیر پر بلیوں اور کتوں کی بھنبھوڑی ہوئی لاشیں ملتی ہیں، معصوم بچوں کی لاشیں، یہ کون سی اولاد یہاں پھینکی جاتی ہے اور یہ جو بہت سارے مرد اور خواتین ڈاکٹر اسقاط حمل کے دھندے میں مصروف ہیں تو یہ کون سے بچوں کا اسقاط کروایا جاتا ہے جو اللہ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن سوال کیا جائیگا اللہ کی کتاب میں ہے

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝

"جب زندہ درگور کی جانے والی بچی سے سوال کیا جائے گا تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا تو

- کیا ان بچوں سے سوال نہیں کیا جائے گا؟

تمہیں کس جرم میں مارا گیا تھا؟ تو یہ علامات حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جواب میں ارشاد فرمائیں۔

موجودہ حالات کے تناظر میں ایک حدیث:

ایک حدیث اور بیان کروں گا آج کے جو ہمارے پاکستان کے حالات ہیں اور کراچی کے حالات ہیں اس کے تناظر میں اس حدیث کو

سامنے رکھنا ضروری ہے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاتَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَایَدْرِیْ الْقَاتِلُ فِیْمَا قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَا قُتِلَ

آقا نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر وہ زمانہ نہ آجائے جب نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا؟ نہ مقتول کو پتہ ہوگا کہ مجھے کیوں قتل کیا گیا؟ اور کیا ہم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے یہ جو قتل وغارت گری ہو رہی ہے انسانوں کا قتل اس بے دردی سے جنگل کے حیوانوں کا بھی شکار نہ کیا جاتا ہوگا نہ قاتل کو پتہ میں کیوں مار رہا ہوں نہ مقتول کو پتہ کہ میرا جرم کیا ہے؟ ارے اللہ کے بندوں! کیا مہاجر ہونا جرم ہے۔ کیا سندھی ہونا جرم ہے کیا پٹھان، پنجابی ہونا جرم ہے۔ کیا مسلمان ہونا جرم ہے۔ جو ان جرائم کی بنا پر بعض افراد کو قتل کیا جا رہا ہے۔ تو آقا نے آنے والے دور کے بارے میں جو پیشین گوئیاں فرمائیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

پیشین گوئیوں میں حکمت

پہلا سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ ان پیشین گوئیوں میں حکمت کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے آنے والے دور کے بارے میں جو پیشین گوئیاں فرمائیں ان کا فائدہ کیا ہے؟ ان میں کیا حکمت ہے؟ الحمدللہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا اس بات پر تو یقین ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی

کوئی بات، کوئی حکم، کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ہے یہ تو ممکن ہے کہ کسی حکم اور فیصلے کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ کوئی حکم، کوئی بات، کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں اور جن چیزوں کے بیان کرنے کے لیے آقا نے اتنا اہتمام کیا ہو کہ صحابہ کرام کو جمع کر کے نماز فجر سے لے کر مغرب تک مسجد میں بٹھائے رکھا ہو اور پھر مسلسل آنے والے حالات کے بارے میں بتایا تو معاذ اللہ! ہم کیسے سوچ سکتے ہیں کہ آپ کے اس اہتمام میں، اس بیان میں کوئی حکمت نہیں ہوگی۔

ہمارے اور آقا ﷺ کے بیان میں فرق

اور میں جب یہ حدیث بیان کرتا ہوں تو اکثر عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم جیسے لوگ ہیں کہ ہمارے بیان میں کچھ مغز ہوتا ہے، کچھ چھلکا ہوتا ہے کچھ صرف الفاظ ہوتے ہیں لفاظی ہوتی ہے، کچھ اس میں سبق ہوتا ہے، کوئی تمہید ہوتی ہے، کوئی مقصد کی بات ہوتی ہے، لیکن ہمارے آقا ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا تھا وہ مغز ہی مغز تھا، چھلکا تھا ہی نہیں تو آپ نے فجر سے لے کر مغرب تک جو مسلسل بیان فرمایا تو نہ معلوم اپنی امت کو کن کن حالات کے بارے میں بتادیا ہوگا، تو حکمت کیا ہے؟

پہلی حکمت (ایمان میں اضافہ)

پہلی حکمت علماء نے ان پیشین گوئیوں کے بارے میں بیان کی ہے کہ اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جب ہم آقا کی کوئی پیشین گوئی سنتے

ہیں اور پڑھتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ جیسے آقا نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا تو الحمدللہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے آپ سوچیے! جب اللہ نے مسلمانوں سے کہہ دیا تھا اور اس زمانے میں کہہ دیا تھا جب ان کے مکہ میں داخل ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا، رؤسائے مکہ کی شکست اور مکہ سے ان کی بے دخلی کے کوئی آثار نہیں تھے لیکن اللہ نے کہہ دیا مسلمانو! تم داخل ہو کر رہو گے کیوں کہ تمہیں فتح حاصل ہوگی اور ویسے ہی ہوا جیسے اللہ نے فرمایا تو ان کے ایمان میں کتنا اضافہ ہوا ہوگا، جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت سراقہ سے کہہ دیا اے سراقہ! ایک وقت آئے گا تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان حالات میں جب ایران تو کیا فتح ہوتا مکہ تک میں حضور ﷺ کی بات نہیں مانی جاتی تھی اور جب واقعی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی پیشین گوئی پر عمل کرتے ہوئے حضرت سراقہ کو پیش کیے ہوں گے تو ان کے ایمان میں کتنا اضافہ ہوا ہوگا کہ جو میرے آقا نے فرمایا وہ پورا ہو کر رہا تو جب ہم ایک طرف حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے مصداق ہمارے سامنے آتے ہیں تو ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے کہ آقا نے جو کچھ فرمایا وہ سچ فرمایا آقا نے فرمایا تھا آنے والے زمانے میں سچے کو جھوٹا، جھوٹے کو سچا کہا جائے گا امین کو خائن، خائن کو امین کہا جائے گا، وڈیرے، سردار اور لیڈر منافق قسم کے لوگ ہوں گے، بدکاری کی کثرت ہوگی، مسجدیں خوب صورت مگر دل ویران ہوں گے اور

گانے بجانے کی کثرت ہو گی جب آقا کی زبان سے یہ پیشین گوئیاں سنتے ہیں اور پھر اپنے زمانے کو، اپنے حالات کو دیکھتے ہیں تو ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے کہ جیسے آقا ﷺ نے فرمایا تھا ویسے ہی ہو رہا ہے۔

دوسری حکمت (قیامت پر ایمان کی مضبوطی)

دوسری حکمت یہ ہے کہ ان پیشین گوئیوں کی وجہ سے ہمارا قیامت پر ایمان مزید مضبوط ہوتا ہے ویسے تو ہم مسلمان قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان والوں کی نشانی ہے

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

قیامت کو مانتے ہیں قیامت پر ایمان کے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا، لیکن دو چیزیں ہیں ایک ہے قیامت، ایک ہے علامات قیامت، قیامت تو نہیں آئی لیکن علامات قیامت آگئیں، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں قیامت کی علامات پوری ہو رہی ہیں تو جب اللہ اور اس کے رسول کی پیشین گوئی کے مطابق علامات وجود میں آ رہی ہیں تو قیامت بھی آ کر رہے گی تو اس کی علامات کی تکمیل ہوتے دیکھ کر قیامت پر ایمان مضبوط ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا تھا یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آقا نے فرمایا قیامت کا تو متعین علم کسی کے پاس نہیں البتہ قیامت کی علامات بتا سکتا ہوں تو ان میں سے ایک علامت یہ بیان فرمائی تھی کہ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اس کے کئی مفہوم بیان کیے گئے، آقا کی بات کا ایک مفہوم یہ

ہے کہ اولاد ماں کے ساتھ وہ سلوک کرے گی جو آقا اپنی لونڈیوں کے ساتھ کرتے ہیں کیا ایسا نہیں ہو رہا ہے؟ اولاد ماں باپ کے ساتھ ایسا سلوک کرتی ہے گویا کہ وہ ملازم ہوں اور یہ مالک وہ غلام اور لونڈی ہوں اور یہ آقا۔ ایک نوجوان نے مجھے بتایا اس کا کہیں رشتہ ہو گیا اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بیٹے ماں کو دروازے بند کر کے بری طرح پیٹتے تھے اور آقا نے فرمایا بکریاں چرانے والے اور اونٹ چرانے والے بلڈنگوں پر فخر کریں گے یہ تو ساری دنیا میں ہو رہا ہے لیکن عرب کے چرواہے تو مشہور ہیں، آج عربوں کو فخر ہے دبئی والوں کو فخر ہے کہ دنیا کی سب سے اونچی بلڈنگ انہوں نے تعمیر کر دی ہے تو جب مسلمان اپنے آقا کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں حالات کا جائزہ لیتا ہے اور قیامت کی علامات کو وقوع پذیر ہوتے دیکھتا ہے تو اس کا قیامت پر مزید یقین بڑھ جاتا ہے کہ اگر آقا کی بیان کردہ علامات ثابت ہو رہی ہیں تو قیامت بھی واقع ہو کر رہے گی۔

تیسری حکمت (عمل کی ترغیب اور امت کی رہنمائی)

تیسری حکمت یہ کہ آقا ﷺ نے رہنمائی فرمائی کہ میری امت کے لوگو! جب یہ حالات پیش آئیں گے یہ علامات ظاہر ہوں گی تو تمہیں کیا کرنا ہے، فتنوں کے دور میں کیا کرو گے! ہمارے آقا ﷺ کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی، رب کعبہ کی قسم! کسی باپ کو اور کسی ماں کو اپنی اولاد سے اتنی محبت نہیں ہو سکتی جتنی محبت ہمارے آقا ﷺ کو اپنی امت سے تھی اس کی

گواہی اللہ نے دی ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

(التوبة:۱۲۸)

میری طرف سے وہ رسول آیا ہے کہ جو چیز تمہیں تکلیف اور مشقت میں ڈالے وہ چیز میرے نبی پر بڑی گراں گزرتی ہے تکلیف تمہیں ہوتی ہے اور گراں گزرتی ہے میرے نبی پر، کانٹا تمہارے پاؤں میں چبھتا ہے اور دل دکھتا ہے میرے نبی کا، حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ اللہ کہتا ہے میرا نبی تم پر حریص ہے جیسا تم دنیا کے حریص میرا نبی تم پر حریص

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

یہ رؤف، یہ رحیم اللہ کے نام ہیں اللہ نے یہ نام اپنے نبی کے لیے استعمال فرمائے، فرمایا کہ میرا نبی رَءُوْفٌ تمہارے لیے شفقت کرنے والا رحیم نبی ہے رحم کرنے والا، تو حضور جانتے تھے بڑے مشکل حالات پیش آئیں گے بڑے بڑے فتنے ظاہر ہوں گے تو حضور نے پہلے سے ہی امت کی رہنمائی فرمادی کہ اگر اس قسم کے حالات پیش آئیں تو تمہیں کیا کرنا ہے، فرمادیا ایسا ہوگا میری سنت پر، میرے دین پر پوری طرح چلنا اتنا مشکل ہوگا جیسے ہاتھ میں انگارہ اٹھانا لیکن تم نے اس مشکل کو اپنے لیے آسان کرنا ہے پہلے سے آقا نے بتادیا تو تیسری حکمت یہ ہے کہ امت کی رہنمائی فتنوں کے دور میں اور مشکلات کے دور میں۔

چوتھی حکمت (شعبدے بازوں اور نجومیوں سے حفاظت)

چوتھی حکمت بعض علماء نے پیشین گوئیوں کی یہ لکھی ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ آنے والے حالات، آنے والے فتنوں کے بارے میں آگاہ نہ فرماتے تو ممکن ہے کہ کچھ نجومی قسم کے لوگ، ساحر اور شعبدہ باز اپنی طرف سے گھڑی ہوئی پیشین گوئیاں بیان کرتے اور ان میں سے کوئی آدھی، کوئی پوری، کوئی دسواں حصہ پورا ہوجاتا تو لوگ ان کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہوجاتے تو آقا نے ان کے لیے حصہ چھوڑا ہی نہیں ہمیں کسی نجومی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں آنے والے زمانے میں کیا ہوگا، کسی ساحر سے، کسی شعبدہ باز سے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ کیا کیا واقعات پیش آنے والے ہیں؟ اس لیے کہ ہمارے لیے آقا کا بیان ہی کافی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ پیشین گوئیاں فرما کر امت کو ساحروں نجومیوں اور شعبدہ بازوں کی چنگل میں پھنسنے سے بچالیا۔

ظہور علامات کے باوجود قیامت نہ آنے کی وجہ

دوسرا سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ قیامت کی علامات تو ظاہر ہوچکیں تو اب قیامت کیوں نہیں آرہی؟ یہ بھی ایک سوال کیا جاتا ہے جیسے حضور نے فرمایا گانے بجانے کی کثرت ہوجائے گی، بدکاروں کی کثرت ہوجائے گی اور ہوگئی اور اولاد ماں کے ساتھ وہ سلوک کرے گی جو آقا لونڈی کے ساتھ کرتے تھے یہ تو ہم دیکھ رہے ہیں پھر کیوں نہیں قیامت

آ رہی؟

علاماتِ قیامت کی قسمیں

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قیامت کی علامات تین قسم کی ہیں علامات بعیدہ، علامات متوسطہ، علامات قریبہ۔

علامات بعیدہ

یہ بہت پہلے ظاہر ہو چکیں خود نبی اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہے اس لیے کہ آقا نے ایک حدیث میں یوں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ کَھَاتَیْنِ مجھے اور قیامت کو یوں بھیجا گیا ہے جیسے یہ ہاتھ کی دو انگلیاں، پہلے میں آ گیا میرے بعد اب قیامت آئے گی۔ تو حضور کی بعثت، حضور کی نبوت، حضور کی تشریف آوری بھی علامات قیامت میں سے ہے لیکن علامات بعیدہ میں سے پھر حضور کی وفات بھی علامات قیامت میں سے ہے فتنہ تا تار جس کی آپ نے پیشین گوئی فرمائی تھی یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے لیکن یہ سب علامات بعیدہ میں سے ہیں دور کی علامت کہ ان علامات اور قیامت کے درمیان کافی فاصلہ ہے۔

علامات متوسطہ

دوسری قسم کی علامات ہیں علامات متوسطہ یہ وہ علامات ہیں جو تفصیلی حدیث کی روشنی میں بیان کر چکا آقا نے فرمایا جھوٹے کو سچا کہا جائے

گا سچے کو جھوٹا کیا جائے گا اور بیگانوں سے تعلق جوڑے جائیں گے، اپنوں سے تعلق توڑے جائیں گے، شرابیں پی جائیں گی تو یہ علامات متوسطہ ہیں۔

علاماتِ قریبہ

تیسری قسم کی علامات ہیں علامات قریبہ کہ جن کے ظاہر ہونے کے بعد پھر قیامت کے آنے میں زیادہ وقت نہیں رہ جائے گا تو ان میں سے ایک علامت امام مہدی کا ظہور ہے پھر دجال کا خروج ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول ہے اور یاجوج ماجوج کا فتنہ ہے اور مغرب سے سورج کا طلوع ہے اور دابۃ الارض زمین سے نکلنے والے ایک جانور کا کلام کرنا ہے، یہ علامات قریبہ ہیں کہ یہ علامات جب ظاہر ہوجائیں گی تو پھر قیامت کے وقوع میں زیادہ دیر نہیں رہ جائے گی۔

کیا چینی قوم یاجوج ماجوج ہے؟

ایک تیسرا سوال جو اٹھایا گیا کہ کیا چینی قوم کو یاجوج ماجوج کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے؟ یاجوج ماجوج کے بارے میں قرآن کریم سے تو اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دنیا میں ایک قوم تھی جو فتنہ اور فساد پھیلاتی تھی اس کے پڑوسی ممالک اور قبیلے اس کے شر سے بڑے تنگ تھے اور انہوں نے حضرت ذوالقرنین سے درخواست کی کہ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی ایسی دیوار تعمیر کردیں کہ ہم ان کے شر سے محفوظ ہوجائیں اور حضرت ذوالقرنین نے ان کی درخواست پر ایسی دیوار تعمیر کردی اللہ نے

سورہ کہف میں اس کا ذکر فرمایا

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾

(الکہف:۹۴)

کہنے لگے اے ذوالقرنین! یاجوج وماجوج فتنہ وفساد پھیلاتے ہیں تو کیا ایسا ممکن ہے کہ ہم آپ کے لیے کچھ چندہ جمع کردیں آپ کو کچھ معاوضہ دے دیں اور آپ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی دیوار تعمیر کردیں تو حضرت ذوالقرنین نے کہا تھا۔

مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾

(الکہف:۹۵)

مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں اور معاوضے کی ضرورت نہیں اللہ نے جو کچھ دیا وہ میرے لیے کافی ہے بس افرادی اعتبار سے میرے ساتھ تعاون کرو میں ایسی دیوار تعمیر کردیتا ہوں چنانچہ حضرت ذوالقرنین نے سَدّ کا معنی ایسی دیوار تعمیر کردی کہ جس کی وجہ سے وہ قبیلے وہ قومیں یاجوج ماجوج کے فتنے سے محفوظ ہوگئے۔

سدّ ذوالقرنین کہاں ہے؟

اب یہ سد یہ دیوار کہاں ہے سد سکندری کی طرف لوگ منسوب کرتے ہیں یہ دیوار سکندر نے بنائی تھی لیکن اکثر مفسرین کی رائے یہ

ہے کہ سکندر نے نہیں بنائی بلکہ یہ حضرت ذوالقرنین نے بنائی تھی لیکن یہ سد یہ دیوار کہاں ہے؟ اب صورت یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں اور مختلف خطوں میں مختلف دیواریں دریافت ہو چکی ہیں عام طور پر لوگوں کا ذہن جاتا ہے دیوار چین کی طرف حالاں کہ اس طرح کی مزید دیواریں مختلف خطوں میں دریافت ہو چکی ہیں تو ہم متعین طور پر نہیں کہہ سکتے کہ دیوار چین ہی سد ذوالقرنین ہے یا کوئی دوسری سند ہے قرآن سے تو بس اتنا ثابت ہوا کہ یہ ایک فسادی قوم تھی اور اس کے پڑوسیوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے حضرت ذوالقرنین نے ایک مضبوط دیوار بنادی تھی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال کے قتل کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا، یہ شہروں کو روند ڈالیں گے اور ان کے راستے میں جو دریا آئیں گے ان کا پانی ختم کریں گے ان کے چہرے چوڑے ہوں گے ان کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی اب چوں کہ چوڑے چہرے اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں یہ بسا اوقات چینیوں کی بھی ہوتی ہیں تو بہت سے لوگوں کا ذہن چینیوں کی طرف جاتا ہے کہ شاید یاجوج ماجوج بھی چینی ہیں لیکن یہ کوئی قطعی اور یقینی بات نہیں ہے البتہ آج کے دور میں چینیوں کی ترقی کی جو رفتار ہے اس کو دیکھ کر یہ شبہ مزید تقویت پکڑتا ہے کہ شاید یہی یاجوج ماجوج بنیں، اللہ پاک ہمیں ہر تباہی مچانے والے گروہ اور قوم کے شر سے محفوظ رکھے۔ تو قطعی اور یقینی طور پر ہم نہیں کہہ سکتے کہ یاجوج ماجوج کا مصداق چینی ہیں یا ترک ہیں یا کوئی دوسری قوم۔ واللہ اعلم بالصواب

کیا اہلِ مغرب پر دجّالی علامات صادق آتی ہیں؟

ایک چوتھا سوال جو کیا گیا وہ یہ کہ کیا اہل مغرب پر دجال کی علامات صادق آتی ہیں؟ دجال کے بارے میں پہلے آپ چند بنیادی باتیں جان لیں پہلی بات تو یہ عرض کروں گا کہ احادیث میں سرور دو عالم ﷺ نے جو پیشین گوئیاں فرمائی ہیں ان میں صرف اشارات ہیں، علامات ہیں متعین نہیں کیا حضور ﷺ نے کہ حضور نے فرمادیا ہو کہ فلاں قوم دجال ہوگی فلاں فرد دجال ہے بلکہ صرف علامات بیان کیں اور اشارات کیے ہیں، اب یہ ہوتا رہا ہے کہ تاریخ میں جب بھی کوئی فتنہ باز فرد یا فتنہ باز قوم سامنے آئی تو بعض لوگوں نے اسی کو دجال مان لیا یا اسی کو یاجوج ماجوج کہنا شروع کر دیا حتی کہ صحابہ کرام کو بھی بعض افراد کے بارے میں دجال ہونے کا شک گذرا کیونکہ متعین طور پر تو حضور اکرم ﷺ نے نہیں بتایا تھا بلکہ چند اشارات اور نشانیاں بتائی تھیں تو جب کسی کے اندر وہ نشانیاں دیکھیں کسی کی آنکھ بند ہے اور اس کے اس طرح کے بال ہیں جیسے حضور نے بیان فرمائے۔ وہ دجال قسم کا انسان ہے تو صحابہ کرام نے سمجھ لیا کہ یہ دجال ہے بعد میں بھی کئی زمانوں میں یہ ہوتا رہا کہ بعض افراد کو دجال کا مصداق سمجھا گیا تو ایک بات یہ یاد رکھیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے صرف اشارات اور علامات پر اکتفا کیا ہے متعین نہیں کیا فلاں صدی میں، فلاں ملک میں، فلاں خطے میں یہ دجال نکلے گا۔

سب سے بڑا فتنہ:

دوسری بات یہ جان لیں کہ نبی اکرم ﷺ نے دجال کے فتنے کو کائنات کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا ہے، حضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے فتنے ظاہر ہوئے اور فتنے ظاہر ہوں گے ان فتنوں میں دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہے حتیٰ کہ آقا نے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کو دجال کے فتنے سے ڈراتا رہا ہے میں بھی تمہیں دجال کے فتنے سے ڈرا رہا ہوں۔ اس سے آپ اس فتنے کی ہولناکی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

دجال کا تعارف

تیسری بات دجال کا جو تعارف ہے سب سے زیادہ اس کے تعارف میں اہم کردار اس کے نام کا ہے دجال کا نام دجال کا تعارف کرانے کے لیے کافی ہے دجال کا معنیٰ ہے بہت زیادہ دجل وفریب کرنے والا، بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا، ملمع سازی کرنے والا۔ ملمع سازی کیا ہے؟ ملمع سازی یہ کہ لوہے پر سونے کا پانی چڑھا دیا جائے تو دیکھنے والا اس لوہے کو بھی سونا سمجھ لے یہ ہے دجال اور یہ ہے دجالیت اور فرمایا کہ وہ خدائی کا دعوی کرے گا کہ میرے ہاتھ میں ہے موت، اب جب ہم دیکھتے ہیں مغربی اقوام اور خصوصاً امریکا کے دعووں کو اور ریشہ دوانیوں کو تو بعض لوگوں کو یہ خیال گزرتا ہے کہ شاید دجال کسی فرد کا نام نہیں بلکہ قوم کا نام ہے بلکہ وہ قوم

امریکی قوم ہے یہ خیالات سامنے آئے کئی رسالے اس پر لکھے گئے کئی کتابیں لکھی گئیں، تو بعض لوگوں نے امریکیوں کو دجال ثابت کرنے کی کوشش کی حالاں کہ ساری امریکی قوم کو ہم دجال کا مصداق قرار نہیں دے سکتے ان میں بڑے بڑے مومن بھی ہیں، متقی بھی ہیں، امریکا میں رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں کا رہنے والا ہر فرد مشرک ہے، ہر فرد کافر ہے، ہر شخص دین کا باغی ہے، ایسا نہیں ہے۔

قابلِ رشک مسلمان

امریکا ہو یا دنیا کا کوئی بھی ملک وہاں اہل ایمان پائے جاتے ہیں بڑے مضبوط ایمان والے، بلکہ ہم نے ان میں سے بعض ایمان والوں کو جو دیکھا تو سچ کہتا ہوں مجھے ان کے ایمان پر رشک آتا ہے مسجد میں بیٹھ کر کلمہ پڑھنا آسان ہے، مدرسے کے ماحول میں رہ کر نماز پڑھنا آسان ہے پاکستان میں رہتے ہوئے پردہ کرنا، سود سے بچنا، شراب اور بدکاری سے بچنا آسان ہے لیکن امریکا اور دوسرے مغربی ممالک میں رہتے ہوئے دین کے شعائر اور اللہ کے احکام اور نبی کی سنتوں کو زندہ کرنا خدا کی قسم! بڑا مشکل ہے تو ان میں ایسے ہیں جن پر رشک آیا۔ زندگی ان ممالک میں گزاری جہاں شراب اور بدکاری ہو اور پانی کی طرح عام لیکن زندگی بھر انہوں نے نہ کبھی شراب چکھی اور نہ کسی غیر محرم کو ہاتھ لگایا تو ان کا ایمان قابل رشک وہاں جا کر ایمان پر زندگی گذارنا۔ ایمان پر جمے رہنا، نظروں کی حفاظت

کرنا، کردار کی حفاظت کرنا، رزق کو حرام سے بچا کر رکھنا، سود سے بچا کر رکھنا یہ بہت مشکل کام ہے اور الحمد للہ ایسے لوگ ہیں اور اب تو دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے اس لیے کہ دنیا میں سب سے زیادہ قبول کیا جانے والا مذہب اسلام ہے حیرت کی بات دنیا کی سب سے مظلوم قوم اس وقت مسلمان لیکن دنیا کا سب سے غالب مذہب اس وقت اسلام ہے۔تو مجموعی طور پر یہ کہنا کہ ساری کی ساری امریکی قوم دجالی قوم ہے یہ غلط ہے، یہ سوچ صحیح نہیں۔

مغربی تہذیب بلاشبہ دجالی تہذیب

البتہ اس میں شک نہیں کہ مغرب کی تہذیب خواہ وہ امریکا کی ہو یا فرانس کی یا برطانیہ کی جس کو ہم مغربی تہذیب کہتے ہیں اس کے دجالی تہذیب ہونے میں کوئی شک نہیں ہم سب کو دجال نہیں کہہ سکتے لیکن وہاں جو اس وقت تہذیب غالب ہے وہ دجالی تہذیب ہے وہی دجال والا انداز دجل مکر وفریب، جھوٹ کو سچ، حق کو باطل، باطل کو حق کر کے پیش کرنا ملمع سازی کرنا، جو ہمارے آقا نے فرمایا تھا کہ دجال کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جس چیز کو آگ کہے گا وہ حقیقت میں پانی ہوگی وہ جس کو پانی کہے گا وہ حقیقت میں آگ ہوگی تو آج یہ چیز ان پر صادق آرہی ہے جھوٹے نعرے ،جھوٹے دعوے، جھوٹے پروگرام عجیب قسم کی اصطلاحات، یہ عورت کی آزادی، یہ آزادی رائے، یہ جمہوریت، معیار زندگی کی بلندی، یہ پرفریب قسم کے نعرے، یہ امن، یہ دہشت گردی، یہ انتہا پسندی، یہ روشن خیالی، یہ

تاریک خیالی جھوٹے قسم کے نعرے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جس چیز کو تاریک خیالی کہہ رہے ہیں وہ حقیقت میں روشن خیالی ہے اور جسے یہ روشن خیالی کہتے ہیں وہ حقیقت میں تاریک خیالی ہے۔

تاریک خیالی اور روشن خیالی

یہ تاریک خیالی کہتے ہیں حضور ﷺ کی اطاعت کو، حلال کے کھانے کو اور پردہ کرنے کو، اس کو کہتے ہین تاریک خیالی۔ روشن خیالی کیا ہے؟ مخلوط اجتماعات، شراب نوشی کی کثرت، بدکاری عام ہوجائے، کسی کا نسب معلوم نہ ہو یہ ان کے خیال میں روشن خیالی ہے لیکن اسلام اس کو تاریک خیالی کہتا ہے اسلام کی نظر میں یہ روشن خیالی نہیں یہ لوگ معاذاللہ! صحابہ کرام کے دور کو تاریکی دور کہتے ہیں آج کے واشنگٹن کو روشن خیال کہتے ہیں ہم صحابہ کے دور کو روشن دور کہتے ہیں اور آج کے مغربی تہذیب کو تاریکی کا دور کہتے ہیں تو جو دجالی تہذیب ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب کی تہذیب دجالی تہذیب ہے اس دجالی تہذیب سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا ہے۔

فتنوں کے دور میں ایمان کی حفاظت کیسے کی جائے؟

ایک سوال یہ ہے کہ فتنوں کے دور میں ایمان کی حفاظت کیسے کی جائے؟ تو میرے بھائیو! فتنوں کے دور میں ایمان کی حفاظت کے لیے سب سے موثر چیز اللہ کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے الحمد للہ! مسلمانوں کے لیے باعث فخر ہے کہ ان کے پاس آج بھی وہی کتاب موجود

ہے جو جبرائیل امین نے ہمارے آقا ﷺ کے مبارک سینے پر سوا چودہ سو سال پہلے نازل کی تھی من وعن وہی کتاب۔ میں جو سورہ رحمٰن پڑھتا ہوں تو وہی سورت ہے جو جبرائیل امین نے پڑھی اور جو ہمارے آقا ﷺ نے پڑھی میں جو عم پارہ پڑھتا ہوں تو وہی پڑھتا ہوں جو میرے آقا ﷺ نے پڑھا اور جو میرے آقا ﷺ نے صحابہ کو پڑھایا۔ میں وہی پڑھتا ہوں اور وہی پڑھ رہا ہوں ہمارے پاس وہ کتاب بھی محفوظ اور نبی کی سیرت بھی محفوظ ہے، نبی کی سنت بھی محفوظ ہے، قرآن کی حفاظت کا جو معیار ہے اس تک تو حدیث نہیں پہنچ سکتی لیکن مسلمانوں نے حضور کی سنتوں، حضور کی اداؤں، حضور کے اقوال، حضور کے اعمال، حضور کی راتوں، حضور کے دنوں، حضور کی جنگوں، حضور کے معاہدوں کی حفاظت میں بھی حد کردی ہے اندازہ کیجیے! مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی حفاظت میں کتنا اہتمام کیا، میں حضور کی عبادت کی بات نہیں، تجارت کی بات نہیں، معاشرت کی بات نہیں، میں آپ کی ازواج کی بات نہیں کر رہا، آپ کے شہر کی بات نہیں کر رہا، میں حضور کے مبارک جوتوں کی بات کر رہا ہوں نبی اکرم ﷺ کے صرف جوتوں کے بارے میں دو درجن سے زائد کتابیں ملتی ہیں نعلین مبارک کے بارے میں بھی حد کردی ہے۔

تو یہ دو چیزیں ہیں جو ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے اور بالخصوص دجالی فتنوں سے بچا سکتی ہیں ایک تمسک بالکتاب اور دوسرے تمسک بالسنۃ قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لو، نبی کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو، کانوں کو

بند کرلو، پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہو تمسک بالکتاب، تمسک بالسنۃ اور تیسری چیز حفاظت ایمان کے لیے اور بالخصوص دجالی فتنے سے حفاظت کے لیے وہ سورۂ کہف کی تلاوت ہے۔ اسلاف کا معمول رہا ہے ہر جمعہ سورۃ کہف پڑھنے کا، اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی دس آیات پڑھ لے تو بھی اللہ پاک دجال کے فتنے سے اس کی حفاظت فرمائے گا اگر کوئی پوری سورت نہیں پڑھ سکتا اور سب سے بہتر صورت یہ ہے میرے بھائیو! اور میری بہنو! کہ سورۂ کہف کے الفاظ نہ پڑھے جائیں اس کے معانی پر بھی نظر رکھی جائے کہ سورۃ کہف کیا پیغام دے رہی ہے۔

سورۂ کہف کا موضوع

حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے سورۂ کہف پر غور کیا تو مجھے سمجھ میں آیا کہ اس پوری سورت کا موضوع معرکہ ایمان و مادیت ہے، دجال مادیت کا علم بردار ہے، قرآن ایمان کا علم بردار ہے جب ایمان اور مادیت جب قرآن اور دجال کی تہذیب کا ٹکراؤ ہوگا تو جو سورۂ کہف کے مضامین پر نظر رکھتے ہوئے زندگی گزاریں گے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہیں گے۔

دُعا مومن کا ہتھیار

اور چوتھی چیز مومن کا سب سے بڑا ہتھیار دعا ہے، یہ دعا کی جائے کہ اللہ پاک سارے فتنوں سے اور دجال کے فتنے سے خاص طور پر

ہماری حفاظت فرمائے ایک حدیث میں آتا ہے سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ خاص طور پر مانگا کرو

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَمِنۡ فِتۡنَۃِ الۡمَحۡیَا وَالۡمَمَاۃِ وَمِنۡ شَرِّ فِتۡنَۃِ الۡمَسِیۡحِ الدَّجَّالِ

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے، تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں دجال کے فتنے کے شر سے

میرے بھائیو اور بہنو! اور ایک دعا آج کے حالات پر آپ لوگوں سے کہوں گا اور کوئی دعا بھی اس دعا سے خالی نہ رہنے دیا کریں کیوں کہ میرے آقا نے فرمایا انسان اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے ان میں سے سب سے بہترین چیز عافیت ہے عافیت، حفاظت، امن۔ اللہ! گناہ سے حفاظت، اللہ! شیطان سے حفاظت اللہ! بیماری سے حفاظت، دشمنوں سے، چوروں سے، ایکسیڈنٹ سے حفاظت، یہود ونصاریٰ سے حفاظت، دجال سے حفاظت، قرض سے حفاظت پتا نہیں اس میں کتنی چیزیں آ گئیں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِیَۃَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ

اے اللہ! دنیا میں بھی عافیت، آخرت میں بھی عافیت، دین میں بھی عافیت، دنیا میں بھی عافیت

فِیۡ دِیۡنِیۡ وَدُنۡیَایَ وَاَھۡلِیۡ وَمَالِیۡ وَاسۡتُرۡ عَوۡرَاتِیۡ وَاٰمِنۡ رَوۡعَاتِیۡ

اے اللہ! میں عافیت کا سوال کرتا ہوں دنیا کے بارے میں، دین کے بارے میں، اہل وعیال کے بارے میں، اپنے مال کے بارے میں، اللہ! میرے عیبوں پر، میرے گناہوں پر پردہ ڈال دے، مجھے خوف زدہ کرنے والی چیزوں سے امن عطا فرمادے، اللہ! میرے دائیں بھی حفاظت کر، بائیں بھی حفاظت کر، آگے بھی حفاظت کر، پیچھے بھی حفاظت کر، اوپر سے بھی حفاظت، نیچے سے بھی حفاظت کر جو فکر مند ہوگا، اور اللہ سے مانگے گا اللہ فتنوں کی یلغار کے باوجود اسے ایمان کی حفاظت عطا فرمائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

دورِ جدید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیشین گوئیاں

نشستِ ثانی

از افادات

داعیِ قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

نشست ثانی

۞......کیا ڈالر، پونڈ، یورو اور کاغذی کرنسیوں کا دور ختم ہونے والا ہے؟

۞......کیا (معاذ اللہ) خانہ کعبہ پر چڑھائی کی جائے گی؟

۞......دجال کی آمد کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ بے چین کون ہے؟

۞......تیسری عالمی جنگ میں سب سے بڑا مسئلہ کیا ہوگا؟

۞......کیا کسی بہت بڑی مملکت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا؟

۞......امام مہدیؒ سے پہلے کون سے اہم واقعات رونما ہوں گے؟

۞......دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟

۞......کیا دوسری آسمانی کتابوں میں بھی علامات قیامت کا ذکر ملتا ہے؟

۞......دجال کے فتنے سے حفاظت کے لیے کیا کیا جائے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَهٗ

اَمَّا بَعۡدُ:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ ۝٢ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ ۝٣

(سورۃالعنکبوت: ۱ ۲)

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡم

میرے بزرگو اور دوستو! بہنو اور بیٹیو!

اس دنیا میں مختلف فتنے رونما ہوتے رہے مختلف فتنے رونما ہو رہے ہیں اور مختلف فتنے رونما ہوتے رہیں گے۔

فتنوں کی اقسام

فتنے کے حوالے سے اختصار کے ساتھ یہ عرض کر دوں کہ اہل علم کہتے ہیں فتنوں کی پانچ قسمیں ہیں، پہلی قسم شہوات کا فتنہ ہے یعنی وہ چیزیں جن کی طرف طبعی طور پر انسان کا میلان ہوتا ہے اور شہوات کی بڑی بڑی

قسمیں چار ہیں مال کا فتنہ، اولاد کا فتنہ، عورت کا فتنہ اور گناہوں کا فتنہ فتنوں کی دوسری قسم شبہات کا فتنہ ہے ہر زمانے میں ایسے گمراہ لوگ رہے اور آج بھی ہے جو دلوں میں ایمانیات کے حوالے سے شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں، اللہ کی ذات کے بارے میں، اللہ کے وجود کے بارے میں، اللہ کی صفات کے بارے میں، اللہ کے وحدہ لاشریك له ہونے کے بارے میں، نبوت اور رسالت کے بارے میں، قرآن کریم کے بارے میں، صحابہ کرام کے بارے میں، ازواج مطہرات کے بارے میں، تقدیر کے بارے میں، آخرت کے بارے میں، جزا سزا کے بارے میں، جنت اور دوزخ کے بارے میں مختلف شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔

فتنوں کی تیسری قسم وہ فتنے ہیں احادیث میں جن کو فتنے کہا گیا جو کہ قیامت سے پہلے رونما ہوں گے اور یہ جو ہمارے ہاں بحث چل رہی ہے کہ ''عصر حاضر آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں'' تو حقیقت میں اس بحث میں انہی فتنوں کو ہدف بنا کر بات کی جارہی ہے اس کو یوں بھی تعبیر کیا گیا کہ رسول اکرم ﷺ کی آنے والے دور کے بارے میں پیشین گوئیاں اور اس کو فتن سے بھی تعبیر کیا گیا اور دوسرے مختلف نام مثلاً علامات قیامت بھی اس کو کہا گیا تو یہ فتنوں کی تیسری قسم ہے جو قیامت سے پہلے رونما ہوں گے۔

علاماتِ قیامت کی اقسام

اس حوالے سے بھی بات ہو چکی ہے کہ بعض فتنے یا بعض

علامات قیامت کے قریب ظاہر ہوں گی اور بعض قیامت سے بہت پہلے چنانچہ علامات کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے علامات بعیدہ، علامات متوسطہ اور علامات قریبہ وہ علامات جو قیامت کے بالکل قریب ظاہر ہوں گی شبہات کا فتنہ اور قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے فتنے جو حقیقت میں ہماری بحث کا اور ہمارے بیان کا موضوع ہے۔

چوتھی قسم قبر کا فتنہ ہے اور پانچویں قسم حشر کا فتنہ ہے حساب کتاب، جزا سزا، میزان پُل صراط کے فتنے۔ آزمائش کا ایک وقت ہوگا لیکن وہ آخرت میں ہوگا جب اس موضوع کے حوالے سے بات کرنے کا میں نے ارادہ کیا اور یہاں کے منتظمین نے اس موضوع پر بحث کرنے کے لیے کہا یعنی پیشین گوئیوں والا موضوع کہیں یا فتنوں والا موضوع کہیں یا علامات قیامت والا موضوع کہیں تو مختلف کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اندازہ ہوا ابتدا ہی سے علما نے اس موضوع پر بڑا کام کیا ہے سب سے زیادہ کام عربی میں ہوا اس کے بعد اردو میں پھر فارسی میں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں۔

اس موضوع پر اہم کتابیں

یقینی بات ہے اس موضوع کا ایک ایک پہلو اور ایک ایک جزو ایسا ہے کہ گھنٹے کی نشست میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے میں بعض کتابوں کا حوالہ دے رہا ہوں جو تحقیق کا ذوق اور شوق رکھتے ہیں میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ کچھ وقت نکال کر ان کتابوں کا مطالعہ کریں تو شاید

ان کی تشریح کا کچھ بہتر سامان مل جائے مثال کے طور پر جدید کتابیں جو لکھی گئیں ایک تو سعودیہ کے ڈاکٹر عبدالرحمن ہیں، مصر کے استاد محمد امین جمال الدین اور ہشام ہیں، ہندوستان کے سید ناصر حسن گیلانی اور سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے رضی الدین سیّد، ذکرالدین شرفی، مولانا عاصم عمر، عاصف الدین شمسی اور ان سے بھی پہلے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب اور پھر ان کے صاحب زادے صدر دارالعلوم حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، اِن سب حضرات نے اس موضوع پر مختلف عنوانات سے چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں اور حال ہی میں ہمارے برادرِ عزیز اور مستند عالم حضرت مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب نے اس موضوع پر بڑی تحقیقی اور دل چسپ کتاب لکھی ہے ان کتابوں کے مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ جو موضوع ہے علاماتِ قیامت کا موضوع، آنے والے فتنوں کا موضوع اور رسول اکرم ﷺ کی پیشن گوئیاں، بہت ساری کتابیں لکھنے کے باوجود میں نے محسوس کیا کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ مستند علماء کی ایک پوری جماعت بھی ایسی ہو جسے قدیم اور جدید علوم میں مہارت ہو، تاریخ کا بھی گہرا مطالعہ ہو، یہودی اور مغربی ملکوں کی سازشوں پر ان کی نظر ہو اور وہ جتنی پیشین گوئیاں اور علامات اور آنے والے فتنوں کا بیان ہے اور اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا اکثر مطالعہ کریں اور اس پر تحقیق کریں اور اپنی تحقیق امت کے سامنے پیش کریں تو ممکن ہے کہ بعض ایسی نئی چیزیں سامنے آسکیں جہاں تک آج کسی کا ذہن نہیں پہنچ سکا، مغرب میں آنے

والے حالات کے حوالے سے، آنے والے حوادث اور سانحات کے حوالے سے باقاعدہ ایسے درس دیے جائیں جو اپنے مجاہدات، تجربات اور مطالعے کی روشنی میں آنے والے دور کے لیے اپنی قوم کو، اپنے ملک کو اُن فتنوں سے نمٹنے کے لیے تیار کرتے ہوں، آگاہ کرتے ہوں، ہمارے پاس تو قرآن کریم کی صورت میں ایک کسوٹی موجود ہے اور رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی صورت میں بھرپور مواد موجود ہے تو اگر ایسا ہو ان پر محنت کریں تحقیق کریں تو اس سے پوری امت کو بڑا فائدہ ہوگا۔

دلچسپ موضوع کا انتظار

یہ میری اپنی ایک ذاتی رائے ہے یہ بھی ظاہر ہوا کہ عوام تو کیا خواص کو بھی اس موضوع سے بہت زیادہ دلچسپی ہے اس دلچسپی کا اندازہ آپ یہاں جمع ہونے والے ساتھیوں سے بھی لگا سکتے ہیں یہاں مختلف موضوعات ماہانہ درس کے لیے متعین کیے گئے ہیں تو ہر ایک کو تجسس ہے اور ہر ایک انتظار میں ہے۔ انسان کی فطرت کیسی ہے کہ جس چیز کا انتظار ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ جلدی ہو جائے، اللہ معاف فرمائے مجھے یاد ہے جس زمانے میں طالبان کا افغانستان میں سقوط ہوا تو ایک ساتھی جوان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے تو انہوں نے ایک عجیب بات کہی وہ کہنے لگے امام مہدی کو آج آنا ہے تو آجائیں ورنہ بعد میں ہمیں ضرورت نہیں ہے تو جلد بازی انسان کی فطرت ہے ویسے بھی کہا جاتا ہے اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ انتظار قتل سے بھی زیادہ

شدید چیز ہوتی ہے، انسان پر بڑی شاق گزرتی ہے اور انسان چاہتا ہے جو کچھ ہو جائے بس ہو جائے، لیکن جو کچھ ہوگا وہ تو اللہ پاک کے طے شدہ نظام کے مطابق ہوگا ہمارے کہنے سے، ہمارے دعوے کرنے سے، ہمارے باتیں کرنے سے، ہمارے چھیڑنے سے، ہمارے غصے میں آنے سے، جذبات میں آنے سے اللہ پاک اپنے نظام کو نہیں بدل سکتے ہیں، اپنے آپ کو بدلنا ہوگا وگرنہ اللہ پاک کا جو نظام ہے وہ طے شدہ ہے اللہ کی سوچ کے مطابق یہ نظام چلتا رہے گا سورج اپنے وقت پر طلوع ہوگا اپنے وقت پر غروب ہوگا مہینہ اپنے وقت پر شروع ہوگا اپنے وقت پر ختم ہوگا، دجال اپنے وقت پر آئے گا امام مہدی اپنے وقت پر عیسیٰ علیہ السلام اپنے وقت پر، یہ ساری چیزیں اپنے وقت پر ظاہر ہوں گی لیکن ہر ایک کو انتظار ہے، بلکہ یہ بھی سنا ہے چند سالوں سے بہت سے دین دار لوگ خاص طور پر حج کے لیے جاتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ اس سال امام مہدی کا ظہور ہو جائے تو ہم وہاں جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے تو اس انتظار میں بعض لوگ حج کے لیے بھی جاتے ہیں یہ سعادت حاصل کرنے کے یے ہمارے بزرگوں میں ایسے لوگ بھی رہے جو منتظر رہے جنہوں نے خدام کعبہ کے پاس ہتھیار رکھوا دیئے اور تلواریں بھی رکھوا دیں کہ ہماری زندگی کا تو پتا نہیں نہ جانے امام مہدی آسکیں ہماری زندگی میں یا نہ آسکیں لیکن اگر آپ تشریف لے آئیں میری طرف سے ہتھیار ہدیہ ہے آپ اس کو دشمن کے مقابلے میں استعمال کیجیے گا

اور اگر آپ میری زندگی میں ظاہر ہو جائیں تو میں آپ کا ساتھی بن کر دشمنوں سے جہاد کروں گا، عربی زبان میں میری نظر سے کتابیں گزری ہیں اُن کے نام بھی اسی طرح کے ہیں مثال کے طور پر محمد عزت عارف کی کتاب ہے المھدی رجل ینتظرہ العالم مہدی وہ شخص ہے جس کا ساری دنیا انتظار کرتی ہے جیسے کہ آپ سنیں گے کہ ساری دنیا کیا مسلمان، کیا عیسائی اور کیا یہودی سارے ہی اپنے اپنے انداز میں انتظار کر رہے ہیں، اسی طریقے سے ان سے پہلے بھی ایک کتاب لکھی ہے عقب الدر فی اخبار المنتظر محمد یوسف بن یحیٰی نے ''بکھرے ہوئے موتیوں کو میں نے پرویا ہے اس شخص کے بارے میں جس کا انتظار کیا جا رہا ہے'' ان احادیث کے بارے میں جن کا انتظار کیا جا رہا ہے تو عربی میں بھی کتابیں اس عنوان پر لکھی گئی ہیں۔

تین شخصیات تین بڑے مذاہب

آج کی نشست میں ان شاء اللہ متعدد سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے لیکن ان سے پہلے میں شخصیات کا اجمالی تعارف مناسب سمجھتا ہوں جن کا بڑے بڑے مذاہب انتظار کر رہے ہیں یہ بھی اتفاق سمجھیے کہ یہ شخصیات بھی تین ہیں جن کا انتظار کیا جا رہا ہے اور آسمانی مذاہب بھی دنیا میں بڑے بڑے تین ہی ہیں اسلام یہودیت اور عیسائیت۔ ان میں سے پہلی شخصیت حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے یہ بھی بتا دوں کہ کسی نے اُن کے ساتھ علیہم السلام لکھا ہے کسی نے رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور کسی نے رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے مجھ

سے سوال کیا گیا کہ کیسے لکھا جائے ان کے بارے میں؟ کتابوں میں تو تینوں طرح ملتا ہے اور عوامی زبان میں بھی تینوں طریقے سے یاد کیا جاتا ہے لیکن ویسے جو ہماری اصطلاح کے اعتبار سے علیہ السلام یہ انبیاء کے لیے مخصوص ہے رضی اللہ عنہ، یہ صحابہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور رحمۃ اللہ علیہ یہ امت کے صُلحاء کے لیے استعمال ہوتا ہے وگرنہ معنی کے اعتبار سے کوئی حرج نہیں علیہ السلام یعنی اس پر سلامتی ہو یہ میں آپ کے لیے بھی کہہ سکتا ہوں اور رضی اللہ عنہ کا معنی اللہ ان سے راضی ہو جائے اور اپنے لیے بھی یہی دعا پسند کرتا ہوں۔

سب سے اہم اور بڑی دعاء: دنیا کے اعتبار سے سب سے بڑی دعا وہ ایک تو یہ ہے کہ اللہ پاک ہمارے ساتھ خیر و عافیت کا معاملہ فرمائے اور آخرت کے اعتبار سے اور دنیا کے اعتبار سے بھی سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ اللہ پاک ہم سے راضی ہو جائے ایک مومن کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اللہ پاک مجھ سے راضی ہو جائے تو عافیت کی دعا سب سے بڑی دعا ہے، ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ انسان اللہ سے جو کچھ مانگتا ہے ان میں سے سب سے بہترین چیز مانگنے کی عافیت ہے اور میں جتنا غور کرتا ہوں اور جتنا حالات کو دیکھتا ہوں تو خدا کی قسم! زبان کی سچائی پر یقین آتا ہے کہ میرے آقا نے جو کچھ فرمایا سچ فرمایا عافیت سے بڑی چیز کوئی نہیں ہے نہ دولت، نہ مال، نہ کرسی، نہ منصب، نہ شہرت، نہ عزت، نہ اولاد، نہ بنگلہ، نہ کوٹھی، نہ گاڑی، کوئی چیز عافیت سے بڑھ کر نہیں ہے اگر عافیت نہیں تو ساری چیزیں بے کار ہیں اور اگر عافیت ہے تو سب کچھ ہے عافیت کیا چیز ہے؟ اختصار کے

ساتھ بتا رہا ہوں عافیت یہ ہے کہ اللہ حفاظت عطا فرمائے اللہ امن عطا فرمائے اللہ پاک سلامتی عطا فرمائے اللہ پاک حفاظت عطا فرمائے نفس کے شر سے، شیطان کے شر سے، چورڈاکوؤں کے شر سے، حاسدوں کے شر سے، دشمنوں کے شر سے، کافروں کے شر سے، اور ایکسیڈنٹ کے شر سے، بیماریوں کے شر سے، جتنے بھی شر آپ سوچ سکتے ہیں ان سب سے حفاظت و عافیت میں آجائیں گے مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے یہ سب سے بڑا مقصد ہے کسی طریقے سے اللہ راضی ہو جائے ،کوئی ایسا کام ہم کر جائیں کہ جس سے اللہ راضی ہو، سب سے بڑا مقصد ہے کسی طریقے سے ایسی زندگی گزار جائیں کہ اللہ پاک ہم سے راضی ہو جائے تو عرض یہ کر رہا تھا کتابوں میں بھی تین طریقوں سے یاد کیا گیا اور لکھا ہوا ہے علیہ السلام بھی، رضی اللہ عنہ بھی لیکن ہم احتیاط کے طور پر کہہ سکتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت ہیں کہ جن کے بارے میں متصور ہے کہ وہ نجات دہندہ ثابت ہونگے اور پھر آسمانی مذہب والے ایک ایسی شخصیت کا انتظار کر رہے ہیں جو کہ ان کے لیے نجات دہندہ ثابت ہوگا، اجمال میں تینوں مذاہب کا اتفاق ہے کہ ایک ایسی شخصیت آئے گی جو کہ ہمارے لیے نجات دہندہ ہوگی البتہ تفصیل میں اور فروع میں کچھ اختلاف ہے، عیسائی کہتے ہیں کہ جب وہ نجات دہندہ آئے گا تو ہمیں آسمانوں پر اٹھالیا جائے گا اور سب کے سب عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو آسمان پر اٹھالیا جائے گا اور وہ آسمانوں پر جاکر وہاں کے بالاخانوں سے دنیا میں دوسری قوموں کی ہلاکت

کے منتظر ہیں یہودی کہتے ہیں کہ جب وہ نجات دہندہ آئے گا تو پوری دنیا کے یہودیوں کی عالمی حکومت قائم ہوجائے گی ان کا پورا منصوبہ، پوری تدبیر، پوری سوچ، پوری سازشیں اسی محور کے اردگرد گھومتی ہیں کہ ساری دنیا پر ہمارا غلبہ ہوجائے اور ایک عالمی یہودی امت قائم ہو، تینوں مذاہب میں سے سب سے کم ماننے والے یہود ہیں، یہودیت تعداد میں کم ہیں مسلمان اور عیسائی اکثریت میں ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا نظریہ، ان کی سازشیں ان کی کوششیں وہ سب اسی لیے ہیں کہ پوری دنیا پر ہمارا غلبہ قائم ہوجائے بلکہ یہ کہ پوری دنیا کے وسائل بھی ہمارے قابو میں آجائیں، کھانے پینے کے وسائل، سونے چاندی کے وسائل، مادی وسائل جتنے بھی ہیں ان پر قابض ہونے کی کوشش کررہے ہیں حتی کہ میں اگر یہ کہوں تو بھی غلط نہ ہوگا خواہ وہ آسمان سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں سورج چاند جیسی چیزیں ہیں ان کو بھی قابو کرنے کی کوشش کررہے ہیں، بادشاہوں کو بھی قابو کرنے کی کوشش کررہے ہیں گویا کہ ساری دنیا کو اگر ہم ہی کھلائیں تو وہ کھائے اور ہم پلائیں تو وہ پیے اور ہم پہنائیں تو وہ پہنے ہم جسے چاہیں بھوکا رکھیں اور جسے چاہیں کھلائیں جہاں چاہیں بارش برسادیں اور جہاں چاہیں بارش روک لیں اور ہم جس زمین کو چاہیں زرخیز بنادیں جس زمین کو چاہیں بنجر بنادیں تو اس طرح کی منظم کوشش ہورہی ہے، تو ان کا نظریہ ہے کہ جب یہ نجات دہندہ آئے گا تو ہماری عالمی یہودی حکومت کا خواب شرمندہ تعبیر ہوجائے گا اور غیر یہودیوں کا خاتمہ کرلیا جائے گا اور اس موقع پر پوری دنیا کی حکومت قائم ہوجائے گی

مسلمانوں کی سوچ حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ ہے کہ جب وہ تشریف لائیں گے تو یہودیوں کا جو کہ پوری دنیا کے امن، تحفظ اور سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں ان کا وہ خاتمہ کریں گے اور یہودی صفت انسانوں کا خاتمہ کریں گے کسی خاص قوم کا نہیں، کسی خاص نسل کا نہیں بلکہ یہ ایک خاص سوچ رکھنے والے، یہودیت کی سوچ رکھنے والے کا نظریہ ہے یہودیت کی سوچ پورے عالم کے لیے تباہی کی سوچ ہے پورے انسانوں کو غلام بنانے کی سوچ اور پوری دنیا پر شیطانی حکومت کے غلبے کی سوچ ہے۔

مسلمانوں کا نظریہ

چنانچہ مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائیں گے وہ اس قسم کے یہودیوں اور یہودی صفت اور یہودی سوچ رکھنے والے انسانوں کا خاتمہ کریں گے اور بقیہ جو انسان ہوں گے وہ اسلام قبول کرلیں گے اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ یہ جو نجات دہندہ تشریف لائیں گے ان کا نام محمد یا احمد ہوگا والد کا نام عبداللہ ہوگا یہ حسنی سادات کے قبیلے یا نسل کے ہوں گے وہ اپنے بارے میں کسی قسم کا دعویٰ نہیں کریں گے نہ عمل کا، نہ اپنی ولایت کا بلکہ حتی الامکان اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کریں گے ابتدا میں وہ خود اپنے مقام سے ناواقف ہوں گے لیکن بصیرت رکھنے والے ان کو تلاش کر ہی لیں گے حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلا کام جو کریں گے وہ یہ کہ انسانوں کو سچی توبہ کا پابند کریں گے اور نیک اور منتخب افراد ان کی

قیادت میں جمع ہو جائیں گے وہ سات سال تک جہاد میں مصروف رہیں گے اور ان سات سالوں میں تین میں سے دو بڑی طاقتوں کے خلاف انہیں فتح حاصل ہو گی یعنی عیسائی اور ہندو اور آٹھویں سال دجال ظاہر ہو گا اور اسی سال عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے نویں سال دجال کو قتل کیا جائے گا اسرائیل کا خاتمہ ہو گا مہدی علیہ السلام پچاس سال کی عمر میں انتقال کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے بعد ۳۸ سال تک زندہ رہیں گے یہ پہلی شخصیت ہے جس کا سارے ہی آسمانی مذاہب انتظار کریں گے۔

دوسری اہم شخصیت

دوسری شخصیت حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد جو دنیا میں آئے گی وہ دجال کی شخصیت ہے دجال کا سب سے بڑا تعارف خود اس کے نام میں پوشیدہ ہے دجال خود اردو زبان میں بھی دھوکے باز، فراڈیے اور ملمع سازی کے لیے استعمال ہوتا ہے تو یہ بہت بڑا دھوکے باز جھوٹا فراڈیا اور ملمع ساز ہو گا دجل عربی زبان میں کہتے ہیں کہ لوہے پر سونے کا پانی چڑھانا اس کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کہ لوہے پر سونے کا پانی چڑھا دیا جائے جو حقیقت میں تو سونا نہیں لیکن دیکھنے والے کو سونا نظر آئے، تو دجال یہ کام کرے گا دجل کا کام، فریب کا کام، حقائق کو بدلنے کا کام، جھوٹ کو سچ، سچ کو جھوٹ بنا کر پیش کرنے کا کام، باطل کو حق، حق کو باطل کے روپ میں پیش کرنے کا کام اور قربان جاؤں اپنے آقا ﷺ کے قدموں کی خاک پر آپ کے بے شمار احسانات میں سے ایک

احسان یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر موقع کی مناسبت سے اپنی امت کو دعائیں سکھائی ہیں دجال کے فتنے سے حفاظت کی بھی دعا ہے لیکن دو دعائیں اس وقت میرے ذہن میں آرہی ہیں ان دعاؤں کو اپنا معمول بنالیجیے۔

پہلی اہم دعا

ایک دعا تو آقا نے یہ فرمائی آپ کا معمول تھا

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی حَقِیقَۃَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ

اے اللہ! چیزوں کی حقیقت مجھ پر کھول دے جیسی کہ وہ ہیں یعنی کس چیز کی حقیقت کیا ہے؟ اے اللہ! مجھے دکھا دے، مجھے سمجھا دے، مجھ پر کھول دے اس نظریے کی حقیقت کیا ہے جو میرے سامنے آیا اے اللہ! تو مجھ پر کھول دے، اس شخص کی حقیقت کیا ہے اے اللہ! تو مجھ پر کھول دے، اس جماعت کی حقیقت کیا ہے؟ اے اللہ! تو مجھ پر کھول دے، اس فتنے کی حقیقت کیا ہے؟ اے اللہ! تو مجھ پر کھول دے۔ یہ ساری چیزیں اس میں آجاتی ہیں اگر آپ تنہائی میں اس دعا کے مفہوم پر غور کریں گے تو بہت سی چیزیں اور بھی سمجھ میں آئیں گی کہ کتنی جامع دعا ہے کہ اے اللہ! چیزوں کی حقیقت مجھ پر کھول دے، بسا اوقات جو ہم فتنے کا شکار ہو جاتے ہیں وہ اس لیے کہ کسی چیز کی، کسی شخصیت کی، کسی نظریے کی، کسی سوچ کی حقیقت ہم پر نہیں کھلتی تو ہم دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ انسان دھوکے کا شکار اس لیے ہوتا ہے کہ کسی چیز کی حقیقت نہیں کھلتی، شیطان جو انسان کو گمراہ

کرتا ہے تو ایسا نہیں کہ وہ گمراہی کو گمراہی کہہ کر اس کی دعوت دیتا ہے بلکہ گمراہی کو بسا اوقات ہدایت کے روپ میں پیش کرتا ہے، ہلاکت کو بعض اوقات نجات کے روپ میں پیش کرتا ہے، ناکامی کو کامیابی کے روپ میں پیش کرتا ہے تو اس دعا کے پڑھنے کا معمول بنائیں۔

دوسری اہم دعا

اور دوسری دعا

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

اے اللہ! حق کا حق ہونا ہم پر کھول دے اور حسن اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کا باطل ہونا ہم پر کھول دے اور اس سے بچنے کی توفیق دے دے، جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے مہدی رحمہ اللہ کے بارے میں کہ جب آئیں گے تو بہت سے مسلمان بھی ان کی مخالفت کریں گے، اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے کیوں ان کی مخالفت کریں گے، لیکن جب ان پر حق کا حق ہونا کھلے گا نہیں تو وہ اس کا ساتھ کیوں دیں گے؟ ملمع سازی، فریب کاری، دھوکے بازی یہ دجال کا سب سے بڑا تعارف بھی ہے اور سب سے بڑا حربہ بھی ہے۔

مغربی نظریات محض دھوکہ:

آج مغرب میں جو کچھ ہو رہا ہے بہت سے نظریات کو جو خوشنما بنا کر پیش کیا جا رہا ہے وہ حقیقت میں دجالیت کا ایک عکس ہے دجالیت کا ایک

شعبہ ہے معیار زندگی کی بلندی کتنا خوشنما نعرہ ہے، عورت کی آزادی، صحافت کی آزادی یہ جمہوریت اور حقوق بڑے پرکشش نعرے ہیں، نعرے ہی نعرے، ان کے پیچھے حقیقت کچھ نہیں، صرف دھوکا دینے کے لیے، عورت کی آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کو حقوق دیے جائیں، میراث میں حق دیا جائے اور نان نفقے میں حق دیا جائے بلکہ آزادی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو معاذ اللہ مادر پدر آزاد کر دیا جائے، فحاشی کی اجازت دی جائے، بازار میں نکال دیا جائے اور شاپنگ سینٹر اور کلب عورتوں سے آباد ہو جائیں، یہ ہے آزادی کا مطلب اور نکاح کا سلسلہ ختم ہو جائے، زنا اور بدکاری عام ہو جائے اہلِ مغرب کی نظر میں یہ آزادی ہے اور معیار زندگی کی بلندی کیا ہے؟ جھوٹی زندگی، مصنوعی زندگی، معیار زندگی کو بلند کرو چاہے قرض میں جکڑتے جاؤ سودی قرضوں میں، سودی بینکوں کی زنجیروں میں جکڑتے جاؤ لیکن معیار زندگی بلند کرو اللہ اکبر جو آقا ﷺ نے سادگی سکھائی تھی، قناعت سکھائی تھی ہم امت نے بھلا دیا کیا ہمارے آقا ﷺ احد پہاڑ کو سونے کا نہیں بنا سکتے تھے؟ کیا اُحد پہاڑ آپ کے لیے سونے کا نہیں بنایا جا سکتا تھا؟ سونے کا محل آپ کے لیے تعمیر نہیں کروایا جا سکتا تھا؟ باوجودیکہ مشرکین طعنے دیتے تھے اور دل زخمی کرتے تھے اے محمد! اگر تم سچے ہو تو تمہارے گھر میں کھانے کے لیے کیوں کچھ نہیں ہے؟ تمہارے پاس ڈھنگ کی سواری کیوں نہیں ہے؟ گدھے پر سوار ہو کر آتے ہو، بڑے بڑے سردار تمہارے ساتھ کیوں نہیں ہوتے اگر واقعی نبی ہو تو تمہارے لیے چاندی کا مکان ہونا چاہیے، سونے کی

چھت ہونی چاہیے، وسائل کی فراوانی ہونی چاہیے۔

آقا ﷺ کی قابلِ رشک زندگی

لیکن آقا ﷺ نے کیسی زندگی گزاری، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے ہیں اور اس وقت حاضر ہوئے ہیں جب کم وبیش دس لاکھ مربع میل پر آقا کا حکم چلتا تھا، اس وقت حاضر ہوئے ہیں صورت یہ تھی کہ بان کی چار پائی جس کے نشانات جسم مبارک پر پڑے ہوئے اور کھجور کی چھال پر مشتمل رکھا ہوا بچھونا، ایک طرف تھوڑے سے جو اور مشکیزے میں پانی، یہ کل کائنات تھی اس عظیم انسان کے گھر کی جس کا حکم دس لاکھ مربع میل پر چل رہا تھا، دیکھا تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، کہا عمر! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا قیصر و کسریٰ تو مزے کریں اور میرے آقا کی زندگی اتنی سادہ! اتنی مشقت والی! اللہ اکبر! حضور لیٹے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے عمر! اب بھی حقیقت نہیں سمجھے کیا تم پسند نہیں کرتے ہو قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے اڑائیں اور ہمیں اللہ پاک آخرت کی فراوانی عطا فرمائے؟

مصنوعی معیارِ زندگی محمدیت نہیں ہے

میں یہ نہیں کہتا ہوں میرے بھائیو! آپ خوش حالی حاصل کرنے کے لیے، مکان بنانے کے لیے، گاڑی کے لیے محنت نہ کریں، تجارت کو فروغ دینے کے لیے محنت نہ کریں، یہ نہیں کہتا لیکن جھوٹے انداز میں، مصنوعی انداز میں معیارِ زندگی بلند کرنے کے لیے سودی قرض لے کر

گاڑیاں خریدنا اور بنگلے بنانا اور شادی بیاہ کی ہندوانہ رسمیں سرانجام دینا یہ محمدیت نہیں ہے، دجالیت ہے اللہ پاک ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

دجال کی نشانیاں

حدیث میں دجال کا شخصی تعارف بھی ہے اور مختلف نشانیاں بھی۔ مثال کے طور پر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ یہ نوجوان مرد ہوگا گھنگریالے بال ہوں گے، ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا بہت بڑا شعبدے باز ہوگا اور سب سے بڑا فتنہ ہوگا حضور نے فرمایا کائنات کی تخلیق سے لے کر قیامت کے ظہور تک دجال سے بڑا فتنہ پیدا نہیں ہوا اور اس کے پیروکاروں کی اکثریت یہودیوں اور فحاشی پسند عورتوں پر مشتمل ہوگی، اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ ہوگا پانی کا دریا ہوگا یہ حدیث میں نشانیاں آئی ہیں، زمین پر اتنی تیزی سے چلے گا جیسے ہوا بادلوں کو اڑاتی ہے، گدھے پر سوار ہوگا اس کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا یہ چند نشانیاں ہیں جو احادیث مین آئی ہیں اب یہ جو نشانیاں حدیث میں آئیں بعض علماء ان کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسے ہی ہوگا جیسے حدیث مین آیا واقعی وہ گدھے پر سوار ہوگا اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کا دریا ہوگا اور تیزی سے وہ چل رہا ہوگا بعض نے ان احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا اور بہت سے حضرات ایسے ہیں جنہوں نے عصر حاضر پر ان نشانیون کا انطباق کیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہم عصر حاضر کے بعض فتنوں کو

دیکھتے ہیں اور ان پر رسول اکرم ﷺ کی احادیث کو منطبق ہوتے ہوئے اور صادق آتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو کچھ علماء تاویل کرتے ہیں اور عصرِ حاضر کے بعض فتنوں پر ان احادیث کا انطباق کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر حدیث میں آیا کہ دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا تو اس میں تاویل یہ کی گئی کہ ایمانی آنکھ نہیں ہوگی اس کی آنکھ صرف مادی آنکھ ہوگی مادیت پر نظر رکھنے والی باطل آنکھ ہوگی اور ایمانی آنکھ بالکل بند ہوگی، اور مادی آنکھ بڑی روشن ہوگی تو آج ایسی تہذیبیں، ایسی قومیں، ایسی جماعتیں اور ایسی شخصیات اور فکر وفلسفہ جس میں سب کچھ مادیت ہے، روحانیت کچھ نہیں ظاہری وسائل ہی سب کچھ ہیں، مسبب الاسباب، عالم الغیب اور خالق ورازق کچھ نہیں قیامت کچھ نہیں حشر نشر کچھ نہیں سب کچھ وہ ہے جو آنکھوں سے نظر آرہا ہے تو عالم غیب کا انکار، مسبب الاسباب کا انکار اور وسائل اور اسباب کو سب کچھ سمجھنا۔

شرک صرف بت پرستی ہی نہیں

اور جان لیجیے میرے بھائیو! شرک صرف بتوں کے سامنے سر جھکانے کا نام نہیں ہے بلکہ مسبب الاسباب سے ہٹ کر اسباب کو ذاتی طور پر، حقیقی طور پر موثر سمجھنا یہ بھی شرک ہے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو سورۂ کہف کی تفسیر لکھی ہے اس پر معرکۃ الآراء کتاب لکھی

(ایمان و مادیت) تو اس میں جو واقعہ آتا ہے دو شخصوں کا کہ ان میں سے ایک کے پاس دو باغ تھے اور اس نے کہا یہ کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے اور میں ہمیشہ عیش میں رہوں گا یہاں بھی عیش اور اگر بالفرض اللہ کے پاس گیا بالفرض مرنے کے بعد زندہ ہوا تو وہاں بھی عیش میں ہوگا۔

وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا۝۳۶

(سورۂ کہف: ۳۶)

بہت سے آپ دیکھیں جو مادی سوچ رکھنے والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد تو زندگی ہے نہیں اگر ہوئی بھی تو وہاں پر ہمارے مزے ہی مزے ہیں تو جب سب کچھ اس کا تباہ ہو گیا تو اس نے کہا تھا

یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا۝۴۲

(سورۂ کہف: ۴۲)

اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا میں نے شرک نہ کیا ہوتا تو حضرت ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جو کہہ رہے ہیں کاش! میں نے شرک نہ کیا ہوتا یہ کون سا شرک تھا شرک فی الاسباب اسباب کو موثر حقیقی سمجھ لینا تو بھائیو! یاد رکھیے میری بہنو! یاد رکھیے اسباب حقیقی نہیں ہیں فیکٹری، کارخانہ، دکان یہ موثر حقیقی نہیں ہیں یہ ہمیں نہیں پال رہے اللہ پال رہا ہے حکیم کی دوا اور ڈاکٹر کا انجکشن یہ ہمیں شفا نہیں دے سکتا شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے تو شرک فی الاسباب، اس میں مادیت والے مبتلا ہو جاتے ہیں بہت سے افراد نے اس میں تاویل کی، مثال کے طور پر یہی کہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا

یعنی اس کی ایمانی آنکھ نہیں ہے بس مادیت پرستی والی آنکھ ہے اسباب کو دیکھنے والی آنکھ ہے اور مسبب الاسباب کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ آنکھ جو اللہ کو نہیں دیکھتی وہ گویا کہ ہے ہی نہیں، قرآن یہ کہتا ہے وہ اندھا ہے جو اللہ کو نہیں دیکھتا، وہ گونگا ہے جو اللہ کا نام نہیں لیتا، وہ بہرا ہے جو اللہ کا کلام نہیں سنتا یہ جو کہا اللہ نے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں، کیا ابوجہل بہرا تھا گونگا اندھا تھا نہیں ابو جہل بڑا تیز طرار روانی سے عربی بولنے والا بڑی تقریریں کرنے والا تھا بہت کچھ سننے والا، بہت کچھ دیکھنے والا لیکن اس کی آنکھ حق کی نشانیاں نہیں دیکھتی تھی اور اس کے کان حق کے بول نہیں سنتے تھے اور اس کی زبان حق کا کلمہ نہیں پڑھتی تھی تو اللہ نے اس کے بارے میں اور ان جیسوں کے بارے میں کہا اور صرف قریش کے بارے میں نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے ان جیسے سب کے بارے میں کہا

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ

(سورۃ البقرۃ:۱۸)

بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ تو دجال کی ایمانی آنکھ نہیں ہوگی اور اسی طریقے سے جو کہا شعبدے دکھائے گا ایسے نہیں کہ روڈوں پر بیٹھ کر جیسے ہمارے مداری شعبدے دکھاتے ہیں یہاں سے کبوتر نکال دیا اور کسی ڈبے سے مٹھائی نکال دی ایسے نہیں، بلکہ ٹیکنالوجی کے شعبدے میڈیکل کے شعبدے اور یہ جو عجیب وغریب شعبدے ٹیکنالوجی کے شعبدے ایسے کہ ہماری عقل دنگ رہ جائے اسی طریقے سے یہ کہا گیا کہ گدھے پر سوار

ہوگا تو یہ نہیں کہ واقعی وہ کسی کمہار کی طرح گدھے پر سوار ہو کر آئے گا بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آج کے جہاز پر سوار ہو حیرت کی بات یہ کہ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسی سواری پر سوار ہوگا جو اتنی تیزی سے چلے گی جیسے ہوا بادلوں کو اڑاتی ہے تو آپ جانتے ہیں ایسے ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے جن کی رفتار ہوا سے بھی کئی گنا تیز ہے اور ہوا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ۴۵ منٹ میں پوری دنیا کا چکر لگا سکتی ہے اور اتنی تیز رفتار سواری تیار ہو چکی ہے۔ کہا گیا کہ اس کے گدھے کے کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا جنہوں نے پیائش کی تو کم وبیش ان کے جو ہوائی جہاز ہیں ان میں چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہے اسی طریقے سے جو کہا گیا کہ اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ ہوگا تو ایسے نہیں کہ واقعی روٹیوں کا پہاڑ ٹرالوں پر لاد لاد کر اپنے ساتھ لے کر پھرے گا اور پانی کا دریا اپنے ساتھ لے کر پھرے گا مطلب یہ کہ روٹی اور پانی پر اس کا پورا قبضہ ہوگا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف پوری دنیا کی معیشت کو اپنے حیوانی اور خونی پنجوں میں جکڑ رکھا ہے، آپ ان کمپنیوں میں سے جو پوری دنیا پر قبضے کے لیے متعارف کرائی جاتی ہیں اُن ملٹی نیشنل کمپنیوں کو دیکھیے کہ آج کھانے پینے کا کتنا مواد ہے اُن کے پاس اور ہم اس کے محتاج ہو کر رہ گئے کھانے میں بھی اور پینے میں بھی حتی کہ تعجب کی بات یہ ہے کہ دیہاتوں سے دودھ غائب ہو گیا میں خود ایک دیہاتی ہوں اور گاؤں میں آتے جاتے رہتے ہیں حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ دکانوں پر ملک پیک دودھ تو میسر ہے لیکن جو قدرتی دودھ ہے وہ دیہاتوں میں میسر

نہیں پانی کو دیکھیں تو ایک فیشن بن گیا، منرل واٹر پینا ایک فیشن بن گیا، لوگ اپنے ساتھ بوتل اٹھا کر پھرتے ہیں ظاہر ہے کہ اس سے ان کی شخصیت و عظمت دلوں پر قائم ہوتی ہے، بڑا آدمی ہے ہمارا پانی تو نہیں پیتا اپنا پانی ساتھ رکھتا ہے، حد یہ، غضب یہ، ستم یہ کہ حرمین شریفین میں دیکھا کہ بعض بے وقوف پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر آبِ زم زم نہیں پیتے کہ اس میں جراثیم ہیں اور وہاں پر بھی منرل واٹر کو استعمال کرر ہے ہیں وہ زم زم جسے مبارک پانی کہا گیا اس میں رسول اکرم ﷺ نے شفا بتائی ہے جو ہزاروں سال سے آزمایا ہوا۔

ہم نے بعض کتابوں میں دیکھا جیسے ہم نے عرض کیا ان ظالموں نے پانی میں اور مختلف خوراکوں میں ایسے اجزا شامل کر دیے کہ ان خوراکوں کو استعمال کرنے اور ان کے پانی اور مشروبات استعمال کرنے سے بعض اوقات جنسی طاقت ختم ہو کے رہ جاتی ہے، بعض اوقات کمزر پڑ جاتی ہے، بعض اوقات تولیدی جراثیم ختم ہو جاتے ہیں بعض ایسے اجزا کہ لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں لڑکے نہیں پیدا ہوتے طرح طرح کی سازشیں جیسا کہ فرعون کی سوچ تھی وَيُذَبِّحُونَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا۔

یہودی سازشیں، منصوبے اور ہتھکنڈے

یہودی سائنس دان ایسے تجربات کرر ہے ہیں کہ اپنی مرضی کے مطابق موسم بدل سکیں ایسے تجربات کرر ہے ہیں جیسا کہ چائنا میں جو کچھ عرصہ پہلے مصنوعی بارش کا بھی مظاہرہ کیا جا چکا اور بادلوں کو روکنے کا بھی مظاہرہ کیا

جا چکا تو ایسے مسلسل تجربات کہ اپنی مرضی کے مطابق موسم بدل سکیں، یہودی سائنسدان ایسے کیمیکل ایجاد کر رہے ہیں کہ جس زمین کو چاہیں بنجر بنا دیں اور جس کو چاہیں سرسبز بنا دیں، آج ہمارا جو کسان ہے وہ ان کی دواؤں اور ان کی کھادوں کا قدم قدم پر محتاج ہے لیکن ایسا ہو رہا ہے کہ ایسی کھادیں اور ایسی دوائیں ہیں کہ ایک وقت تک تو بہت موثر ثابت ہوں گی لیکن کچھ وقت کے بعد زمین بنجر ہو کر رہ جائے گی ایسے بیج جو ایک وقت تک تو بہت پیداوار دیں گے اور کاشت کار خوش ہو جائے گا کہ مجھے اپنی زمین سے دوگنا، چار گنا، دس گنا زیادہ پیداوار حاصل ہو رہی ہے لیکن ایک وقت آئے گا وہ بیج بانجھ ہو جائے گا، کام نہیں کرے گا بیج میں ان کے محتاج، کھاد میں ان کے محتاج، زرعی ادویات میں ان کے محتاج زمینیں ان کی محتاج، پیداوار ان کی محتاج [illegible] پر اور خوراک کے ذخیروں پر اور پانی کے ذخیروں پر وہ دن بدن کنٹرول حاصل کرتے جا رہے ہیں جہاں تک زندگی اور موت کا تعلق ہے تو یہ ظالم ایسے جراثیم ایجاد کرنے میں، پیدا کرنے میں مصروف ہیں کہ وہ جراثیم جن علاقوں میں پھیلا دیے جائیں تو کوئی زندہ نہ بچے یا کوئی صحت مند نہ رہے بیماریوں کے جراثیم، موت کے جراثیم، ان کے پھیلانے میں ان کی پیداوار میں، ان کی ایجاد میں یہ مصروف ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر یہ دجالی قوتیں اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گئیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ ایک عالمی حکومت قائم ہو گی باقی ساری حکومتیں ختم ان کی حیثیت باج گزاروں کی سی، ماتحتوں کی سی بن جائے گی جس اپنے ایجنٹ کو چاہے کسی علاقے کا وڈیرا اور سردار بنا دے یعنی

اگر یہ دجالی قوتیں اگر یہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوگئیں تو پوری دنیا پر ایک عالمی حکومت ہوگی باقی سارے کے سارے ان کے ماتحت ہوں گے، آبادی محدود لوگ، وہی کھائیں گے جو وہ چاہیں گے ایسا ہو رہا ہے آپ دیکھیے ہمیں کھانے پینے کی چیزوں میں اندھا مقلد اور سامع بنا دیا گیا ہے، بعض ایسے لوگ ہیں کہ ان کا مغربی فیکٹریوں کے بنائے ہوئے اور مغربی کمپنیوں کی بنائی ہوئی چیزوں کے بغیر گزارہ ہی نہیں ہوتا، ان کو کسی چیز میں مزہ ہی نہیں آتا ان کو اپنے پانی میں، اپنی چیزوں میں مزہ ہی نہیں آتا۔

زندگی کا اصل مزہ فطرتِ سلیمہ میں ہے

رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی محبت کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے ہماری فطرت کو ایسا بنایا الحمد للہ اس پر اللہ کا کروڑ بار شکر ادا کریں یہ حقیقت بتا رہا ہوں اگر کبھی مجبوری سے اور غلطی سے ان کا تھوڑا سا برگر کھا بیٹھوں تو میں راتوں رات بیمار ہو جاتا ہوں، کوئی نہ کوئی تکلیف ہو جاتی ہے اور خدا جانتا ہے گھر کی سوکھی روٹی چٹنی کے ساتھ وہ مزہ آتا ہے کہ خدا کی قسم! بہت سی برگر فیملیوں کو برگر میں مزہ نہیں آتا ہوگا اور اپنے سادہ پانی میں وہ مزہ آتا ہے الحمد للہ جو کسی کو پیپسی، مرنڈا اور کوکا کولا میں مزہ نہیں آتا ہوگا، تو اس طریقے سے ہمیں اپنا تابع بنایا جا رہا ہے اگر غالب آگئے، ان کے منصوبے کامیاب ہوگئے یہ چیزیں رونما ہوں گی جنسی آزادی تو لازمی ہے نکاح کو مشکل اور زنا کو آسان کر دیا ہم جس طریقے سے ان کے منصوبوں کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں

جس طریقے سے وہ قابض ہونا چاہتے ہیں ہم وہ قابض ہونے کے طریقے فراہم کررہے ہیں، جس تہذیب کو وہ فروغ دینا چاہ رہے ہیں اس تہذیب کے فروغ میں بعض محمد رسول اللہ کا نام لینے والے مصروف ہیں، محمد ﷺ کی تہذیب کو پس پشت ڈال دیا اور دجالی تہذیب کو اپنے سر آنکھوں پر رکھ دیا، اپنی پہچان بنالیا انہیں فیشن بنالیا، اپنی شخصیت کا وقار بنالیا، اس دجالی تہذیب کو معاشرے میں اپنی پہچان بنالیا۔۔

دجالی نظام کی ہولناکیاں

اگر یہ کامیاب ہوجائے تو ایک خاکہ سا جو نظر آتا ہے ایسا نظام کہ انہیں علم ہوگا کس گھر میں کتنے افراد ہیں کتنے بیٹے ہیں اور کتنی بیٹیاں، کتنے شادی شدہ، کتنے غیر شادی شدہ، ان کی پسند کیا ہے، ان کی چاہت کیا ہے اور ان کا بیلنس کیا ہے ان کا خون گروپ کیا ہے، ان میں سے کس کو کون سی بیماری ہے، پیٹ میں کتنے گردے ہیں، کتنے پھیپھڑے ہیں، یہ کاغذی کرنسی ختم ہوکے رہ جائے گی ڈالر ہو یا اکاؤنٹ روپے یا ٹکہ اور ریال یا دینار یہ ختم ہوجائیں گے کرنسی یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں کریڈٹ کارڈ کو اتنا فروغ دیا جارہا ہے۔

کریڈٹ کارڈ

اور بہت سے لوگ جو معاشرے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں کریڈٹ کارڈ کے استعمال میں، بڑے دھڑلے سے مارکیٹوں میں جاتے ہیں کریڈٹ کارڈ استعمال کرتے ہیں بڑا مزہ آتا ہے لیکن یہ کریڈٹ کارڈ

کتنوں کی تباہی کا سبب بنتا ہے اول تو ہمیں ترغیب دی جارہی ہے کہ اس کاغذی کارڈ کو چھوڑو لیکن پھر وہ وقت آئے گا کہ قانونی طور پر ہمیں پابند کریں گے ساری کرنسیاں ختم کرو، اس سے خریداری اس سے زندگی گزارو زندگی گزارنے کا ایک نیا انداز جو ہمیں کہا جاتا ہے ایک نیا انداز، ہر طرف اشتہار نظر آئیں گے زندگی گزارنے کا ایک نیا انداز، ٹی وی میں اشتہار، اخبار میں اشتہار، ریڈیو میں اشتہار تو کیا ہوگا مسٹر بھی کہے گا زندگی گزارنے کا نیا انداز اختیار کرو اور ملا بھی کہے گا اور صوفی بھی کہے گا جب سارے ہی زندگی گزارنے کا نیا انداز اختیار کررہے ہیں میں کیوں دقیانوس بنا رہوں وہ ایک نیا انداز سمارٹ کارڈ باقی سب کارڈ ختم جب یہ کارڈ آئے گا تو پھر انہیں کسی جاسوس کی ضرورت نہ ہوگی ان چلتے پھرتے جاسوسوں کی ضرورت نہ ہوگی وہ خود ہی جاسوسی کے لیے کافی ہوں گے اس میں ایسی چپ لگی ہوگی جو بتائے گی میں کہاں ہوں کیا کررہا ہوں وہ لوگ جن کو یقین نہیں آتا تھا کہ اللہ ہمیں ہر حال میں دیکھتا ہے ہر جگہ دیکھتا ہے جب وہ دیکھیں گے کہ یہودی ہر جگہ دیکھ رہے ہیں ہر حال میں دیکھ رہے ہیں تو شاید ان کو اللہ کے دیکھنے پر بھی یقین آجائے گا تو یہ دوسری بڑی شخصیت ہے دجال کی شخصیت اور دجال کے آنے نہ آنے کے بارے میں مختلف آراء ہیں لیکن حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں دجالیت کی آگ تو بھڑک چکی ہے میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں مفتی نہیں ہوں میرا یہ شعور، میرا یہ احساس، میرا یہ وجدان بلکہ یقین کہ ہم دجالیت کے دور میں زندگی بسر کررہے ہیں تو ان شاء اللہ

ایمان کے بارے میں ہم ضدی بن جائیں گے، لوگ ضدی بن جاتے ہیں کفر کے بارے میں ہم ان شاء اللہ ضدی بن جائیں گے ایمان کے بارے میں، ایمان پر زندہ رہیں گے، ایمان پر مریں گے۔

تیسری اہم شخصیت

تیسری شخصیت جو دجال کے قتل کے لیے نازل ہوگی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا لقب مسیح ہے، مسیح ان کا لقب کیوں تھا؟ بعض حضرات نے کہا اس لیے کہ مسیح کا معنی ہے چھونا، وہ جسے چھوتے تھے اسے صحت مل جاتی تھی، بعض اوقات نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے بینا ہو جاتا، کوڑی کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اس کا جسم تندرست ہو جاتا، تو جسے چھوتے اسے صحت مل جاتی اس لیے ان کا لقب ہو گیا مسیح چھونے والا، مسح کرنے والا، بعض نے کہا کہ یہ سیاحت سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو ان کی سیرت سے ثابت ہے کہ انہوں نے دین کی دعوت اور تبلیغ کے لیے اپنی زندگی سیاحت میں گزاری حتی کہ اپنا مکان تک نہیں بنایا تو اس لیے ان کو مسیح کہا گیا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اسلامی عقیدہ

اسلامی عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ ہے کہ یہودیوں نے انہیں پھانسی دلوانے کی کوشش کی لیکن اللہ پاک نے انہیں آسمانوں پر اٹھالیا جب دجال دنیا میں دندناتا پھر رہا ہوگا اور ایک خوف کی کیفیت ساری دنیا پر چھائی ہوگی تو آپ نازل ہوں گے اور وہ اسے قتل کریں

گے تو تینوں مذاہب حضرت مسیح علیہ السلام کے منتظر ہیں لیکن یہودی دجال ہی کو مسیح قرار دیتے ہیں اور جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ ان کا یہ عقیدہ جب وہ آئے گا تو معاذ اللہ! پوری دنیا پر ہماری حکمرانی ہوگی۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو دجال کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو ہلاک کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور پوری دنیا پر اسلام کی حکومت ہو جائے گی لا الہ الا اللہ کا بول بالا ہو جائے گا۔ تو تینوں مذاہب اپنے اپنے انداز میں منتظر ہیں لیکن یہودی دجال ہی کو مسیح قرار دیتے ہیں اس اعتبار سے فرق مسلمانوں عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان یہ ہے کہ مسلمان اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خیر کے غلبہ کے لیے تشریف لائیں گے اور یہودی کہتے ہیں معاذ اللہ! وہ شر کے غلبے کے لیے دنیا میں آئیں گے جسے وہ دجالیت بھی قرار دیتے ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی فتنۂ دجال سے حفاظت فرمائے (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

دورِ جدید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

نشست ثالث

از افادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نشستِ ثالث

- ......پیشین گوئیوں میں حکمت کیا ہے؟
- ......کیا چینیوں کو یاجوج ماجوج قرار دینا درست ہے؟
- ......کیا اہلِ مغرب پر دجال والی علامات صادق آتی ہیں؟
- ......فتنوں کے دور میں حفاظتِ ایمان کے لیے کیا کیا جائے؟
- ......قیامت کی بعض علامت ظاہر ہونے کے بعد قیامت کیوں نہیں آ رہی؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ②

(سورۃ الانبیاء: ۲،۱)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قابل احترام بزرگو، دوستو، ماؤں، بہنو اور بیٹیو! جیسا کہ آپ کو بتایا گیا گزشتہ دو مہینوں سے ہمارا جو موضوع چل رہا ہے وہ ہے ''دورِ جدید آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیوں کی روشنی میں'' اس موضوع کے حوالے سے گزشتہ نشستوں میں جو بات چیت ہوئی اس میں ایک بات تو یہ بتائی گئی کہ رسول اکرم ﷺ نے قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور

سانحات کے بارے میں جو پیشین گوئیاں فرمائیں ان میں حکمت کیا تھی؟ دوسری بات یہ عرض کی گئی قیامت تک آنے والے فتنوں کے بارے میں اتنے اہتمام کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو آگاہ کرنے کی ضرورت کیوں محسوس فرمائی؟ تیسری بات جو عرض کی گئی وہ یہ کہ قیامت سے پہلے جو علامات ظاہر ہوں گی وہ تین قسم کی ہیں: علامات بعیدہ، علامات متوسطہ اور علامات قریبہ۔

علامات قیامت کی تین قسمیں

علامات بعیدہ جیسے خود رسول اکرم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری، آپ کی وفات، فتنہ تاتار، یہ قیامت کی علامت بعیدہ میں سے ہیں، یعنی جو قیامت سے بہت پہلے پیش آچکیں۔ دوسری قسم کی علامات، علامات متوسطہ ہیں جو درمیانے زمانے میں پیش آئیں گی مثلاً فرمایا گیا کہ گانے بجانے کی کثرت ہوجائے گی، قتل وغارت گری کی کثرت ہوجائے گی، لوگ مساجد کی تعمیر میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے، اولاد ماں کے ساتھ وہ سلوک کرے گی جو آقا اپنی لونڈی کے ساتھ کرتا ہے۔ اس طرح کی علامات ، یہ علامات متوسطہ میں سے ہیں۔ تیسری قسم کی علامت جنہیں ہم علامات قریبہ کہتے ہیں: امام مہدیؒ کا ظہور ہے، دجال کا خروج ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے، پھر یاجوج ماجوج کا فتنہ ہے، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، دابۃ الأرض کا نکلنا ہے، یمن میں بہت بڑی آگ کا بھڑکنا ہے۔ یہ

علاماتِ قریبہ ہیں۔

تین شخصیات کی آمد

گزشتہ نشست میں تین شخصیات کا تعارف کرایا تھا اور بتایا تھا کہ یہ تین شخصیات ایسی ہیں کہ دنیا کے تینوں بڑے مذاہب ان کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں، یعنی امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور دجال لعین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اور پھر آخر میں میں نے عرض کیا تھا کہ اگلی نشست صرف ان سوالات تک محدود رکھی جائے گی جن میں سے بعض سوالات اشتہار کی شکل میں آپ کے سامنے آچکے اور بعض سوالات اگرچہ اشتہار میں نہیں آئے لیکن ویسے وہ میرے سامنے ہیں، آج کی نشست صرف ان سوالات کے جوابات کے لیے محدود ہے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسری باتیں تو ہو جائیں لیکن ان کے ان سوالات کے جوابات رہ جائیں۔

کیا کرنسیوں کا وقت ختم ہونے والا ہے؟

پہلا سوال جو اٹھایا گیا اور سنایا گیا کہ کیا ڈالر پونڈ اور کاغذی کرنسی کا دور ختم ہونے والا ہے؟ اس کے جواب میں علما نے جو کچھ لکھا اس کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ اصل کرنسی تو سونا اور چاندی ہے، اور خود ہمارے آقا ﷺ کے زمانے میں بھی یہی کرنسی استعمال ہوتی تھی، بعض اجناس بھی ایسی ہیں کہ ان کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ ہو جاتا تھا: گندم کا لوہے کے ساتھ، اور لوہے کا کپڑے کے ساتھ اجناس کا آپس میں تبادلہ یعنی

ایک چیز دے کر دوسری چیز لے لی جاتی۔ لیکن عام طور پر کرنسی جو استعمال ہوتی تھی وہ سونا ہے، اور اصل کرنسی یہی ہے، باخبر حضرات یہ بتاتے ہیں کہ یہودی بالخصوص اور بعض دوسرے کافر بالعموم پوری دنیا سے حیلے بہانوں سے سونے کے ذخائر پر قابض ہوتے جارہے ہیں، اور اسے اپنے قبضے میں لیتے جارہے ہیں اور سونے کے بدلے میں انہوں نے ہمارے ہاتھوں میں رنگ برنگے کاغذ پکڑا دیے جن میں سے کسی کو روپے کا نام دے دیا کسی کو ریال کا نام، کسی کو دینار کا نام، کسی کو ڈالر کا نام، کسی کو پونڈ کا نام، کسی کو یورو کا نام۔ لیکن یہ کاغذ کے ٹکڑے ہیں حقیقی کرنسی نہیں ہے، اب آہستہ آہستہ یہ کاغذ کے ٹکڑے بھی چھینے جارہے ہیں اور ان کی جگہ کریڈٹ کارڈ لے رہا ہے۔

بہت سے لوگ کریڈٹ کارڈ کا استعمال سوسائٹی میں اپنی عزت اور نام ونمود کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ بے شمار ہیں جو اس کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی وجہ سے قرض کے بوجھ تلے دبے چلے جارہے ہیں۔ تو یہ کارڈ ایک ایسی چیز ہے کہ کنگلے لوگ بھی اسے ہاتھ میں لے کر اتراتے پھرتے ہیں کہ کارڈ کے ذریعے وہ جو چاہیں خرید سکتے ہیں۔ اب تو صورت ایسی بن گئی کہ کمپیوٹر کے ذریعے موبائل کے ذریعے بھی خریداری ہورہی ہے لیکن ایسا دن آسکتا ہے اور بظاہر وہ دن قریب ہے کہ ہم کمپیوٹر اور موبائل کے بٹن دباتے رہیں اور کریڈٹ کارڈ ہاتھ میں اٹھا اٹھا کر پھرتے رہیں لیکن ہمارے اکاؤنٹ میں کچھ بھی نہ ہو۔ اور یہ مسئلہ کسی ایک فرد کا نہیں بلکہ خطرہ یہ بھی ہے کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ پورے پورے بینک کا سسٹم ہی بیٹھ

جائے۔ تو سونے کے ذخائر پر قابض ہو کر اور ہمارے ہاتھوں میں کاغذ کے رنگ برنگے ٹکڑے پکڑا کر اور پھر کریڈٹ کارڈ پکڑا کر ہمیں باور کرایا جا رہا ہے کہ تم بڑے مال دار ہو گئے، تمہارے پاس کاغذ کے لاکھوں ٹکڑے ہیں، کروڑوں ٹکڑے ہیں اور ایسا کریڈٹ کارڈ ہے تم اس کے ذریعے سے دنیا کی جس مارکیٹ سے چاہو خریداری کر سکتے ہو۔

لیکن وہ وقت آسکتا ہے اور بظاہر لگتا ہے کہ قریب ہے کہ جب یہ رنگ برنگے ٹکڑے اور یہ کارڈ کسی کام نہیں آئیں گے ذاتی طور پر لوگوں کو میں نے دیکھا جو بڑے سمجھ دار ہیں، مستقبل شناس ہیں، ہم میں سے بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو حالات کے بہاؤ پر چلتے رہتے ہیں دیکھا جائے گا، لیکن بعض لوگوں کو میں نے دیکھا جو حالات پر بڑی کڑی نظر رکھنے والے ہیں کہ وہ اپنے طور پر سونا جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ان کی طاقت میں ہے۔ حج میں ایک صاحب ملے جو پوری دنیا میں گھوم چکے تھے حتی کہ اسرائیل میں بھی جا چکے تھے اور یہودیوں اور عیسائیوں اور پوری دنیا میں ہونے والی سازشوں اور شرارتوں اور سیاستوں سے بڑے باخبر تھے، وہ مجھے مشورہ دے رہے تھے مولوی صاحب! کر سکتے ہو تو کچھ سونا خرید کر رکھ لو، باقی کوئی کرنسی مستقبل میں کام آنے والی نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) یہ جو بھی جواب دے رہا ہوں پرانی معلومات اور مطالعے کے مطابق دے رہا ہوں غلطی بھی ہو سکتی ہے لیکن عمداً اور قصداً کوئی غلط بات نہیں کہتے، جو ہماری معلومات ہیں، مشاہدات ہیں ان کے مطابق جواب دینے کی کوشش

کر رہا ہوں اور جو پیشینگوئیاں ہوتی ہیں بالخصوص سیاست دانوں کی پیشین گوئیاں، بینک کاروں کی پیشین گوئیاں ان میں کوئی اونچ نیچ بھی ہوسکتی ہے، ضروری نہیں کہ جس خطرے کی ہم نشاندہی کر رہے ہیں وہ خطرہ ہماری زندگی ہی میں ہمارے سامنے آجائے ممکن ہے اس خطرے کا سامنا ہماری اولاد کو کرنا پڑے اور اگر میرے جذبات کا پوچھیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم تو اپنی زندگی کا بہت سارا حصہ گذار چکے ہیں میں اپنی اولاد کو بھی کہتا رہتا ہوں تمہیں بہت سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا معاشی اعتبار سے بھی بڑے سخت حالات بظاہر پیش آنے والے ہیں اور کفر کی جو یلغار ہے اور فتنوں کی جو کثرت ہے اور دجالیت کی جو آگ بھڑک رہی ہے تو ہم سے زیادہ شاید ہماری آنے والی نسل کو اس کا سامنا کرنا پڑے گا تو ہم پر لازم ہے کہ ہم ایمانی اعتبار سے، علمی اعتبار سے، شعوری اعتبار سے، اخلاقی اعتبار سے، ان کی ایسی تربیت کرنے کی کوشش کریں کہ انہیں اگر ان مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑے تو وہ کامیابی سے ساحل پر اتر سکیں۔

علاماتِ قیامت کا ذکر دیگر کتب میں

دوسرا سوال جو تھا وہ یہ کہ کیا دوسری کتابوں میں بھی علاماتِ قیامت کا ذکر ملتا ہے؟ یہ بات حیرت انگیز بھی ہے اور باعث اطمینان بھی بلکہ ہمارے لیے باعث تقویت ایمان بھی کہ جو کچھ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے آنے والے حالات کے بارے میں ارشاد فرمایا باوجود یہ کہ آپ امی

تھے اور نہ آپ ﷺ نے کسی استاد سے لکھنا پڑھنا سیکھا نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا، نہ دانشوروں کی محفلوں میں بیٹھے، لیکن حضور اکرم ﷺ کی مبارک زبان سے آنے والے حالات کے بارے میں جو کچھ نکلا بہت حد تک اس کی تصدیق سابقہ کتابوں سے بھی ہوتی ہے۔ جزئیات میں اختلاف ہوسکتا ہے اور یقینی بات ہے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سابقہ کتابوں میں بہت ساری تحریفات ہوچکیں، لیکن ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اس وقت جب ہم دیکھتے ہیں کہ جو کچھ آقا کی زبان سے نکلا تو سابقہ کتابیں اجمالی طور پر اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

مشترکہ بات جو ہے اس کی تصدیق ہے، البتہ جزئیات میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر بائبل کا ایک حوالہ آپ کو سنا رہا ہوں کہ بائبل میں آیا اور جب ہزار برس ہوچکے شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ کرکے لڑائی کے لیے جمع کرکے نکلے گا، ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا، اور وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گے، اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے، اور آسمان پر سے آگ نازل ہوکر انہیں کھا جائے گی اور انہیں گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندک کی اس جیل میں ڈالا جائے گا، جہاں وہ حیوان ہوگا اور جھوٹا نبی بھی ہوگا، رات دن ابدالآباد میں رہیں گے۔ یہ بائبل کی روایت ہے اگر آپ اس بائبل کی روایت کو احادیث نبویہ کے ساتھ ملا کر پڑھیں جن روایات میں دجال کا ذکر آتا ہے،

یاجوج ماجوج کے پوری دنیا میں پھیلنے کا ذکر آتا ہے، اور پھر آسمان سے عذاب نازل ہونے کا ذکر آتا ہے تو آپ کو حیرت انگیز مماثلت اور مطابقت نظر آئے گی نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں اور بائبل کی روایات میں۔

جنگ عظیم کی بنیادی وجہ کیا ہوگی

ایک تیسرا سوال جو اٹھایا گیا وہ جنگ عظیم میں سب سے بڑا جھگڑا کس بات پر ہوگا؟ تو اہل علم نے اس کے بارے میں بھی لکھا اور احادیث کی روشنی میں لکھا سب سے بڑا جھگڑا تیسری جنگ عظیم میں وہ پانی پر ہوگا، وہی پانی جو زندگی ہے، اللہ نے جس کے بارے میں فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

(سورۃ الانبیاء:۳۰)

ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی عطا کی ہے اب پینے کا جو پانی ہے اس کے دو بڑے ذخیرے ہیں: نمبر ا برفانی پہاڑ ہیں، اگر آپ برفانی پہاڑوں کے بارے میں مطالعہ کریں تو یہ اکثر ان علاقوں میں ہیں جہاں غیر مسلمانوں کا قبضہ ہے۔ دوسرے نمبر پر پانی کے ذخائر زیر زمین ہیں، یہ دو بڑے ذخائر ہیں پانی کے پہاڑوں کی شکل میں، اور زیر زمین برفانی پہاڑوں کے شکل میں جو پانی کے ذخائر ہیں ان میں سے اکثر غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں۔

اب جو زیر زمین ہے ان کا جہاں تک معاملہ ہے تو ایسا لگتا ہے کہ مستقبل کو سامنے رکھ کر غیر مسلم قوتیں پانی کے ان ذخائر کو بھی اپنے قبضے میں

لینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ شہروں میں پانی پر قبضے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے ہماری ایسی عادت بنادی گئی اور ایسی طبیعت بنادی گئی کہ لوگ منرل واٹر کے اور غیر ملکی کمپنیوں کے پیک شدہ پانی کے عادی ہوتے جارہے ہیں، ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی گئی کہ تمہارا پانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے اور یہ ہمارے پیک شدہ پانی یہ صحت کے لیے مفید ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ کبھی اگر یہ سپلائی منقطع کر دیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم پیاس سے مرجائیں دریاؤں پر جیسے ڈیم بنائے جارہے ہیں بالخصوص پاکستان کے تناظر میں دیکھیں تو ہندوستان نے دریاؤں پر ڈیم بنا دیئے ہیں کہ لگتا یہ ہے کہ پاکستانی کسان پانی کو ترس کر رہ جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ پانی کے مسئلے میں سندھ اور پنجاب کو آپس میں لڑا دیا جائے۔

قدرتی پانی کے خلاف اتنا پروپیگنڈا کیا گیا کہ میں نے گزشتہ درس میں بھی عرض کیا تھا کہ صورت یہ بن گئی کہ زم زم جیسا مبارک پانی بعض لوگ اس کو بھی مضرِ صحت سمجھتے ہیں، چنانچہ آپ کو مکہ اور مدینہ کی دکانوں پر بھی منرل واٹر کثرت سے نظر آئے گا منیٰ میں، عرفات میں، مزدلفہ میں آپ کو یہ پانی ہر جگہ ملے گا، بعض لوگ زم زم سے احتراز کرنے لگے الحمدللہ! ایسا نہیں ہے کہ سارے کے سارے مسلمان ایسے ہوگئے ہوں، اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہمیں تو آج بھی زم زم کا ایک گھونٹ میسر آجائے تو ہم اس کو تبرک سمجھ کر پیتے ہیں۔ اور اللہ ہمیں جسمانی طور پر بھی شفا عطا فرماتے ہیں اور روحانی طور پر بھی شفا عطا فرماتے ہیں۔

لیکن ایسے لوگ ہیں جو اس قدرتی پانی کے خلاف چاہے وہ زم زم ہی کیوں نہ ہو پروپیگنڈا کر کے ہمارے ذہنوں میں یہ بات بٹھا رہے ہیں کہ اس پانی کا پینا تمہارے لیے نقصان دہ ہے، اس میں بہت ساری کمپنیاں ایسی ہیں کہ وہ پانی پاکستان ہی سے حاصل کرتی ہیں اور اپنے لیبل لگا کر اپنی بوتلوں میں ہمیں سپلائی کرتی ہیں تو وہ پانی جو قدرتی طور پر ہمیں میسر آئے اسے نقصان دہ ہم سمجھتے ہیں اور اس پانی کو اپنی بوتل میں ہمیں پیش کریں تو ہم اسے اپنے لیے مفید صحت سمجھتے ہیں۔ سعودیہ میں تو جب موازنہ کیا گیا تو یہ منرل واٹر پیٹرول اور ڈیزل سے تقریباً دو تین گنا زیادہ مہنگا ہے، پٹرول پانی کے مقابلے میں سستا اور منرل واٹر پٹرول کے مقابلے میں ایک گنا نہیں بلکہ دو، تین گنا زیادہ مہنگا ہے تو اس طریقے سے پانی کے ذخائر پر قابض ہوتے جا رہے ہیں کہ جب چاہیں پانی کی سپلائی روک کر معاذ اللہ! ہمیں پیاس سے تڑپنے پر مجبور کر دیں۔ اللہ پاک ان کے فتنے سے ان کی شرارت سے ہماری حفاظت فرمائے۔

مسلمانوں کا قبضہ پوری دنیا پر ہو جائے گا

ایک تیسرا سوال جو کیا گیا کہ کیا ایک بڑے ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا الحمد للہ ہماری سوچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی پیشن گوئیوں اور ہمارے آقا ﷺ کی پیشن گوئی کی روشنی میں وہ یہ کہ صرف ایک بڑے ملک پر نہیں، بلکہ پوری دنیا پر سچے مسلمانوں کا قبضہ ہوگا اس لیے کہ اللہ نے

فرمایا

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔

(سورۃ الصف:۹)

وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو غالب کر دے۔ تو یہ دین اسلام پوری دنیا پر اور سارے ادیان پر اور سارے ملکوں پر غالب آ کر رہے گا اور مسلمانوں کا بھی قبضہ ہوگا، لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمان واقعی مسلمان ہوں ظاہر سے بھی مسلمان اور باطن سے بھی مسلمان، قول کے بھی مسلمان اور عمل کے بھی مسلمان۔ میری جو ناقص سوچ ہے اس سے آپ کو اختلاف کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے وہ یہ کہ ویسے تو ہم اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ دنیا میں ڈیڑھ ارب کے قریب مسلمان ہیں، لیکن میری ناقص سوچ یہ ہے کہ ان ڈیڑھ ارب میں ظاہری اور باطنی عمل کے اتحاد والے مسلمان بہت کم اور باتیں کرنے والے اور قول اور عمل کا تضاد رکھنے والے اور منافقوں کی صفت والے زیادہ ہیں، ہمیں اگر کوئی منافق کہہ دے تو ہم لڑنے مرنے پر تل جائیں گے، لیکن منافقوں والی صفات اختیار کرنے میں ہمیں کوئی حجاب محسوس نہ ہوگا، منافق کے لفظ سے نفرت ہے منافقت والی علامات سے نفرت نہیں ہے۔ ہمیں کوئی یہودی کہہ دے تو ہمارے بس میں ہو اس کا موقع پر گلا گھونٹ دیں، یہودی کے لفظ سے ہمیں شدید نفرت ہے لیکن یہودیوں کے کرتوتوں سے ہمیں بالکل نفرت نہیں ہے۔

ہمارے اللہ نے قرآن کی جو ابتدا کی سورۃ البقرہ سے اس میں سب سے زیادہ زور جو دیا ہے، سب سے زیادہ جو تفصیل سے بیان کیا وہ یہودیوں کی صفات کو یہودیوں کے کرتوتوں کو یہودیوں کے اعمال کو جن کی وجہ سے وہ مردود ہیں، مبغوض ہیں، لعنتی ہیں۔

اور بتانا یہ مقصد تھا کہ مسلمانو! تم اپنے آپ کو ان کرتوتوں سے بچا کر رکھنا۔ تو ہمیں یہودی نام سے تو نفرت ہے، لیکن یہودیوں کے کرتوت وہ ہم میں سے بہت سوں نے بلا تکلف اپنا رکھے ہیں۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ قبضہ ہوگا لیکن ان مسلمانوں کا جو واقعی اور حقیقی مسلمان ہوں گے، قول کے بھی مسلمان عمل کے بھی مسلمان، ظاہر کے بھی مسلمان اور باطن کے بھی مسلمان۔ جنہیں صرف منافق اور یہودی کے لفظ سے نفرت نہیں ہوگی، بلکہ منافقوں اور یہودیوں کے کرتوتوں سے بھی نفرت ہوگی۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ جو سوال اٹھایا گیا کہ مملکت پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا؟ اس سے مراد عام طور پر انڈیا کو لیا جاتا ہے بھارت کو لیا جاتا ہے، کیوں کہ حدیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر نسائی کی روایت ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ اور غلام تھے کہ حضور نے فرمایا کہ میری امت میں سے دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پاک دوزخ کی آگ سے بچائے گا، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور نے دعا فرمائی کہ اللہ! انہیں دوزخ کی آگ سے بچائے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور نے خوش خبری سنائی اللہ پاک انہیں دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ کون سی دو

جماعتیں؟ فرمایا کہ ایک وہ جماعت جو ہندوستان کے ساتھ جہاد میں حصہ لے گی، اور دوسری وہ جماعت جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگی۔ ایک اور روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اس میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا غزوۂ ہند کا ہندوستان کے ساتھ تمہاری جنگ ہوگی۔ حضور نے اس کا وعدہ کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری زندگی میں یہ جنگ ہوئی ہندوستان کے ساتھ تو میں اپنی جان بھی اس میں لگا دوں گا اور اپنا مال بھی اس میں لگا دوں گا، اگر اس جنگ میں میں قتل کر دیا گیا تو میں افضل الشہداء میں سے ہوں گا اور اگر میں زندہ واپس لوٹ آیا تو میں وہ ابو ہریرہ ہوں گا۔ جسے اللہ نے دوزخ سے آزادی عطا کر دی ہوگی۔

تو اتنی فضیلت رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمائی کہ صحابہ کے دل میں شوق پیدا ہو گیا کہ اگر ہماری زندگی میں یہ جنگ ہوئی ہندوستان کے ساتھ تو ہم اس جنگ میں حصہ لے کر افضل الشہدا، میں سے بنیں گے، یا پھر اللہ کے مقرب اور محبوب بندوں میں سے بنیں گے تو یہ جنگ کا ہونا تو حدیث سے ثابت ہے اور مسلمانوں کا قبضہ ہونا بھی ثابت ہے، لیکن ایک بات جو میں نے کہی کہ قبضہ ان مسلمانوں کا ہوگا جو واقعی حقیقی مسلمان ہوں گے صرف لفظی مسلمان نہیں صرف شناختی کارڈ کے مسلمان نہیں، رجسٹر کے مسلمان نہیں، باتوں کے مسلمان نہیں۔ اس زمانے میں جہاد کریں گے جب سیدنا

عیسیٰ علیہ السلام شام میں نازل ہو چکے ہوں گے۔

دجال کی آمد کے مشتاق کوئی نہیں

ایک اور سوال بھی اشتہار میں اٹھایا گیا کہ دجال کی آمد کے لیے دنیا میں سب سے زیادہ بے چین کون ہے، یہ عجیب بات ہے کہ ویسے تو دجال کا انتظار عیسائی بھی کر رہے ہیں، خود مسلمان بھی دجال کا انتظار کر رہے ہیں، اس لیے کہ ہمارے آقا ﷺ نے اس کی آمد کی پیشن گوئی فرمائی ہے، اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کائنات کا سب سے بڑا فتنہ جب سے اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور جب تک قیامت قائم نہیں ہوگی سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہوگا تو دجال کی آمد کا انتظار یہودی کر رہے ہیں، اور دجال کی آمد کے لیے ان کے خیال میں جن جن چیزوں کی ضرورت ہے، جن شرائط کی ضرورت ہے، جن لوازمات کی ضرورت ہے ان سارے لوازمات اور شرائط کو پورا کرنے کی وہ دن رات کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہود کی کتاب سے ایک حوالہ آپ کو سنا رہا ہوں جس میں وہ کہتے ہیں اے صیحون کی بیٹی خوشی سے چلاؤ، اے یروشلم کی بیٹی! مسرت سے چیخو دیکھو تمہارا بادشاہ آرہا ہے، وہ عادل ہے، اور گدھے پر سوار خچر یا گدھے کے بچے پر، اس کی حکمرانی سمندر اور دریا سے زمین تک ہوگی۔ وہ شدت سے انتظار کر رہے ہیں دجال کی آمد کا، اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جب دجال آئے گا تو پوری دنیا پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا قبضہ ہو جائے گا، اور ان کے سارے مخالفین کو ختم کر دیا جائے گا یہ

تو آپ جانتے ہیں کہ یہودی مذہب ایک نسلی مذہب ہے ایک خاندانی مذہب، الحمدللہ اسلام کی طرح وہ بین الاقوامی مذہب نہیں ہے کہ جس میں ہر کوئی داخل ہوسکتا ہے گورا بھی کالا بھی، یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے لوگ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے لوگ بھی اور امریکی بھی اور افریقی بھی۔ جبکہ یہودی ایک نسلی مذہب ہے جس میں وہی شخص داخل ہوسکتا ہے حقیقی یہودی وہی بن سکتا ہے جو حضرت یعقوب یعنی حضرت اسرائیل علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔

تو ان کا عقیدہ یہ کہ جب دجال آئے گا تو پوری دنیا پر ایک خاندان کی حکومت ہوگی اور وہ خاندان یعنی اسرائیل کے بیٹے اسرائیل کی اولاد، یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد، اس خاندان کی پوری دنیا پر حکومت ہوگی اور سارے مخالف ختم کر دیے جائیں گے۔ تو انتظار تینوں مذاہب کر رہے ہیں، فرق صرف یہ کہ مسلمان اور عیسائی دونوں دجال کو ساری دنیا کے لیے شر سمجھتے ہیں، جبکہ یہودی دجال کو اپنے لیے خیر سمجھتے ہیں، اور شدت سے ان کو انتظار اس لیے کہ وہ عرصے سے خواب دیکھ رہے ہیں پوری دنیا پر حکمرانی کا۔ ایک اشکال لوگوں کے دلوں میں آتا ہے کہ فرق کیا ہوا مسلمان بھی یہ سوچ رکھتے ہیں کہ ساری دنیا پر ان کا قبضہ ہو جائے گا، اور یہودی بھی یہ سوچ رکھتے ہیں کہ پوری دنیا پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ تو دونوں میں فرق کیا ہے؟

یہودی اور اسلامی سوچ میں فرق

یاد رکھیے! بہت بڑا فرق ہے مسلمان جو سوچ رکھتے ہیں کہ پوری دنیا

پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر قبضہ ہو جائے گا مسلمانوں کا، تو وہ کسی خاندان کے قبضے کو نہیں مانتے، کسی ایک گروہ کے قبضے کو نہیں مانتے، بلکہ ایک نظریے کے قبضے کو مانتے ہیں، یہ نظریہ پوری دنیا پر چھا جائے گا، اسلام کے نظریے کو پوری دنیا تسلیم کر لے گی۔ اور یاد رکھیں! اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا مذہب ہے، ان سب کا مذہب اسلام ہے۔

تو گویا اگر مسلمان کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد جب دجال کا خاتمہ ہوگا تو دوسرے الفاظ میں وہ یوں کہتے ہیں کہ پوری دنیا پر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے مذہب کا غلبہ ہو جائے گا، کسی ایک خاص نسل اور قوم کا نہیں، جبکہ یہودی کہتے ہیں صرف ہمارے خاندان کا، یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا اسرائیل کی اولاد کا پوری دنیا پر قبضہ ہو جائے گا۔ (اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے) انتظار تو تینوں مذاہب کو ہے، لیکن شدت سے انتظار یہودیوں کو ہے، اس لیے کہ ان کا خواب یہ ہے کہ دجال ان کی خوابوں کی تعبیر بھی ہے اور اس کی آمد پوری دنیا پر غلبے کی نوید بھی ہے۔

ظہورِ مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی علامات

ایک اور سوال جو اٹھایا گیا کہ امام مہدی کے ظہور سے پہلے کون سے اہم واقعات رونما ہوں گے؟ کئی واقعات حدیث سے ثابت ہوتے ہیں اور کئی علامات نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں میں صرف دو تین علامات

کے ذکر پر اکتفا کرونگا مثلاً ایک علامت حضور نے یہ بیان فرمائی کہ آسمان سے آواز آئے گی مہدی کی صداقت کے بارے میں، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بارے میں آسمان سے پکار آئے گی۔ ایک علامت یہ بیان کی گئی جیسے گزشتہ درس میں عرض کیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے جو پیشن گوئیاں بیان فرمائی ہیں بعض حضرات تو ان پیشن گوئیوں کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں، ان میں ذرہ برابر تاویل کی اجازت نہیں دیتے، مثال کے طور پر دجال کے بارے میں آیا کہ وہ گدھے پر سوار ہوگا تو ہاں واقعی وہ گدھے پر ہی سوار ہوگا، یا اس کے بارے میں آیا کہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا تو ہاں اس کی ایک آنکھ ہوگی یا یہ آیا کہ اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا تو وہ کہتے ہیں یہ بالکل اپنے ظاہر پر ہے، ہاں ایسا ہی ہوگا کہ اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا، یا یہ آیا کہ اس کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا تو وہ کہتے ہیں: ہاں، واقعی ایسا ہوگا اس کے کان اتنے لمبے لمبے ہوں گے۔ یہ ایک رائے ہے، دوسری رائے بعض حضرات کی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ بیان فرمایا یہ تمثیلی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اس وقت اگر حضور چودہ سو سال بعد کی بات کو اسی انداز میں بیان کرتے جس انداز میں چودہ سو سال بعد پیش آنے والی تھی تو بہت سے لوگوں کی سمجھ میں نہ آتی، قرآن کریم سورۂ نحل میں اللہ پاک نے اپنے انعامات کا ذکر کیا اور اس میں فرمایا کہ دیکھو میں نے تمہارے لیے گدھے پیدا کیے، گھوڑے پیدا کیے، خچر

پیدا کیے، اونٹ پیدا کیے۔ یہ فرمایا اور آخر میں عجیب بات بیان، فرمائی اللہ نے فرمایا:

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

(سورۃالنحل:۸)

ابھی تو میں ایسی چیزیں پیدا کروں گا کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں ہو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ میں اللہ نے قیامت تک پیدا ہونے والی طرح طرح کی سواریاں تھیں، ان سب کو بیان فرما دیا، اس میں موٹر سائیکل کو بھی بیان فرما دیا، کار کو بھی بیان فرما دیا، اور ٹرین کو بھی بیان فرما دیا، اور ہوائی جہاز کو بیان فرما دیا، اور کیا پتا آنے والے دور میں ان سے بھی بڑھ کر جدید سواریاں ہوں، تو اللہ نے کوزے میں دریا بند کر دیا

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

(سورۃالنحل:۸)

ابھی تو میں ایسی چیزیں پیدا کروں گا جن کو تم جانتے نہیں ہو۔

اب نبی اکرم ﷺ بیان فرماتے ہوائی جہاز پر سوار ہو گا تو سوال ہوتا ہوائی جہاز کیا ہوتا ہے؟ اور اس کے پروں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہو گا، پر کیا ہوتے ہیں؟ وہ کیسے اڑتے ہیں؟ طرح طرح کے اشکالات ،تو حضور ﷺ نے وہ زبان استعمال فرمائی جو اس وقت کا انسان سمجھتا تھا، لیکن صحابہ کرام چوں کہ اللہ کے کلام پر اور اللہ کے نبی کے کلام پر ایمان رکھنے والے تھے جو سنتے وہ فوراً ایمان لاتے ہوئے کہہ دیتے: آمَنَّا وَصَدَّقْنَا

ہماری سمجھ میں آتا ہے تو بھی ایمان لائے سمجھ میں نہیں آتا تو بھی ایمان لائے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان آپ جانتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ معراج سے واپس آئے کہا جاتا ہے ابوجہل وغیرہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی، ابوبکر تم بتاؤ! کیا ایسا ہوسکتا ہے ایک شخص ایک رات میں بلکہ رات کے کچھ حصے میں مکہ سے بیت المقدس جائے، اور وہاں سے سات آسمانوں پر جائے، اور سات آسمانوں سے واپس بھی آئے، ایسا ہوسکتا ہے؟ یا نہیں ہوسکتا؟ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ بات کس نے کہی؟ ابوجہل نے جب لوہا گرم دیکھا تو کہا جس کو تم نبی مانتے ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر محمد کہتے ہیں تو سچ کہتے ہیں ﷺ، تو صحابہ کرام ایمان رکھنے والے تھے، فرمایا کہ ایک دن میں وہ پوری دنیا کا سفر کر جائے گا؟ ہاں! بالکل ہوسکتا ہے اگرچہ دیکھا نہیں، لیکن آج کے حالات کے اعتبار سے یہ ایک تمثیلی انداز میں فرمایا تھا، اور یہ کہ اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ کافر ہے اور میرا اللہ جانتا ہے الحمد للہ، کافر اگر سامنے آجائے تو ہمارے دل میں کوئی ایسا بٹن اور الارم لگا ہوا ہے جو چیخنے لگتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ کافر ہے، اور مسلمان کتنا ہی گیا گزرا کیوں نہ ہو بظاہر اس کے اندر ایمان والی ایک نشانی بھی نہ ہو لیکن اندر ایمان ہو تو میں سچ کہتا ہوں اس کے چہرے سے پتا چلتا ہے کہ یہ مومن ہے۔ ہمارا دل گواہی دیتا ہے یہ مسلمان ہے۔ گنہگار ہی سہی لیکن مسلمان ہے۔

تو آقا فرماتے ہیں اس کے چہرے کو دیکھ کر لوگ پہچان لیں گے کہ

کافر ہے اسی طریقے سے ایک آنکھ نہیں ہوگی مطلب یہ ہے کہ وہ آنکھ جسے صرف دنیا کو دیکھا جاسکتا ہے دنیا کی دولت کو دیکھا جاسکتا ہے، مادی اسباب کو دیکھا جاسکتا ہے، سونے چاندی کو دیکھا جاسکتا ہے، ڈالر اور پونڈ کو دیکھا جاسکتا ہے جو کچھ ظاہر ہے اُس کو دیکھا جاسکتا ہے لیکن جنت کو نہیں دیکھا جاسکتا، دوزخ کو نہیں دیکھا جاسکتا۔ یہ ہے ایک آنکھ سے کانا ہونے کا مطلب! اسی طریقے سے گدھے کا مطلب (جہاز) بیان کیا گیا۔ واللہ اعلم

عرض یہ کر رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ مہدی ہے ان کی بیعت کرلو ان کو مان لو، تو کیا آسمان سے فرشتہ آکر پکارے گا یا اللہ آواز دے گا؟ وہ حدیث تو سنی ہوگی کہ تہجد کے وقت آسمان سے اللہ پکارتے ہیں: ہے کوئی مانگنے والا جسے میں عطا کردوں؟ ہے کوئی استغفار کرنیوالا کہ اسے معاف کردوں؟ ہے کوئی دوزخ سے پناہ مانگنے والا اسے پناہ دوں؟ لیکن ہم نے ان کانوں سے یہ آواز کبھی نہیں سنی، ہم بارہا تہجد کے لیے اٹھے لیکن ان کانوں سے یہ آواز کبھی نہیں سنی، لیکن دل کے کان کہتے ہیں کہ یہ آواز آرہی ہے، اللہ کہہ رہے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا؟ تو ہم مانگ رہے ہیں تو عطا کردے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرا اللہ کہتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا جو مانگے اور میں عطا کردوں؟ اور پھر کوئی مانگے اور عطا نہ کرے ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں کتنا کمزور سا آدمی ہوں، لیکن اگر آج کے مجمعے میں کہوں ہے کوئی جو مجھ سے ہزار روپیہ مانگے اور میں اس کو دے دوں، اور کوئی کھڑا ہوجائے لائیں مولوی صاحب! تو میرے اخلاق سے یہ بعید بات ہے کہ خود کہوں،

اور پھر نہ دوں۔ اللہ کہے اور خود نہ دے تو ہمارا دل کہتا ہے اللہ پکار رہا ہے اور ہم اللہ کی پکار کے جواب میں اللہ سے مانگ رہے ہیں تو اللہ دے بھی رہا ہے، وہ پکار بھی رہا ہے ہم مانگ بھی رہے ہیں وہ دے بھی رہا ہے۔ تو آسمان سے ایک آواز آئے گی: یہ مہدی ہے۔ تو بعض حضرات نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کہ یہ سیٹلائٹ سسٹم ہے اب یہ تو فضا میں ہے اس کے ذریعے سے آنا فاناً یوں دنیا میں خبر پھیل جاتی ہے، اس سسٹم کے ذریعے سے منٹوں میں نہیں سیکنڈوں میں آج کل ایک خبر مشرق سے مغرب تک پھیل جاتی ہے تو گویا کہ پورا سسٹم یہ اعلان کررہا ہوگا کہ مہدی آچکے۔ مسلمانو! تم ان کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔

دوسری علامت: دوسری علامت نبی اکرم ﷺ نے امام مہدی کی یہ بیان فرمائی کہ دریائے فرات سے پانی ہٹ جائے گا، اور اس میں سونے کا پہاڑ ظاہر ہوجائے گا دجلہ اور فرات یہ دونوں ترکی میں ہیں، ترکی نے فرات پر اب بھی متعدد ڈیم بنادیے ہیں، اگر ترکی چاہے تو کسی وقت فرات کے پانی کو روک سکتا ہے تو گویا کہ وہ جو علامت آقا نے بیان فرمائی کہ فرات سے پانی ختم ہوجائے گا وہ علامت پوری ہونے کے آثار ظاہر ہوچکے اور اس پانی کے روکنے کے اور فرات کے خشک ہونے کے اسباب تو پیدا ہوچکے، لیکن ہوگا کب؟ یہ اللہ کو معلوم ہے۔

تیسری علامت: اسی طریقے سے تیسری علامت بعض روایات میں

یہ بھی بیان کی گئی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حج کے موقع پر منیٰ میں قتل عام ہوگا اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

ایک اور سوال جو کیا گیا وہ یہ کہ کیا بیت اللہ پر چڑھائی کی جائے گی؟ جی ہاں اللہ ہمیں وہ دن نہ دکھائے، لیکن بہرحال حدیث میں آیا کہ یہ سخت دن بھی مسلمانوں پر آ کر رہے گا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ: ایک شخص حبشہ سے تعلق رکھتا ہوگا، اور دو پتلی پتلی پنڈلیوں والا ہوگا وہ کعبہ کو ویران کر دے گا اس کا حلیہ تبدیل کر دے گا اور اسے غلاف سے محروم کر دے گا۔

بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں بیان فرمایا کہ ایسے لگتا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس شخص کو جو کعبے کا ایک ایک پتھر اٹھا کر اس کو جدا کر دے گا اور اس کو ویران کر دے گا۔

احادیث کو کسی معین شخصیت پر منطبق کرنا غلط ہے

اب یہ کون شخص ہے اب ہوتا یہ ہے کہ بلکہ بہت عرصے سے ہوتا آ رہا ہے کہ جو علامت حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمائی اشارات کی شکل میں، کنایات کی شکل میں، تمثیلی انداز میں تو بعض حضرات نے ان علامات کو اپنے زمانے کی کسی شخصیت پر منطبق کرنا شروع کر دیا، کسی کو دیکھا یہ کالا حبشی ہے دبلا پتلا ہے، اختیارات کا مالک بھی ہے اور کعبے کے خلاف باتیں بھی کرتا

ہے، تو کہنا شروع کر دیا کہ مجھے تو لگتا ہے حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کعبے کو ویران کر دے گا، یہ تو وہی ہے، بہت سے لوگوں نے فتنہ تاتار ظاہر ہوا تو کہنے لگے کہ یاجوج ماجوج کا فتنہ آ گیا، ایسا عرصے سے ہو رہا ہے کہ کوئی فتنہ نمودار ہوتا ہے تو بعض لوگ ساری علامات کو فٹ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جیسے ہمارے زمانے میں ہوا جب اوباما صدر امریکا منتخب ہوئے! تو چوں کہ جب یہ اپنی الیکشن کی مہم چلا رہا تھا تو اُس نے معاذ اللہ کعبے کے خلاف بھی زہر اگلا تھا کہ جب تک کعبے کو دنیا سے ختم نہ کر دیا جائے دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا، اس سے ملتے جلتے الفاظ اُس نے کہے تھے اور اپنے گندے عزائم ظاہر کیے تھے۔ تو یہ جب صدارت پر متمکن ہو گیا تو بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ حدیث میں جس حبشی کے بارے میں آقا نے فرمایا تھا کہ وہ بد نصیب کعبے کو تباہ کرے گا وہ اوباما ہی ہے، اس لیے کہ ہے بھی حبشہ کا اور ہے یہ بھی دبلی پتلی پنڈلیوں والا اور عزائم بھی خطرناک ہیں۔ اب یہ ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب! ہم سو فیصد نہیں کہہ سکتے ہیں، اس لیے کہ اللہ کے نبی نے علامت تو بیان فرمائی لیکن پوری دنیا میں حبشی صرف اوباما تو نہیں ہے، اور پوری دنیا میں کعبے کا دشمن صرف اوباما تو نہیں ہے، اور پوری دنیا میں کعبہ کے خلاف عزائم کا اظہار کرنے والا صرف اوباما تو نہیں ہے، اور پوری دنیا میں پتلی پنڈلیوں والا صرف اوباما تو نہیں ہے، اور بھی لوگ ہیں۔

تو صرف ایک کو لے لینا اور صرف اس پر منطبق کر دینا اور وہ بھی سو فیصد یقین کے ساتھ، یہ چیز بعض اوقات عقائد کو بگاڑنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اگر کل اوباما مر جائے، کل یہ صدارت سے معزول ہو جائے ذلیل وخوار ہو جائے تو وہ لوگ جو کہہ رہے تھے کہ حدیث میں جس حبشی کا ذکر ہے وہ اوباما ہی ہے، اور بہت سے لوگوں نے ان کی باتوں پر یقین بھی کر لیا تھا تو ان کا تو ایمان خراب ہو جائے گا کہ کیسی حدیث ہے کہ ایک شخص پر صادق آ رہی ہے لیکن وہ عمل وہ نہیں کرتا جو حدیث میں بیان کیا گیا تو یاد رکھیں! جو لوگ مناسبت کی وجہ سے افواہ اُڑاتے ہیں اُن پر یقینِ کامل نہیں کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی بتا دوں ایسے اوراد وظائف بھی چلتے ہیں اس کو پڑھ لو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ لیکن مسئلہ حل نہیں ہوتا، اب حضور نے سکھایا اور پڑھ بھی رہے ہیں لیکن مسئلہ حل نہیں ہوتا بسا اوقات اُن وظائف کی کچھ شرائط بھی ہوتی ہیں جن کا رعایت نہ کرنے کی وجہ سے بھی مسائل حل نہیں ہوتے۔

عہد نامے اور پرچے وغیرہ چھاپ کر بانٹنا

پرچے تقسیم ہوتے ہیں کہ اس میں لکھا ہوتا ہے کہ اس کی سو کاپیاں فوٹو کروا کے تقسیم کر دو تو تمہارے رزق میں پچاس گنا اضافہ ہو جائے گا، بڑا سستا نسخہ ہاتھ میں آ گیا جس میں نہ محنت کرنی پڑے گی، نہ دکان کھولنی پڑے گی، نہ راتوں کو جاگنا پڑا۔ پچاس فیصد اضافہ ہو رہا ہے، صرف سو کاپیاں چھپوانے سے، اور اس نے چھپوا دیا انتظار میں بیٹھا ہے جیب میں ہزار روپے کا نوٹ ڈال کر کہ کب یہ ہزار کا نوٹ پچاس ہزار کا بنتا ہے، اور بنا ہی نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ بے چارا مایوس ہوا جا رہا ہے، اور کسی نے ہزار بھی اڑا لیا،

کہتا ہے سب مولوی گپیں لگاتے ہیں۔

تو بعض اوقات ایسی پیشن گوئیاں چھاپ دیتے ہیں لوگوں کا ایمان خراب کرنے کے لیے یا بعض لوگوں نے ایسے عہدنامے وغیرہ چھاپے ہوئے ہیں، یہ عہد نامہ چھپوادو قبر میں ساتھ رکھ دو، مغفرت ہوجائے گی، یعنی ہمیں بے عمل بنانے کے لیے اور ہمارے ایمان اور عقائد کو خراب کرنے کے لیے۔

تو بھائی! یہ ضروری نہیں ہے کہ جو علامت ہمارے سامنے آئے ہم کسی نہ کسی شخصیت پر منطبق کرنا شروع کر دیتے ہیں جس بدنصیب کے حصے میں یہ بدنصیبی ہوگی وہ کرے گا ہمیں تو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

دابۃ الارض کیا ہے؟

ایک اور سوال کہ دابۃ الارض سے مراد کیا ہے؟ سورۂ نمل کی آیت نمبر: ۸۲ میں آیا اللہ نے فرمایا:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ

(نمل:۸۲)

جب ان پر ہمارا قول واقع ہوجائے گا ہمارا فیصلہ ثابت ہوجائے گا

تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک دابہ نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا

أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

بے شک لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے۔

دابہ کس کو کہتے ہیں؟ عربی زبان میں دابہ کا معنی ہے، مَايَدِبُّ عَلَى

الْاَرْضِ ہر وہ چیز جو زمین پر چلتی ہے اس کو کہتے ہیں دابہ۔ لفظی اعتبار سے دابہ کا اطلاق لغت کے اعتبار سے دابہ کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوسکتا ہے جو زمین پر چلتی ہے، قرآن کریم میں آیا کہ زمین سے ایسا دابہ نکلے گا جو باتیں کرے گا۔

اور حدیث میں آیا جیسا کہ مسلم کی روایت ہے حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: ان میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا، دوسری نشانی ہے دھواں، اب اندازہ کیجیے جو بمباری سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی دھواں ہوتا ہے، جو لکڑیوں سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی دھواں ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ کسی ایسی بمباری کی طرف اشارہ ہو جس کی کوئی مثال نہیں اللہ ہماری حفاظت فرمائے، اور تیسری چیز دابہ نکلے گا۔ تو حدیث میں بھی آیا اور قرآن میں بھی آیا کہ ایک دابہ نکلے گا۔ ایک اور تفصیلی حدیث ترمذی میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے زمین سے ایک بولتا ہوا جانور نکلے گا، جس کے پاس حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کی مہریں ہوں گی، اس مہر سے وہ مومنین کے چہروں کو روشن کرے گا اور کافروں کی ناک پر یہ مہر لگائے گا جس سے ان کے چہرے تاریک تر ہو جائیں گے۔ اب یہ حدیثیں بھی آئیں، آیت میں بھی دابہ کا ذکر آیا، اب کیا مراد ہے اس سے؟ بظاہر یہ کہ تمثیلی انداز میں

حضور اکرم ﷺ نے ایک بات کو سمجھایا ہے، حقیقت اللہ کو معلوم ہے تمثیلی انداز میں اب یہ کیسا دابہ ہوگا یہ بھی متعین نہیں کہ یہ ایک جانور ہوگا یا ان جانوروں کی پوری نسل ہوگی جو پوری دنیا میں پھیل جائے گی۔ بعض حضرات کے بقول تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کوئی سائنسی ایجاد ہو ایسی چیز ہو جو بولتی ہے۔ آج بہت سی چیزیں جو بول رہی ہیں، لوہا بول رہا ہے، پیتل بول رہا ہے، تانبا بول رہا ہے، پلاسٹک بول رہا ہے، طرح طرح کی چیزیں بول رہی ہیں، موبائل بول رہے ہیں، ٹیپ بول رہے ہیں، ریڈیو بول رہے ہیں، ٹی وی بول رہے ہیں، طرح طرح کی چیزیں۔ بہرحال اس کا متعین طور پر مصداق بتانا یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کا ظہور نہیں ہو جاتا، لیکن ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے اور اللہ نے جو فرمایا کہ ایک دابہ نکلے گا زمین پر چلنے والا جو باتیں کرے گا تو ایسا ہوگا اجمالی طور پر ہم اِس پر ایمان رکھتے ہیں۔

حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جنگ کس کی مخالفت میں لڑی جائے گی

ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ حضرت مہدی کی قیادت میں مسلمان کس کے خلاف جنگ کریں گے؟ تو بات یہ ہے کہ حضرت مہدی کے زمانے میں کئی جنگیں ہوں گی: مثلاً فلسطین کی جنگ، عراق کی جنگ، ہندوستان کی جنگ۔ لیکن روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے

قریب الغوطہ کے مقام میں ہوں گے، اور وہیں سے سارے محاذوں کی نگرانی کریں گے۔

کیا دجال پیدا ہو گیا ہے؟

ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ کیا دجال پیدا ہو چکا ہے؟ تو حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کیوں کہ مسلم میں ایک تفصیلی روایت ہے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ ایک جزیرے میں میری ملاقات دجال سے ہوئی، اور وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے تو حدیث میں تو یہ آتا ہے واللہ اعلم بالصواب!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف نظریات

ایک سوال یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشہور نظریات کون سے ہیں؟ دیکھیں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک نظریہ تو یہودیوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ انہیں پھانسی دے دی گئی، ان کی موت واقع ہوگئی، وہ ختم ہو چکے، دوسرا نظریہ عیسائیوں کا ہے وہ کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی اور پھر ان کو اللہ نے آسمانوں پر اٹھالیا، تیسرا نظریہ مسلمانوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی نہیں دی جاسکی، بلکہ ان پر پھانسی کا مقدمہ چلانے والوں اور انہیں پھانسی کی سزا دینے والوں کو اشتباہ ہوگیا، انہوں نے ان کی اشتباہ میں کسی اور کو پھانسی پر چڑھا دیا، مگر اپنے خیال میں سمجھا کہ ہم نے عیسیٰ کو پھانسی دے دی ہے۔

چنانچہ اللہ نے فرمایا

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ

(النساء:۱۵۸،۱۵۷)

نہیں قتل کر سکے، بلکہ اللہ نے ان کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

ایک چوتھا نظریہ جو کچھ عرصہ سے پیدا ہوا مرزا غلام احمد قادیانی نے جو نظریہ لوگوں کے سامنے پیش کیا وہ یہ کہ عیسی علیہ السلام کو سولی دی گئی، اور پھر انہیں مردہ سمجھ کر اتارا گیا پھر زخمی تھے مرے نہیں تھے، سولی دینے والوں نے سمجھا کہ ان کی جان نکل چکی زخمی حالت میں ان کو دفن کرادیا گیا، وہاں ان کا علاج کیا گیا اور پھر وہ تندرست ہو کر سری نگر چلے گئے یقیناً یہ ایک گمراہ کن نظریہ ہے۔

مسلمانوں کا جو نظریہ ہے وہ یہی ہے کہ ان کو نہ قتل کر سکے نہ یہودی ان کو پھانسی دے سکے، نہ ان کو مار سکے، بلکہ اللہ نے ان کو باعزت آسمانوں پر اُٹھالیا گیا اور اب وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کے موقف کی تائید میں بہت ساری کتابیں لکھی گئی ہے، ان میں سے شاید سب سے جامع کتاب حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ہے۔

دجال کوئی فرد ہے یا جماعت؟

ایک اور سوال یہ ہے کہ دجال کسی فرد کا نام ہے یا کسی جماعت پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ تو بھئی بات یہ ہے کہ ایک فرد کا نام بھی ہے، جیسے اس بارے میں

پچھلی نشست میں بعض احادیث سنائی گئیں، اور دجال کردار کا بھی نام ہے، ایک نظریے کا بھی نام ہے، دجال تو ایک ہوگا مگر دجالی خصوصیات والے افراد جماعتیں اور ملک بے شمار۔ دجالیت ایک فتنہ ہے اور اِس نظریہ کا حاصل کیا ہے؟ دجالیت کیا ہے؟ دجالیت یہ ہے کہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنا، سچ کو جھوٹ بنا کر پیش کرنا، کفر کو ایمان، ایمان کو کفر بنا کر پیش کرنا، یہ دعویٰ کرنا کہ زندگی اور موت امیری اور غریبی اور کھلانا اور بھوکا رکھنا یہ ہمارے قبضے میں ہے، دنیاوی زندگی پر زور دینا اخروی زندگی کی نفی کرنا، اسباب کو موثر حقیقی سمجھنا، مسبب الاسباب کو معاذ اللہ! معطل کر دیا۔ یہ دجالیت ہے اور بتا چکا ہوں اور پھر کہنا چاہتا ہوں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو الفاظ لکھے وہ ہم سب کے دل کی آواز ہے اور حقیقت پر مبنی ہے پچاس سال پہلے لکھ دیا فرمایا کہ دجال جب آئے گا، آئے گا، لیکن دجالیت کی آگ بھڑک چکی ہے اور دیکھا جائے تو ہم دجالیت کے زمانے میں زندہ رہ رہے ہیں، تو جیسے دجال کے فتنے سے حفاظت کی فکر ضروری ہے اپنی بھی اپنی نسلوں کی بھی اسی طریقے سے دجالیت سے بھی اپنی اور اپنی نسلوں کی حفاظت کی فکر کرنا ضروری ہے۔ انتظار میں نہ رہو کہ میں سینہ تان کر کہوں گا میں مومن ہوں، اس لیے اس خیال میں نہ رہے کہ دجال آئے گا میں ایمان پر استقامت کا اظہار کر دوں گا۔ وہ تو ہوگا ان شاء اللہ! لیکن دجالیت جس کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے اس دجالیت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی ضرورت ہے کہ ہم ایمان پر سینہ تان کر پاؤں جما کر کھڑے ہو جائیں کہ دجالیت کا شکار نہیں ہوں گے جیئیں گے تو ایمان پر جیئیں گے، اور مریں گے تو ان شاء اللہ ایمان پر مریں گے۔

اب حدیثوں میں بھی اگر آپ دیکھیں تو رسول اقدس ﷺ نے مسیح الدجال سے پہلے دجاجلہ کے ظہور کا ذکر کیا ہے، حضور نے فرمایا بڑے مسیح الدجال کے آنے سے پہلے کئی دجال آئیں گے، بلکہ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اس دجال سے پہلے ۲۰ (بیس) دجال، ایک میں فرمایا ستر (۷۰)، ایک میں چھہتر ۷۶۔ تو گویا کہ حضور نے اپنی امت کو متوجہ فرمایا کہ صرف اس دجال سے ہی حفاظت کی فکر نہ کرو اس سے پہلے آنے والے دوسرے دجالوں سے بھی اپنی حفاظت کی فکر کرو۔

کیا جنگ تلواروں سے ہوگی؟

ایک سوال یہ ہے کہ امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا لشکر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مخالفین کے خلاف تلواروں سے جنگ کریں گے؟ جیسا کہ احادیث میں آتا ہے، تو بعض لوگوں کو بڑی عجیب سی بات لگتی ہے کہ اتنا ترقی یافتہ زمانہ، ایسے جدید ترین ہتھیار یہ ٹینک، یہ توپیں اور گولہ باری اور یہ ہوائی جہاز اور جیٹ طیارے اور یہ میزائل تو کیا وہ تلواروں سے مقابلہ کریں گے؟ اس کا جواب علماء کی طرف سے ایک تو یہ دیا گیا کہ حدیث میں جو لفظ آیا سیف کا تو اس سے مراد مطلق ہتھیار ہے، مقصد یہ ہے کہ ہتھیاروں سے مقابلہ کریں گے، یہ ہتھیار ٹینک بھی ہو سکتے ہیں، میزائل بھی ہو سکتا ہے، اور لڑاکا طیارے بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے ہمارے اللہ نے قرآن کریم میں جب ہمیں دشمن کے مقابلے میں تیاری کا حکم دیا تو وہاں تلوار اور نیزوں کا ذکر نہیں کیا، بلکہ

اجمالی طور پر فرمایا:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

(انفال:۶۰)

اے مسلمانو! تم دشمنوں کے مقابلے میں جو قوت بھی مہیا کر سکتے ہو وہ مہیا کرو، جو تیاری کر سکتے ہو وہ تیاری کرو۔ اب مَا اسْتَطَعْتُمْ میں جو فرمایا تم طاقت رکھتے ہو وہ تیاری کرو غور کیا جائے سب کچھ آ گیا، آج سے پندرہ سو سال پہلے کے ہتھیار بھی آ گئے، آج کے زمانے کے ہتھیار بھی آ گئے۔ اللہ حکم دے رہے ہیں جو تمہارے زمانے کے مطابق اپنے دفاع کے لیے تیاری ضروری ہے وہ تیاری تم کرو، ایک جواب تو یہ دیا گیا، دوسرا جواب اس کا یہ بھی دیا گیا کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہمارا یہ ترقی یافتہ زمانہ یہ خودکشی کر کے دوبارہ تلوار اور تیر کی طرف واپس چلا جائے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے آج انسان کے پاس تباہی کا جتنا سامان ہے کبھی نہیں تھا جتنے ایٹم بم مغربی ممالک نے روس امریکا برطانیہ وغیرہ نے تیار کر لیے، جتنا جنگی اسلحہ انہوں نے تیار کر لیا، اگر یہ دنیا دس دفعہ نہیں سو دفعہ تباہ ہو کر پھر پیدا ہو پھر یہ تباہ کریں پھر پیدا ہو پھر تباہ کریں تو یہ سو دفعہ اس دنیا کے تباہ کرنے کے لیے یہ ہتھیار کافی ہیں۔ ایٹم بم اور نامعلوم کیسا کیسا آتشی اسلحہ تیار کر لیا جو دنیا کو سو دفعہ تباہ کرنے کے لیے کافی ہے، تو اللہ نہ کریں انسان آپس میں لڑتے ہوئے خودکشی کر کے سب کچھ تباہ کر کے اور پھر انسان اسی زمانے کی طرف چلا جائے جسے ہم پتھر کا زمانہ کہتے ہیں تلوار اور تیر کا زمانہ کہتے ہیں، تو ممکن ہے

ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی بعید بات نہیں ہے بلکہ آپ نے بھی یہ پروپیگنڈا سنا ہوگا میں نے بھی سنا: ایک دفعہ جب مجھے زیادہ کوئی چیزوں کی خبر نہیں تھی ایک صاحب نے مجھے 2012ء کے بارے میں ایسا ڈرایا تو میں سمجھا ابھی سے بوریا بستر لپیٹ دینا چاہیے، انہوں نے بتایا کہ 2012ء میں سب کچھ ختم ہو جائے گا، کچھ بھی باقی نہ رہے گا، دنیا کی آبادی ختم ہو جائے گی نہ بجلی، نہ استری، نہ فریج، نہ ٹی وی، نہ ائرکنڈیشن، نہ گاڑی کوئی چیز نہیں بچے گی، انسان گویا کہ اپنی زندگی کا آغاز دوبارہ کرے گا جیسا آدم علیہ السلام کی زندگی میں آغاز کیا، اب بھی ہے کئی کتابیں آرہی ہے جس میں یہودی دانشوروں کی پیشن گوئیوں کی روشنی میں یہ بتانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ 2012ء میں گویا کہ کائنات کی بساط کا اکثر حصہ لپیٹ دیا جائے گا، اور یہ ترقی یہ پلازے اور یہ سڑکیں یہ ذرائع آمد و رفت اور یہ ایجادات یہ سب بھولا بسرا ہو کر رہ جائے گا تو گویا یہ خود مان رہے ہیں کہ انسان پتھر کے زمانے کی طرف واپس جا سکتا ہے تو اگر ہم کہیں کہ تمہاری پیشن گوئیوں کے مطابق جب تم پتھر کے زمانے میں چلے جاؤ گے حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ تلوار سے لڑائی کریں گے تو اس میں بعید بات کون سی ہے، یہ ان کی پیشن گوئیوں کی روشنی میں بات کر رہا ہوں، ورنہ اصل جواب آپ کے سامنے بتا ہی چکا۔

دجال کے فتنے سے حفاظت

اور آخری سوال یہ کہ فتنوں خصوصاً دجال کے فتنے سے حفاظت کے لیے کیا

کیا جائے؟ باقی چیزیں میری نظر میں ثانوی ہیں اصل اہمیت اس چیز کی ہے کہ ہمیں فتنوں سے بچاؤ کے لیے کیا کرنا ہے؟ اور کیا کر رہے ہیں اگر نہیں کر رہے ہیں تو پھر کرنے کی کوشش کریں اللہ پاک نے کتاب وسنت کی روشنی میں ہم پر جو کچھ کھولا اسی کی روشنی میں بات کر رہے ہیں، میری نظر میں ہر قسم کے فتنوں، ہر قسم کے حادثوں، ہر قسم کے سانحوں اور ہر قسم کی پریشانیوں سے بچاؤ کا سب سے پہلا اور سب سے موثر طریقہ وہ اللہ سے تعلق اور اللہ سے دعا ہے، جس کا اللہ پاک سے تعلق مضبوط ہوگا اور اللہ سے مانگے گا اللہ پاک اس کو محروم نہیں کرے گا، ایسا شخص محروم ہو کر بھی محروم نہیں رہے گا، جس کا اللہ سے تعلق مضبوط ہوگا جو اللہ سے مانگے گا دنیا کی نظر میں وہ اگرچہ محروم ہوگا، لیکن حقیقت میں وہ محروم نہیں ہوگا، وہ بڑا فیض یاب ہوگا اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں، اللہ سے مانگیں جیسے ہمارے آقا ﷺ نے مانگا ہمارے آقا ﷺ اللہ سے بہت زیادہ مانگنے والے تھے، تڑپ تڑپ کر، رو رو کر درد کے ساتھ، یقین کے ساتھ صرف دعائیں پڑھی نہیں بلکہ دعائیں مانگیں، آج ہم دعائیں پڑھتے ہیں دعائیں مانگتے نہیں ہیں۔ بہت سے مولوی صاحبان کو دیکھا: دعا کرتے ہیں طرز لگا کر ایسے ساز کے ساتھ کہ کچھ نہ سمجھنے والا بھی جھوم اٹھتا ہے، دعا پڑھ رہے ہیں، دعا مانگ نہیں رہے، دعا تو دل سے مانگی جاتی ہے بھائیو! گلے سے نہیں، آقا نے فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے کہ قرآن گلے سے نیچے نہیں اترے گا، گلے تک آواز بڑی خوب صورت، لہجہ بڑا اچھا، تلفظ کی ادائیگی بڑی درست، لیکن اندر سے نہیں لوگوں کو سنا رہا ہے اللہ کو نہیں سنا رہا پیشِ نظر خدا نہیں بلکہ خدائی (مخلوق) ہے، دعاؤں سے اثر اس لیے نکل گیا کہ خدا پیشِ نظر ہے ہی نہیں، خدا کی مخلوق پیشِ نظر ہے۔ یہ پہلا طریقہ وعلاج

ہے دجال کے فتنوں سے حفاظت کا دوسرا علاج قرآن کو مضبوطی سے تھام لیں، اعتصام بالکتاب اللہ نے جو فرمایا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا

(آلِ عمران:۱۰۳)

یعنی اللہ کی رسی (قرآن پاک) کو مضبوطی سے تھام لو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں علاج اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

عصرِ حاضر میں دین اسلام کی شعبوں میں تقسیم اور پھر کسی ایک شعبے کو مکمل دین سمجھنے کا رُجحان

از افادات

داعیِ قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞......اسلامی تعلیمات کیا کہتی ہیں؟

۞......سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۸ کی روشنی میں۔

۞......دین کے پانچوں شعبوں کی اہمیّت قرآن
وحدیث کی روشنی میں

۞......کیا جہاد اور تبلیغ میں تضاد ہے؟

۞......طریقت اور شریعت میں کا ی فرق ہے؟

۞......سیاست کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟

۞......قرآن کریم میں اصلاحی پروگرام کے تین
بنیادی اُصول

۞......اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کا تقاضا کیا
ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ؕ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۰۸﴾

(البقرہ:۲۰۸)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

آج جس موضوع کے حوالے سے گفتگو کی جائے گی اس کے بارے میں بھائی اشفاق صاحب آپ کو بتا چکے ہیں میں نے خطبہ میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۸ تلاوت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

وَّلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ؕ

اور شیطان کے طریقوں اور شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۲۰۸﴾

بے شک وہ تمہارا واضح دشمن ہے۔

اللہ حکم یہ دے رہے ہیں کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ یعنی عقیدے کے اعتبار سے بھی تم اتباع کرو تو اسلام کی معاشرت میں اتباع کرو، سیاست میں اتباع کرو تو اسلام کی' معاملات میں اتباع کرو تو اسلام کی' کسی کے ساتھ دوستی اور دشمنی رکھنے میں اتباع کرو تو اسلام کی۔

دینِ کامل کیا ہے؟

اگر کسی شخص کا عقیدہ صحیح ہے وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہے کسی قسم کے شرک کا ارتکاب نہیں کرتا' صحابہ کرام کو معیار حق سمجھتا ہے ان کو عادل' ثقہ، مقتدا اور امت میں سب سے افضل سمجھتا ہے' آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے' قرآن اور حدیث کے ایک ایک حکم کو تسلیم کرتا ہے لیکن نماز، روزے کی پابندی نہیں کرتا تو ہم کہیں گے کہ اس کا بھی دین کامل نہیں ہے' اور اگر نماز تو پڑھتا ہے لیکن اس کے عقیدے میں کوئی خرابی پائی جاتی ہے' شرک کی آمیزش ہے' ختم نبوت کا انکار کرتا ہے' صحابہ کرام پر تنقید کرتا ہے معاذ اللہ! انہیں سب وشتم کرتا ہے تو ہم اس کے بارے میں کہیں گے کہ اس کا دین کامل نہیں ہے بلکہ عقیدہ میں خرابی کی وجہ سے اس کے مکمل طور پر دین سے خارج ہو جانے کا خطرہ ہے یا ایک شخص نماز، روزہ کی عبادت کی پابندی تو کرتا ہے لیکن تجارت میں من مانی کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے' ملاوٹ کرتا ہے دھوکہ دیتا ہے' سودی کاروبار کرتا ہے' سٹے کے

کاروبار سے وہ تعلق رکھتا ہے دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے' کم تولتا ہے تطفیف کرتا ہے تو ہم اس کے بارے میں بھی کہیں گے کہ اس کا دین کامل نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تجارت میں اسلام کے احکام کی پابندی کرتا ہے مگر معاشرت میں' معاملات میں اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ پڑوسی کے حقوق دبا جاتا ہے، وہ اہل محلہ کو پریشان کرتا ہے' وہ والدین کے ساتھ غلط سلوک کرتا ہے' وہ وعدہ خلاف ہے' وہ جھوٹا ہے' وہ خائن ہے تو ہم اس کے بارے میں بھی کہیں گے کہ اس کا دین کامل نہیں ہے۔

تو اللہ پاک نے ہمیں یہ حکم دیا کہ تم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ ہر شعبہ میں اسلامی تعلیمات کی پابندی' عقائد میں بھی' عبادات میں بھی' معاشرت میں بھی' معیشت میں بھی' معاملات میں بھی اور سیاست میں بھی۔ کیونکہ اسلام ایک کامل نظام حیات ہے اور اس کے مختلف شعبے ہیں اس میں عقائد کا شعبہ بھی ہے، عبادات کا شعبہ بھی ہے' اخلاق کا شعبہ بھی ہے' دعوت و تبلیغ کا شعبہ بھی ہے' تصوف اور طریقت کا شعبہ بھی ہے اور سیاست و حکومت کا شعبہ بھی ہے اور ان سب کو یکجا کرنے سے ہی دین کامل ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک شعبے کو بھی نظر انداز کرنے سے دین ناقص رہ جاتا ہے۔

مثال سے وضاحت

جیسے انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اعضاء عطا فرمائے ہیں۔ اللہ نے اس کو دیکھنے کے لیے آنکھیں' سننے کے لیے کان اور بولنے کے لیے زبان اور سوچنے کے لیے دماغ اور ہضم کرنے کے لیے معدہ اور پکڑنے کے لئے ہاتھ اور چلنے کے لیے پاؤں یہ عطا فرمائے اور سینے میں دھڑکتا ہوا دل رکھا اور رگوں کا جال اس کے جسم میں پھیلا

دیا تو یہ سارے جو اعضاء ہیں۔ اِن سب کو یکجا کرنے سے ہی انسان کا وجود کامل ہو جاتا ہے اور ایک مکمل انسان بنتا ہے کوئی ایک عضو نہ ہو تو نقص رہ جاتا ہے اور یقینی طور پر ہر کوئی ایسے شخص کو بے وقوف کہے گا جو صرف ہاتھوں کو پورا انسان کہے' جو صرف ٹانگوں کو پورا انسان کہے جو صرف آنکھوں کو' صرف کانوں کو' صرف زبان کو' صرف دماغ کو' صرف دل کو' صرف معدے کو' صرف گردوں کو وہ پورا انسان کہے تو ایسے شخص کو کوئی بھی عقلمند تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا، سب ہی اس کو بے وقوف قرار دیں گے یا وہ کانوں کی حفاظت تو کرے لیکن آنکھوں کی حفاظت نہ کرے آنکھوں کو ضائع کر دے تو بھی ہم اس کو بے وقوف کہیں گے کہ اس کی نظر میں کانوں کی اہمیت تو ہے لیکن آنکھوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے' وہ اپنے ہاتھوں کی حفاظت تو کرے لیکن کانوں کو کٹوانے کے لیے بھی تیار ہو جائے وہ اپنے معدہ کی فکر نہ کرے کسی ایک شعبہ کو بھی کسی ایک عضو کو بھی اگر کوئی نظر انداز کر دے تو کوئی بھی اس کو عقل مند انسان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

صرف ایک شعبۂ دین کو پورا دین سمجھنا بے وقوفی ہے

اگر وہ شخص احمق ہے جو صرف ہاتھوں کو پورا انسان سمجھتا ہے' جو صرف ٹانگوں کو پورا انسان سمجھتا ہے' جو صرف آنکھوں کو پورا انسان سمجھتا ہے' جو صرف زبان کو یا صرف کانوں کو' یا صرف معدے کو پورا انسان سمجھتا ہے تو وہ شخص بھی یقیناً بے وقوف ہے جو دین کے مختلف شعبوں میں سے کسی ایک شعبے کو پورا دین سمجھتا ہے وہ صرف تبلیغ کو پورا دین سمجھتا ہے، وہ صرف جہاد کو پورا دین سمجھتا ہے، وہ صرف تصوف کو پورا دین سمجھتا ہے' وہ صرف درس و تدریس کو پورا دین سمجھتا ہے' وہ سیاست کو پورا دین سمجھتا

ہے' جہاد کے لیے تو اپنی توانائی وقف کرتا ہے لیکن تبلیغ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے' وہ تصوف میں تو دل چسپی لیتا ہے لیکن دینی سیاست کو وہ کار فضول قرار دیتا ہے یا سیاست میں تو اس کی دلچسپی ہے مگر جہاد کو فساد کہتا ہے ایسے شخص کو بے وقوف ہی کہا جائے گا، کوئی بھی اس کو عقل مند تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں جو دین کے کسی ایک شعبے کو پورا دین سمجھتا ہو اور دین کے دوسرے شعبوں کی تحقیر کرتا ہو' تنقیص کرتا ہو ان کو نظر انداز کرتا ہو' بلکہ اس میں اس سے ہٹ کر یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر کوئی شخص اسلام کے احکام میں سے کسی ایک حکم پر اتنا زور دے کہ اس کے زور دینے سے یوں محسوس ہوتا ہو کہ سارا دین تو بس یہی ہے، یا مستحب کو واجب کا درجہ دے دے' سنت کو فرض کا درجہ دے دے' تو ایسے شخص کو بھی عقلمند نہیں کہا جائے گا یہ بھی بے وقوف ہے' جاہل ہے اس کو علم کی حقیقت کا پتہ نہیں اس لئے کہ یہ دین کے کسی ایک حکم کو پورا دین سمجھتا ہے اسی پر سارا زور ہو صرف لباس پر زور ہے لباس ایسا ہونا چاہئے' کرتہ ہو' شلوار ہو اسی پر اس کا زور ہے اخلاق کی طرف کوئی توجہ نہیں' معاملات کی طرف کوئی توجہ نہیں' عقائد خراب ہیں اس کی طرف کوئی توجہ نہیں، بس صرف لباس ہی پر پوری نظر ہے اس کی نظر میں لباس کے خاص انداز کا ہونا ہی دینداری کے لیے معیار ہے اور اس طرح کا لباس نہ ہونا یہ معیار ہے معاذ اللہ بے دین ہونے کے لئے، یہ بھی غلط۔ یا ٹوپی پگڑی پر اتنا زور دے کہ لگے کہ ان کا درجہ تو اسلام کے اندر فرض کا ہے جو شخص ٹوپی نہیں پہنتا یا پگڑی نہیں باندھتا وہ تو بے دین ہے معاذ اللہ! یا اس طرح کی سوچ رکھتا ہو کہ اس کے اندازِ تبلیغ سے یہ واضح ہوتا ہو تو یہ بھی غلط ہے حالانکہ پگڑی بھی سنت ہے، ٹوپی بھی سنت با پردہ ستر کو چھپانے والا لباس یہ بھی سنت

ہے لیکن اتنا درجہ اس کو دے اتنی تاکید اس کی کرے اور اتنا زور دے اس پر کہ لگے کہ بس سارا دین تو اسی کے اندر ہے یہ بھی غلط۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے ڈاڑھی اور علماء نے اس کو واجب لکھا ہے لیکن کوئی شخص ڈاڑھی پر اتنا زور دے کہ دوسری چیزوں کو نظر انداز کر دے، پتہ چلے کہ سارے کا سارا دین تو بس ڈاڑھی ہی میں ہے جس نے ڈاڑھی رکھی تو وہ دیندار بن گیا چاہے وہ جو کچھ بھی کرتا رہے معاذ اللہ! جھوٹ بولتا رہے' خیانت کرتا رہے' دوسروں کے حقوق دباتا رہے' ظلم کرتا رہے' خیانت کرتا رہے اور دوسرے فرائض کے ادا کرنے سے پہلو تہی کرتا رہے بس ڈاڑھی رکھی تو یہ دین دار بن گیا اور یہ معیار اگر کوئی بنا دے تو یہ بھی غلط تو کسی ایک مسئلے کو ایک چیز کو اتنی اہمیت دینا اور اتنی تاکید کرنا اور اس پر اتنے دلائل دے دینا کہ لگے کہ بس سارا دین تو اسی کے اندر ہے تو یہ سوچ بھی غلط ہے۔

اختلافی مسائل پر بے جا زور سے بچا جائے

اسی طرح سے بعض اختلافی مسائل ہیں بعض لوگ ان پر اتنا زور دیتے ہیں کہ سارا دین انہی مسائل کے اندر ہے۔

کسی نے اپنی زندگی کا مشن گویا کہ بنایا ہوا ہے حیات ممات کے مسئلے کو' کسی نے اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا ہے نور' بشر اور حاضر ناظر کے مسئلہ کو' کسی نے اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا ہے فاتحہ خلف الامام اور آمین بالسر اور آمین بالجہر کے مسائل کو اور رفع یدین کے مسائل کو اپنی پوری زندگی کا مشن۔ لگتا ہے کہ یہ زندہ ہی اس مسئلہ کے لیے ہے اور اس کی نظر میں اگر یہ مسئلہ زندہ ہوگا تو پوری کی پوری امت مسلمہ کے اندر دین زندہ ہو جائے گا اور اگر یہ مسئلہ امت میں بیان کرنے سے رہ گیا یا عمل سے

رہ گیا تو گویا کہ بس پوری کی پوری امت دین سے خارج ہونے کا مسئلہ ہے تو ان مسائلپر اتنا زور دینا، انتہائی نامناسب ہے۔ یہ جن مسائل کی میں بات کر رہا ہوں یہ تو پھر بھی ان میں سے بعض اتفاقی مسائل ہیں بعض اختلافی مسائل ہیں لیکن ان میں سے کسی نہ کسی کی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ بعض ایسے بھائی بھی ہیں ہمارے جو بدعات کو پکڑ لیتے ہیں کسی ایک بدعت کو یا متعدد بدعات کو پکڑ لیتے ہیں اور ان پر اتنا زور دیتے ہیں کہ لگتا ہے کہ سارا دین بس اسی بدعت کے اندر ہے۔ حیرت کی بات ہے چلو اس کے پاس تو کوئی دلیل تھی قرآن کی' حدیث کی لیکن یہ جو بدعت کی تبلیغ کر رہا ہے اس کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں نے اپنے بڑوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا سوائے اس کہ ہمارے خاندان میں بڑے عرصے سے ایسے ہی ہو رہا ہے سوائے اس کے ہمارے علاقے میں ایسا ہی ہوتا ہے یہی دلیل ہے ورنہ اور کوئی عقلی، نقلی دلیل نہیں کسی بدعت کو پکڑ رکھا ہے اور اسی کو سمجھتا ہے کہ پورا دین ہے اس پر مرنے کے لیے تیار ہے جو اس بدعت کو کرے وہ اس کی نظر میں دیندار ہے جو اس بدعت سے بچے اس کی نظر میں وہ بے دین ہے۔

اُمّت کی زبوں حالی

چنانچہ امت کا حال کچھ ایسا ہے مجموعی طور پر پر کہ کسی کو سارا دین گیارہویں شریف میں نظر آتا ہے، کسی کو سارا دین ختموں میں نظر آتا ہے، کسی کو سارا دین اذان کے ساتھ مخصوص قسم کا درود وسلام پڑھنے میں نظر آتا ہے، کسی کو سارا دین مخصوص رنگ کی پگڑیاں اور ٹوپیاں پہننے میں نظر آتا ہے، کسی کو سارا دین

فاتحہ خلف الامام میں، کسی کو رفع یدین میں، کسی کو آمین کے مسئلے میں، پھر آگے چلیں تو کسی کو سارا دین تبلیغ میں، کسی کو سارا دین تصوف میں، کسی کو سارا دین جہاد میں، کسی کو سارا دین درس وتدریس میں، کسی کو سارا دین سیاست میں نظر آتا ہے۔تو بھائیو! یہ سوچ غلط ہے کسی ایک جزو کو اتنی اہمیت دینا اگرچہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہو لیکن اس کے باوجود اس پر اتنا زور دینا کہ یوں لگے کہ سارا دین اسی میں ہے یہ سوچ غلط ہے۔

حضور علیہ السلام کی جامعیت

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ سارے شعبے پائے جاتے تھے آپ بیک وقت مدرس بھی تھے، معلم بھی تھے، مربی بھی تھے، مجاہد بھی تھے، صوفی بھی تھے، سیاست دان بھی تھے یہ سارے شعبے آپ کی زندگی کے اندر کہیں نظر آتے ہیں اگر آپ کو معلم کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو اس وقت دیکھیں جب آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کتاب وسنت کے دقائق اور حقائق سمجھا رہے ہوتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اپنے اپنے ظرف کے مطابق علوم نبوت کو اپنے سینوں میں سمیٹ رہے ہوتے ہیں، اگر آپ کو مجاہد کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو بدر واحد کو دیکھیں حنین اور احزاب کو دیکھیں اگر آپ کو مرشد کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو اس وقت دیکھیں جب آپ ذاکرین کے حلقے میں بیٹھے ہوں اور اپنے صحابہ کو ذکر کی طرف تلقین کر رہے ہوں اور ان کی اخلاقی قلبی اور روحانی بیماریوں کا علاج کر رہے ہوں، اگر آپ کو سیاستدان کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو اس

وقت دیکھیں جب حدیبیہ میں آپ قریش کے ساتھ مذاکرات کر رہے ہوں یا مدینہ منورہ میں اطراف عالم سے آنے والے مختلف وفود سے ملاقات فرما رہے ہوں، اگر آپ کو مبلغ اور داعی کی حیثیت سے دیکھنا ہو تو اس وقت دیکھیں جب آپ کوہ صفا پر چڑھ کر مجمع کو اکٹھا کر کے اُن سے پوچھ رہے ہوں۔

هل وجدتمونی صادقا او کاذبا

لوگو! تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا پایا؟ آپ کو اس وقت دیکھیں جب آپ طائف میں دین کی دعوت دے رہے تھے اور اپنے مخاطبین کی طرف سے پتھر کھانے کے بعد اللہ کے حضور عرض کر رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ أَشکو اِلیک ضعفَ قوّتی و قِلّۃَ حِیلَتِی وَ ھَوَانِی عَلَی النَّاسِ

یا اس وقت کو دیکھیں جب آپ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس یا ایک لاکھ چالیس ہزار کے مجمع سے یہ پوچھ رہے ہوں ھَلْ بَلَّغْتُ لوگو: کیا میں نے اللہ کا حکم تم تک پہنچا دیا؟ کیا میں نے فریضہ تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ اور پھر پورے کا پورا مجمع اس بات کی گواہی دے رہا تھا یا رسول اللہ! آپ نے پہنچا ہی نہیں دیا بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا اور آپ آسمان کی طرف اور اپنی انگشت شہادت اٹھا کر اور مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ کو گواہ بنا رہے ہیں اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ! تو گواہ رہنا میں نے دعوت و تبلیغ کا حق ادا کر دیا یہ سچوں کا مجمع گواہی دے رہا ہے کہ میں نے دعوت کے کام میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے اور اللہ نے فرمایا تھا۔

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

(المائدہ:۲۷)

اے میرے حبیب! اے میرے پیغمبر! جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا اسے دوسروں تک پہنچا دے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو پھر آپ نے رسالت اور پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا یہ اللہ نے فرمایا تھا اور آج حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اس سچوں کے مجمع کو' قدوسیوں کے مجمع کو' صدیقوں کے مجمع کو' فاروقوں کے مجمع کو' عادلوں کے مجمع کو' زاہدوں کے مجمع کو' عابدوں کے مجمع کو' مجاہدوں کے مجمع کو گواہ بنایا اس بات پر کہ مولیٰ! تو نے جو ذمہ داری میرے سپرد کی تھی اور جو بار گراں میرے کندھوں پر رکھا تھا میں نے اس امت تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا تو ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بیک وقت مبلغ اور داعی بھی تھے، مجاہد اور سپہ سالار بھی تھے، صوفی اور مرشد بھی تھے، مدرس اور معلم بھی تھے' سیاستدان اور حکمران بھی تھے یہ سارے شعبے آپ کی زندگی میں ہمیں نمایاں نظر آتے ہیں۔

دین کے نمایاں اور بنیادی پانچ شعبے

اور میرے بھائیو اور میری بہنو! یوں تو دین کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا لیکن دین کی خدمت کے اعتبار سے دین کی حفاظت کے اعتبار سے اس کی اشاعت کے اعتبار سے دین کے دفاع کے اعتبار سے اور لوگوں کی اصلاح اور تربیت کے اعتبار سے دین کے نمایاں شعبے پانچ ہیں۔ پانچ شعبوں میں اس کو تقسیم کیا گیا، ویسے میں نے عرض کیا کہ اور شعبوں میں بھی ہم تقسیم کر سکتے ہیں لیکن نمایاں شعبے جن کا تعلق دین کی خدمت کے ساتھ ہے، حفاظت کے ساتھ ہے، اشاعت کے ساتھ ہے

،لوگوں کی اصلاح اور تربیت کے ساتھ اس کا تعلق ہے تو اس اعتبار سے دین کو پانچ شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) درس وتدریس کا شعبہ یا تعلیم و تعلم کا شعبہ

(۲) دعوت وتبلیغ کا شعبہ

(۳) جہاد وقتال کا شعبہ

(۴) سیاست وحکومت کا شعبہ

(۵) طریقت وتصوف کا شعبہ

ان پانچ شعبوں میں ہم دین کو تقسیم کر سکتے ہیں' اور یہ پانچوں شعبے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور امت پر لازم ہے کہ ان پانچوں شعبوں کا احیاء کرے ان میں سے کوئی ایک شعبہ بھی مردہ ہوجائے گا معاذ اللہ! ختم ہوجائے گا تو پوری کی پوری امت گنہگار ہوگی۔ ان پانچوں شعبوں کا احیاء امت کی ذمہ داری اور پانچوں کی اہمیت اللہ کی کتاب سے بھی ثابت اور ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے بھی ثابت۔

تعلیم و تعلم کی اہمیّت قرآن وحدیث کی روشنی میں

آپ تعلیم و تعلم کے شعبے کو لیں تو اس کی اہمیت میں بہت سی آیات واحادیث پیش کی جاسکتی ہیں سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی تو اس میں اللہ نے جو حکم دیا وہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱

(العلق: ۱)

یہ عجیب آغاز ہے یہ اتفاقاً ایسا نہیں ہوا جیسے میری زبان سے اتفاقاً کوئی لفظ نکل

جائے ہماری زبان سے تو اتفاقی بات نکل جاتی ہے اتفاقی عمل ہم سے ہو جاتا ہے میرے اللہ کا کوئی عمل اتفاقی نہیں میرے اللہ کا ہر عمل عمد سے ہوتا ہے' قصد سے ہوتا ہے' تدبیر سے ہوتا ہے' سوچا سمجھا ہوتا ہے اللہ نے وحی کا جو آغاز فرمایا ہوا اِقْرَاْ کے حکم سے پڑھو، اِقْرَاْ پڑھو، اے مسلمانو! پڑھو مسلمانوں کو پڑھنے کا حکم دیا جبکہ جس وقت یہ وحی نازل ہوئی اس وقت پڑھنے کا ماحول نہیں تھا آج کے ماحول میں اگر یہ حکم نازل ہوتا تو کوئی بات سمجھ میں آتی تھی کہ آج پڑھنے کا ماحول ہے پوری دنیا کے اندر، ناخواندگی اور جہالت کو بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے اور ملکوں کے اعداد وشمار پیش کئے جاتے ہیں فلاں ملک میں خواندگی کا یہ معیار ہے لہٰذا وہ ملک ترقی پر ہے اور فلاں ملک میں جہالت ہے' ناخواندگی ہے تو وہ ملک پستی میں ہے تو آج تو یہ چیز جہالت اور علم آج ترقی اور تنزل کا معیار بن گیا لیکن جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس وقت یہ معیار نہیں تھا اس وقت اور بھی بہت سی خرابیاں تھیں پڑھے لکھے لوگ گنے چنے ہوتے تھے' انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے عرب جو لاکھوں کا حساب کرتے تھے ان انگلیوں پر کرتے تھے، ہم تو صرف ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر ہی پڑھتے ہیں انگلیوں پر لیکن عرب لاکھوں روپے کا حساب ان انگلیوں پر کر لیتے تھے تو پڑھنے پڑھانے کا ماحول نہیں تھا بہت کم لوگ تھے جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے مگر اس وقت یہ حکم نازل ہوا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱

اے مسلمانو! پڑھو اور پھر پڑھنے کے لیے یہ نہیں کہا یہ پڑھو اور وہ نہ پڑھو مطلقاً کہا پڑھو اِقْرَاْ مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ اپنے اس رب کے

نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا، پڑھو سب کچھ پڑھو لیکن اپنے رب کے نام سے اور یہ تو دیکھنا ہوگا کہ اپنے رب کا نام کہاں لیا جا سکتا ہے اور کہاں نہیں لیا جا سکتا ہے ظاہر ہے کہ ایسا تو نہیں کہ کوئی فحاشی کی تعلیم حاصل کرے تو بِسْمِ اللهِ پڑھے، کوئی بدکاری کی تعلیم حاصل کرے تو بِسْمِ اللهِ پڑھے، کوئی باطل کی سیاست پڑھے اور بِسْمِ اللهِ پڑھے ایسا تو نہیں ہو سکتا کوئی الحاد کی تعلیم حاصل کرے اور بِسْمِ اللهِ پڑھے یہ تو دیکھنا ہوگا کہاں اللہ کا نام لیا جا سکتا ہے اور کہاں اللہ کا نام نہیں لیا جا سکتا لیکن اللہ نے کوئی قید نہیں لگائی فرمایا پڑھو، پڑھو سائنس بھی پڑھو اور طب کی تعلیم بھی حاصل کرو اور انجینئرنگ کی تعلیم بھی حاصل کرو سارے علوم پڑھو لیکن پڑھو اپنے رب کے نام سے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ①

کاش دنیاوی فنون کے ساتھ دین بھی پڑھایا جائے

کاش! کوئی ایسی صورت ہو جائے کاش کہ ہماری یونیورسٹیوں میں جو علوم پڑھائے جا رہے ہیں چاہے معاشیات کا علم ہو، سیاسیات کا علم ہو اور صحافت کا علم اور میڈیا کا علم جو مختلف علوم پڑھائے جا رہے ہیں کاش ان علوم کی مناسبت سے ہر کتاب کے اندر اللہ کی کتاب میں سے چند آیات اور میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث بھی موضوع کی مناسبت سے لگا دی جائیں، یہ ممکن ہے ان میں سے ہر موضوع کی مناسبت سے آیات بھی تلاش کی جا سکتی ہیں اور احادیث بھی تا کہ ہر ایک مسلمان طالب علم کا کنکشن وہ اللہ کے ساتھ بھی جڑا رہے اور حضور ﷺ کے ساتھ بھی جڑا ہے۔

بتا یہ رہا تھا کہ اگر تعلیم و تعلم اور درس وتدریس کی اہمیت کو لیں تو ہم قرآن کریم کی پہلی وحی سے استدلال کر سکتے ہیں اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ ہم اس سے بھی استدلال سکتے ہیں کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو فرشتوں پر فضیلت دی تھی وہ علم کی بنیاد پر دی۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿٣١﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يٰٓـاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿٣٣﴾

(البقرۃ: ۳۱،۳۲پ ۱)

میں نے کہا نہیں تھا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ؟ کیا جانتا ہوں؟ آدم کے پاس علم ہے تمہارے پاس نہیں ہے۔ تو اس علم کی بنیاد پر اللہ نے فضیلت دی حضرت آدم کو اور پھر میرے آقا نے متعدد احادیث میں علم کی فضیلت بیان فرمائی۔ سب سے مشہور حدیث جو آپ بھی سنتے رہتے ہیں۔

العلماء ورثۃ الانبیاء

علم والوں کو انبیاء کا وارث قرار دے دیا۔

آقا نے فرمایا ایک عالم کو جاہل عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھ محمد رسول اللہ (ﷺ) کو بنی اسرائیل کے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ اکبر

آقا نے فرمایا کتاب اللہ کی ایک آیت کا علم حاصل کرنا سو رکعات پڑھنے سے

بہتر ہے اور علم کا ایک باب حاصل کرنا چاہے اس وقت اس پر عمل ہو رہا ہے ہو یا نہ ہو رہا ہو ہزار رکعات پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے تو تعلیم و تعلّم کی فضیلت بیان فرمائی' درس و تدریس کی فضیلت بیان فرمائی۔

دعوت و تبلیغ کی اہمیّت قرآن و حدیث کی روشنی

دعوت و تبلیغ کی اہمیت دیکھیں تو اس کے لیے بھی کوئی کم دلائل نہیں ہیں قرآن میں بھی، احادیث میں بھی۔ میرے اللہ نے کہیں پر تو فرمایا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

(الِ عمران: ۱۱۰ پ ۴)

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کی نفع رسانی کے لیے نکالا گیا ہے کیوں بہترین ہو اللہ نے فضیلت کی وجہ بیان فرمائی:

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(الِ عمران: ۱۱۰ پ ۴)

تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور تم برائی سے روکتے ہو۔

اللہ نے فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

(الِ عمران: ۱۰۴، پ ۴)

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور اللہ نے فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾

(حم السجدہ ۳۳، پ ۲۴)

اس سے زیادہ بہتر بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دینے والا ہے، اس سے بہتر بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور خود بھی نیک عمل کرتا ہے اور کہتا ہے

اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾

میں مسلمانوں میں سے ہوں اور آقا نے فرمایا:

بلغوا عني ولو آية

اور آقا نے فرمایا مسلمانو! نیکی کا حکم دیتے رہو برائی سے روکتے رہو دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہو ورنہ ایسا ہوگا کہ تم دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی اگر تم نے اس عمل کو چھوڑ دیا۔

دعوت وتبلیغ یہ انبیاء کا منصب ہے انبیاء کی خصوصیت ہے انبیاء کی بعثت کا مقصد ہے انبیاء کا تعارف ہے ہر نبی نے اپنی زندگی دعوت میں کھپادی، ساری زندگی دعوت میں لگادی اور اللہ جانتا ہے مجھے تو انبیاء کرام علیہم السلام کے حوصلے پر صبر پر اخلاص پر استقامت پر رشک آتا ہے کیسے حوصلے والے تھے، ایسے نبی بھی تھے جن پر پوری زندگی میں صرف ایک شخص نے ایمان قبول کیا اور آقا نے فرمایا ایسا نبی بھی آئے گا قیامت کے دن اس کے ساتھ ایک بھی امتی نہیں ہوگا لیکن وہ پھر بھی دعوت دیتا ہی تھا تو انبیاء کا کام ہے حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال دعوت دی ہے اور پھر

اللہ سے شکوہ کیا اپنے بھیجنے والے خدا سے شکوہ کیا۔

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾

(نوح ۶،۵:پ ۲۹)

میرے رب! میں نے ان کو رات میں بھی پکارا دن کو بھی پکارا لیکن یہ تو میرے قرب ہی نہیں آتے۔

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿۷﴾

(نوح ۷:پ ۲۹)

میرے اللہ! جو میں ان کو دین کی دعوت دیتا ہوں تو میری آواز سے نفرت کرتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اور میری شکل سے نفرت کے اظہار کے لیے اپنے چہروں پر کپڑے ڈال لیتے ہیں۔ میری آواز بھی نہیں سننا چاہتے اور میری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔

میرے بھائیو! یہ دعوت ہی ہے جو پہلے اقلیت کو وجود دیتی ہے پھر اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرتی ہے اور پھر اکثریت کو کلیت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ مدینہ میں کوئی ایک بھی نہیں تھا ایمان کا ماننے والا' حضور کا ماننے والا ایک بھی نہیں تھا۔ جب گیارہ سال ہو گئے، بارہ سال گزر گئے کوئی ایک بھی نہیں مانا' اللہ پاک نے مدینہ والوں کو قبول فرمالیا' بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر مدینہ کے بارہ افراد نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور حضور نے اپنے پیارے

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مبلغ اور داعی بنا کر مدینہ بھیج دیا یہ پہلے مبلغ ہیں جو مدینہ میں آئے، حضرت مصعب بن عمیر! کی آمد سے اور پھر ان کی دعوت وتبلیغ سے پہلے مسلمانوں کی اقلیت وجود میں آئی پھر یہ اقلیت اکثریت میں تبدیل ہوئی ہے اور پھر اکثریت کلیت میں تبدیل ہوگئی۔ پورے کا پورا مدینہ بدل گیا ،مدینہ والوں کو کسی تلوار نے نہیں جھکایا' مدینے والوں نے دعوت کے سامنے اپنے سر جھکا دیئے اور وہاں پر مسلمانوں کی اکثیرت بلکہ میں نے عرض کیا کہ کلیت' یہ مسلمانوں کو حاصل ہوئی کہ پورا کا پورا مدینہ اسلام کے سامنے جھک گیا۔

سب سے زیادہ فتنے اسلام کے خلاف اُٹھے

اور بھائیو! تاریخ یہ بتاتی ہے اور آج کے حالات بھی یہ بتاتے ہیں جتنے فتنے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھے ہیں اتنے فتنوں کا سامنا کسی دوسرے مذہب کو نہیں کرنا پڑا۔ آپ اس چودہ سو سال کے عرصے میں دیکھ لیں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف کیسے کیسے فتنے آئے کہ اگر دین کے سچے داعی اور مبلغ نہ ہوتے تو یہ فتنے اتنے شدید تھے اور اتنی کثرت کے ساتھ اٹھتے کہ امت مسلمہ کا وجود ختم ہو چکا ہوتا لیکن دین کے داعیوں اور دین کے مبلغوں نے نئی نئی دنیا ایجاد کی اور یہ داعی کون ہیں یہ وہ وقت تھا کہ تاجر بھی داعی تھا' دین کا داعی، دین کی دعوت دینے والا کاشتکار بھی داعی تھا، صنعت کار بھی داعی تھا اور ہر فن والا دین کی دعوت دینے والا تھا جہاں مسلمان گیا دین کی دعوت کو ساتھ لے کر گیا۔

آج لوگ پوچھتے ہیں؟ کوئی کوئی پوچھ لیتا ہے ورنہ پوچھنے کی ضرورت کون

محسوس کرتا ہے جہاں پیسہ ملتا ہو اللہ معاف فرمائے وہاں ہر کوئی جانے کے لیے تیار لیکن کوئی کوئی پوچھ لیتا ہے امریکا جانا، برطانیہ جانا، فلاں دارالکفر میں جانا کیسا ہے؟ تو باریکیاں تو علماء ہی بتا سکتے ہیں میں اتنا عرض کرسکتا ہوں آپ جایئے ضرور لیکن صرف ملازم بن کر نہیں، صرف نوکر بن کر نہیں، صرف تاجر بن کر نہیں بلکہ جائیں تو دین کے داعی بن کر جائیں جب دین کے داعی بن کر جائیں گے تو ان شاء اللہ خود اپنا ایمان بھی محفوظ رہے گا اور ممکن ہے اللہ پاک دوسروں کے دل کے دروازے بھی ایمان کے لیے کھول دیں۔

جہاد وقتال کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

دین کے تیسرے شعبے جہاد کی بھی اپنی اہمیت ہے۔ یاد رکھیں جہاد کا منکر کافر ہے، جہاد کی اہمیت ہے ہمارے دین کے اندر' جہاد کا انکار نہیں کیا جاسکتا ساڑھے چارسو آیات میں میرے اللہ نے جہاد کا ذکر فرمایا ہے اور بڑے ولولہ انگیز انداز میں، ابھارنے کے انداز میں' تحریض اور ترغیب کے انداز میں' جوش کے انداز میں مسلمانو! جہاد کے لیے کیوں نہیں اٹھتے۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے اللہ فرماتے ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

(التوبة ۳۸ پ ۱۰)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں جہاد

کے لیے تو تم زمین کا بوجھ بن جاتے ہو ہلتے نہیں ہو کیا تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾

(النساء ۷۵ پ ۵)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد وقتال نہیں کرتے حالانکہ مغلوب بچے، کمزور مرد اور پسی ہوئی عورتیں فریاد کر رہے ہیں کسی کو ہمارا مددگار بنا کر بھیج دے اور اے رب! اس بستی سے ہمیں نکال دے جس بستی والوں نے ہم پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ ہائے میرے اللہ! اللہ اس طریقے سے جہاد پر ابھار رہے ہیں کہ ان کی مدد کیوں نہیں کرتے جو چیخ چیخ کر اللہ کو پکارتے ہیں رب! ہمارے لیے کسی کو بھیج، کسی کو مددگار بنا کر بھیج کسی کو زخموں پر مرہم رکھنے والا بنا کر بھیج کسی کو مسیحا بنا کر بھیج رب! کہ یہ بستی والے ظلم کرنے والے ہیں۔

آج ہم کافر مملکت میں، کافر ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کی فریاد پر تو کان کیا دھریں گے آج تو مسلمان شہروں اور بستیوں سے آوازیں آرہی ہیں شاید وہاں کے دربدر ٹھوکریں کھانے والے بوڑھے اور عورتیں اور بچے فریادیں کر رہے ہوں رب کسی کو بھیج کہ اب تو صرف کافر ہی ظلم نہیں ڈھاتے خود مسلمان ہی ظلم ڈھاتے ہیں تو ظلم ہر طرف۔ تو اللہ نے اس طریقے سے جہاد پر آمادہ کیا اور اللہ نے فرمایا:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ

(البقرۃ ۲۱۶ پ ۲)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہو سکتا ہے تمہیں ناپسند آئے

وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

(البقرۃ ۲۱۶ پ ۲)

ہو سکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ اس میں اللہ نے تمہارے لیے خیر رکھی ہو اور ہو سکتا ہے تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ اللہ نے اس میں تمہارے لیے شر رکھا ہو، کوئی حد ہے جہاد از و مجاہد کی فضیلت کی کہ اللہ نے مجاہد کے گھوڑے کی قسمیں کھائیں۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝٢ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝٣
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝٤ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ
لَكَنُوْدٌ ۝٦

(العادیات پ ۳۰)

وہ گھوڑے جو ٹاپے مار کر دوڑتے ہیں، وہ گھوڑے کہ پتھروں پر ان کے سُم لگتے ہیں تو چنگاریاں اٹھتی ہیں، وہ گھوڑے جو بھاگتے ہیں تو گرد و غبار اٹھتا ہے وہ گھوڑے جو لشکر کے اندر گھس جاتے ہیں اللہ نے گھوڑے کی ان کیفیات کی قسمیں کھائیں مجاہد کے گھوڑے کی قسمیں کھائیں اور خود ہمارے آقا ﷺ نے جہاد میں حصہ لیا صرف جہاد کے فضائل بیان نہیں کئے جہاد میں عملی طور پر حصہ لیا اپنے جگر گوشوں کو، اپنے صحابہ کو جہاد میں حصہ دینے کے لیے بھیجا اور آقا نے فرمایا:

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

قیامت کے دن تک جہاد جاری رہے گا۔

تحریفِ معنوی سے بچیے

اور یہاں رک کر یہ بھی عرض کر دوں یہ روش غلط کہ ہم جہاد کی آیات کو تبلیغ پر منطبق کرلیں جہاد اپنی جگہ پر اہمیت رکھتا ہے، تبلیغ اپنی جگہ پر اہمیت رکھی ہے اور ہمیں تبلیغ کی اہمیت ثابت کرنے کے لیے خود وہ آیات اکتفاء کرتی ہیں جو دعوت اور تبلیغ کے بارے میں وارد ہیں تو یہ طریقہ غلط کہ جتنی آیات اللہ پاک نے جہاد و قتال کے بارے میں نازل کی ہم ان آیات کو دعوت و تبلیغ پر منطبق کریں یا کوئی اس کے برعکس کرے کہ دعوت و تبلیغ کی آیات کو جہاد و قتال پر منطبق کرے یہ بھی غلط۔ یہ تحریف ہوگی کہ قرآن کو اندر اور یہ سلسلہ چل نکلا تو پھر قرآن کی معنوی تحریف سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

تو میرے بھائیو! یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم تبلیغ کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لیے معاذ اللہ جہاد کی آیات ہی کا انکار کردیں یا ان کے اندر من مانی شروع کردیں جہاد کی اہمیت، تبلیغ کی اہمیت، تعلیم و تعلم کی اہمیت آپ سن چکے۔

تصوف و طریقت کی اہمیّت قرآن وحدیث کی روشنی میں

تصوف اور طریقت بھی دین کا اہم شعبہ ہے تصوف اور طریقت کا حاصل یہ ہے کہ اس میں دلوں پر محنت کی جاتی ہے کہ دلوں کا تزکیہ ہوجائے اور انسان گندے اخلاق سے پاک ہوجائے یہ تزکیہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

کا اہم مقصد تھا' تزکیہ قلوب۔ وہ جو مشہور آیت ہے جس میں اللہ نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد بیان فرمائے تو کیا فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

(آلِ عمران ۱۶۴ پ ۴)

اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

(آلِ عمران ۱۶۴ پ ۴)

ان کے اندر رسول کو بھیجا انہی میں سے۔ کیا کرتے ہیں اللہ کا رسول؟

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (آلِ عمران ۱۶۴ پ ۴)

اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے صحابہ کرام کا تزکیہ ہوا نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے، آپ کی تربیت سے' آپ کی توجہ کے اثرات سے دلوں کا تزکیہ ہوا، دل پاک ہوئے سارے انبیاء نے دلوں پر محنت کی ہے اوانبیاء نے سب سے پہلے اپنی محنت کا جو ہدف بنایا وہ دلوں کو بنایا اس لیے کہ دل بدل جائے تو سب بدل جاتا ہے دل بدل جائے تو انسان بدل جاتا ہے دیکھنے کا انداز بدل جاتا ہے سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے، بولنے کا انداز بدل جاتا ہے، سننے کا انداز بدل جاتا ہے، زندگی کا رہن سہن بدل جاتا ہے، جب دل بدل جائے تو پورا معاشرہ بدل جاتا ہے، پورا ماحول بدل جاتا ہے انبیاء کرام جو آئے وہ دلوں پہ محنت کے لیے اور دلوں کے تزکیہ کے لیے اور یہی تصوف اور طریقت میں ہوتا ہے تو کون ہے جو تصوف اور طریقت کی اہمیت کا انکار کر سکے گا یہ تو نبی کی بعثت کا

مقصد ہے میرے اللہ نے سورۃ شمس میں تقریباً آٹھ قسمیں کھا کر تزکیہ قلوب کی اہمیت کو بیان کیا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲

سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم دھوپ کی قسم اور چاند کی قسم

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳

دن کی قسم

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴

رات کی قسم

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵

اور آسمان کی قسم

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝۶

اور زمین کی قسم

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷

اور نفس کی قسم

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹

(الشمس پ ۳۰)

اللہ نے فرمایا جس نے اپنے نفس کا اپنے دل کا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہوا تزکیہ قلب کی اہمیت کے لیے میرے اللہ نے آٹھ قسمیں کھائی ہیں اور سورۃ اعلیٰ میں فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝۱۴ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝۱۵

(الاعلیٰ ۱۴، ۱۵ پ ۳۰)

جو پاک ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا، جس کا تزکیہ ہو گیا یہ جو تزکیہ ہے اس میں جس پاکیزگی کا ذکر ہے یہ پاکیزگی دل سے تعلق رکھتی ہے جس نے اپنے دل کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جان لیجئے شریعت اور طریقت میں تضاد نہیں ہے شریعت کا تعلق ظاہر سے اور طریقت کا تعلق باطن سے اور دونوں کا ہونا ضروری ہے شریعت بھی ضروری طریقت بھی ضروری۔

شریعت وطریقت کا تلازم

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک لکھ دیا فرمایا کہ طریقت کے بغیر شریعت نرا فلسفہ ہے اور شریعت کے بغیر طریقت زندقہ اور الحاد ہے شریعت ہے مگر طریقت نہیں ہے یعنی صرف معلومات ہیں تو دل زندہ نہیں دل گندگی سے بھرا ہوا غلاظت سے بھرا ہوا، تو فرمایا کہ یہ جو علم شریعت ہے نرا فلسفہ ہے اور اگر طریقت تو ہے مراقبے بھی ہیں، محاسبے بھی ہیں، ریاضتیں بھی ہیں، مجاہدے بھی ہیں اور ذکر کی ضربیں بھی ہیں اور چلے بھی ہیں سب کچھ ہے لیکن شریعت نہیں تو یہ الحاد اور زندقہ ہے اس طرح تو ہندو پنڈت بھی کرتے ہیں بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اور ان کا مقصد ہوتا ہے اپنے آپ کو پاک کرنا اتنے مجاہدے کرتے ہیں کہ ہم ان مجاہدوں کا تصور نہیں کر سکتے، آبادیوں میں چھوڑ کر ویرانیوں میں جا بستے ہیں سالہا سال ویرانوں میں گزار دیتے ہیں غاروں میں، جنگلوں میں، بیوی بچوں سے دور رہتے ہوئے اچھے لباس اچھی غذا سے اجتناب کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں، اپنے آپ کو ایسی مشقت میں ڈالتے ہیں، کوئی ایک ٹانگ پر کھڑا رہتا ہے کوئی اپنے بازو کو

اس طریقے سے رکھ کر خوش کر دیتا ہے اپنے آپ کو تکلیف دیتے ہیں تصور یہ کہ اپنے آپ کو جتنی تکلیف دیں گے ہمارے دیوتا خوش ہوں گے، ہڈیوں کے ڈھانچے بن جاتے ہیں، کھاتے پیتے ہی نہیں تزکیہ کے لیے، اپنے دیوتا کو خوش کرنے کے لیے، تو یہاں طریقت تو ہے ریاضت تو ہے دلوں پر محنت تو ہے شریعت نہیں ہے تو یہ الحاد ہے زندقہ ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے دورے پر جب تشریف لے گئے تو ایک گرجا کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک راہب نکلا ریاضتوں کی وجہ سے، مجاہدوں کی وجہ سے، مسلسل فاقہ کشی کی وجہ سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا کمزور، چہرے پر خون کا قطرہ نہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کو دیکھ کر رونے لگے ساتھیوں نے پوچھا حضرت! کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے اللہ کا فرمان یاد آ رہا ہے اللہ کہتے ہیں

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥

(الغاشیہ پ ۳۰)

جب قیامت آئے گی بعض چہرے ایسے ہوں گے بعض لوگ ایسے ہوں گے بڑے ڈرنے والے، اپنے آپ کو تھکا دینے والے، بڑی ریاضت کرنے والے، بڑی محنتیں کرنے والے، بڑے چلے کاٹنے والے لیکن قیامت کے دن دہکتی ہوئی آگ میں جلیں گے مجھے اس پر ترس آ رہا ہے اتنی ریاضت کی اس نے، اتنے چلے کاٹے اس نے لیکن قیامت کے دن یہ آگ میں جلے گا یہ ریاضت یہ طریقت اس

کے کسی کام نہیں آئے گی تو وہ جاہل صوفی جو شریعت کو کچھ اہمیت نہیں دیتا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی نماز تک ضائع چلی جاتی ہے نمازیں پڑھتا ہے ہم سے زیادہ ہم تو صرف فرض پڑھتے ہیں اس کی نفل نماز بھی کبھی نہیں چھوٹتی، میں نے ایسے ایسے صوفی دیکھے اس زمانے میں بھی جو روزانہ سوسو نفل پڑھنے والے ہیں فرض اور نفل نمازوں کے علاوہ سوسو نفل پڑھنے والے ہیں اتنی عبادت، اتنی ریاضت لیکن اگر شریعت کی اہمیت نہیں تو بعض اوقات اس کی جہالت کی وجہ سے ساری عبادت ضائع چلی جاتی ہے۔

ایک واقعہ برائے نصیحت

کسی نے سمجھانے کے لئے ایک جاہل صوفی کا یہ واقعہ بیان کیا ہوگا واللہ اعلم کہیں سے سن لیا اپنے نفس کو مارنے سے، نفس کشی کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس نے نفس کشی کا یہ مطلب سمجھا کہ نفس جو تقاضا کرے اس کو پورا نہ کرو اس کے برعکس کرو اگر یہ روٹی مانگتا ہے تو اس کو بھوکا رکھو، پانی مانگتا ہے تو اس کو پانی نہ دو، اگر گوشت مانگتا ہے تو دال کھلاؤ، اگر خوشبو مانگتا ہے تو بدبو سنگھاؤ یہ نفس کا علاج ہے اس نے یہ سمجھا نفس کشی کا مطلب یہ ہے کہ نفس کے جو جائز تقاضے ہیں ان کو بھی دبادو جب نفس کا گلا گھونٹ دو گے پھر اللہ راضی ہوگا یہ صوفی صاحب نے سن لیا۔ اب جاہل سمجھا نہیں تو اس نے یہ کیا کہ کس سے بدبو لیکر، غلاظت لے کر اپنی جیب میں رکھ لی جب دل چاہتا خوشبو سونگھنے کو بدبو سونگھتا کہ میں تجھے مار چھوڑوں گا اب عرصہ گزر گیا یوں ہی اپنے نفس کا ایک علاج کر رہا ہے پھر کسی عالم کو بتایا حضرت! میں تو یوں نفس

کشی کر رہا ہوں تو انہوں نے بتایا کہ اللہ کے بندے! کتنا عرصہ ہو گیا یہ نفس کشی کا عمل کرتے ہوئے اس نے مہینے سال بتائے عالم نے فرمایا کہ ان مہینوں اور سالوں کی نمازیں قضا کرو اس لیے کہ کوئی ایک نماز بھی تمہاری نہیں ہوئی نماز کی شرط ہے طہارت' جسم کی بھی طہارت اور لباس کی بھی طہارت اور تم نے گندگی اور غلاظت اپنی جیب میں رکھی ہوئی ہے تو جب صاحب طریقت، صاحب تصوف شریعت سے بغاوت کرے گا تو ممکن ہے کہ طریقت تو رہ جائے شریعت نہ رہے، ریاضت رہ جائے عبادت نہ رہے یا عبادت تو ہو لیکن قبولیت نہ ہو سب ضائع اور مردود۔ تو شریعت بھی ضروری اور طریقت بھی ضروری۔

بعض حضرات نے کہا شریعت اور طریقت یہ دریا کے دو کنارے ہیں یہ کوئی الگ الگ چیزیں نہیں ہیں یا یوں کہہ لیں شریعت پھول ہیں اور طریقت اس کی خوشبو ہے۔

سیاست کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

اور آخری چیز سیاست آج سیاست کی بات کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ معاذ اللہ دھوکے فراڈ کے جواز کو ثابت کرنا یعنی اگر کوئی مولوی صاحب سیاست کی اہمیت کو بیان کریں تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ تو چکر بازی کی اہمیت کو اور چکر بازی کے جواز کو ثابت کر رہا ہے اس لیے کہ ہم نے سیاست کو ایسا ہی بنا دیا کہ سیاست ہماری لغت میں ہمارے روزمرہ کی زبان میں سیاست نام بن گیا دھوکہ دینے کا چنانچہ عام لوگوں کو بھی سنا ہے کہ دوسروں کو کہتے ہیں ارے! اس کی باتوں میں نہیں آنا یہ سیاست کر

رہا ہے سیاست کا معنی لے رہے ہیں چکر دے رہا ہے، دھوکہ دے رہا ہے، جھوٹ بول رہا ہے، فراڈ کر رہا ہے لیکن بھائیو! جب سیاست کی بات کر رہے ہیں تو اس سے مراد ملوکیت کی سیاست نہیں کہ ملوکیت کی سیاست کی بنیاد زر ہے، زمین ہے، اقتدار ہے اور شہرت ہے بس۔ ملوکیت والی سیاست غیر مسلموں والی سیاست اس کی بنیاد تو ان چار چیزوں پر ہے زر ہے، پیسہ، زمین ہے، اقتدار ہے اور شہرت ہے ہم تو بات کر رہے ہیں سیاست نبوت کی اور نبوت کی سیاست کی بنیاد تقویٰ پر ہے طہارت پر ہے عدل پر ہے اچھے اخلاق پر ہے اور مخلوق خدا کی ہمدردی پر ہے اور جہاں تک سیاست نبوت کا تعلق ہے تو اس کی اہمیت قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت۔

میں یہاں پر ہی خلافت کے حوالے سے پہلے گفتگو کر چکا ہوں آپ میں سے کون نہیں جانتا کہ اسلام نظام خلافت کا داعی ہے اسلام مسلمانوں کو خلافت کا نظام قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے اور جس دن نظام خلافت اپنی روح کے ساتھ قائم ہو گیا خدا کی قسم! دنیا کی کوئی کفریہ طاقت مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گی جب ۵۶' ۵۷ اسلامی ممالک اور وہاں کے باشندے اور وسائل نظام خلافت کے تحت آ گئے تو پھر کوئی سپر پاور سپر پاور نہیں رہے گی پھر سپر پاور صرف نظام خلافت ہوگا جب اسلام نظام خلافت کا داعی ہے تو اس میں سیاست بھی ہوگی، حکومت بھی ہوگی۔

حضور علیہ السلام بحیثیت سیاست دان

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے وقت کے بہت بڑے سیاست

دان تھے، کبھی آپ پڑھ کر دیکھیں جو یہودیوں کے ساتھ آپ نے مذاکرات کئے اور معاہدے کئے اور قریش کے ساتھ معاہدے کئے اور مذاکرات کئے، وہ اپنے وقت کے بڑے ہوشیار لوگ بنتے تھے لیکن میرے آقا ﷺ کی صداقت پر مبنی سیاست کے سامنے ان کی ساری چالاکی دھری کی دھری رہ گئی کیسے یہودیوں کو جکڑا معاہدوں میں جھوٹ بالکل نہیں، قربان جاؤں اپنے آقا کے قدموں کی خاک پر، میرے آقا سیاست میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، جنگ میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے میرے آقا کی زبان پر کبھی جھوٹ آتا ہی نہیں تھا اور امت کو بھی یہی تلقین کی کبھی جھوٹ مت بولو مذاق میں بھی جھوٹ مت بولو تو کیسی سیاست تھی دنیا کی سمجھ میں نہیں آئے گی ایسی سیاست کہ جس میں جھوٹ ہے ہی نہیں، صاف ستھرے معاہدے ہیں یہود کے ساتھ اور پھر قریش کے ساتھ اور اردگرد کے قبائل کے ساتھ صاف ستھرے معاہدے صداقت پر مبنی، سو فیصد سچائی اور دیانت پر مبنی لیکن اس صداقت کے زور پر جھوٹی سیاست کو شکست دی ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے۔

تو بھائیو! یہ جتنے شعبے ہیں تعلیم و تعلم کا شعبہ، درس و تدریس کا شعبہ، اور تصوف و طریقت کا شعبہ اور جہاد و قتال کا شعبہ اور سیاست و حکومت کا شعبہ، ان سارے شعبوں کی اہمیت اللہ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث ثابت اور میں نے ابتداء میں عرض کیا ان میں سے کسی ایک شعبے کی اہمیت سے انکار کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی بے وقوف اس جسم کے اعضاء میں سے کسی ایک عضو کی اہمیت کا انکار کر دے وہ کہہ دے مجھے آنکھوں کی ضرورت نہیں اور یا مجھے کانوں کی ضرورت نہیں

ہے یا کان فضول ہیں یا ہاتھ فضول ہیں یا ٹانگیں فضول ہیں تو جو شخص یوں کہتا ہے کہ یہ دعوت وتبلیغ بے کار ہے یا جہاد فساد ہے یا سیاست کا دین سے کوئی تعلق نہیں تو وہ ایسا ہی ہے جیسے جسم کے کسی ایک عضو کی اہمیت سے انکار کرتا ہو اور شریعت کے کسی اہم حکم سے انکار کرتا ہو۔

قرآن میں اصلاحی پر گرام کے تین بنیادی اُصول

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحب نے اپنے خطبات میں ایک جگہ فرمایا کہ قرآن کریم نے دنیا کے سامنے جو اصلاحی پروگرام پیش کیا اس کے تین بنیادی اصول تھے تعلیم احکام، تہذیب اخلاق اور تنظیم اعمال یہ تین بنیادی اصول ہیں قرآن کے اصلاحی پروگرام کے۔

تعلیم احکام کی تعلیم دینا اور اخلاق کی تہذیب دل کا تزکیہ اور اخلاق کی پاکیزگی اور عملی زندگی کی تنظیم قوموں کے ساتھ معاہدے، جنگ، صلح یہ ساری چیزیں اور فرماتے ہیں کہ تعلیم احکام کو (بڑی قیمتی باتیں ہیں قاری صاحب کی توجہ سے سنئے گا) فرمایا کہ تعلیم احکام کو شریعت کہتے ہیں۔

اتحاد واتفاق کی ضرورت

تہذیب اخلاق کو طریقت کہتے ہیں اور تنظیم اعمال کو سیاست کہتے ہیں اور یہ کیا چیز ہے فرماتے ہیں شریعت سے راستے کا علم ہوتا ہے، طریقت سے اس راستے پر چلنے کی اخلاقی اور نفسیاتی قوت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور سیاست سے راستے کے روڑے میں صاف کئے جاتے ہیں۔

شریعت سے راستے کا پتہ چلتا ہے راستہ کیا ہے؟ منزل کیا ہے؟ اور طریقت سے اس راستے پر چلنے کی اخلاقی اور نفسیاتی قوت پیدا ہوتی ہے اور سیاست کے ذریعے سے راستے کے روڑے ہٹائے جاتے ہیں اگر بری طریقت ہو صرف طریقت صرف چلے ہی چلے اور ذکر کی ضربیں ہی ضربیں اور دنیا سے لاتعلقی اگر صرف طریقت ہو تو یہ وحشت ہے، صرف شریعت ہو تو یہ شدت ہے اور صرف سیاست ہو تو یہ نخوت اور تکبر ہے اگر اکیلی طریقت رہ جائے شریعت نہ ہو تو وحشت ہی وحشت ہے اور اگر صرف شریعت ہو طریقت نہ ہو تو بڑی شدت آجائے گی اور اگر سیاست ہو شریعت سے ہٹ کر قرآن وحدیث سے ہٹ کر تو پھر نخوت و تکبر ہے اسی کو اقبال نے کہا تھا

جدا ہو دیں سیاست سے
تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تو پھر تو شدت آئے گی پھر سختی آئے گی بھائیو! اعتدال کا تقاضا یہ ہے کہ سب کا اجتماع ہو شریعت بھی ہو، طریقت بھی ہو، سیاست بھی ہو، جہاد بھی ہو، تبلیغ بھی ہو، درس و تدریس بھی ہو ان ساری چیزوں کا جمع کرنا ضروری ہے اور اے میرے عزیزو! ہماری زبان میں اتنا اثر نہیں کہ دلوں کو بدل سکے میں کیسے اپنے جذبات کا اظہار کرسکوں میرے عزیزو! میرے بھائیو! میری بہنو! خدا کی قسم! بڑا نازک وقت امت پر آن پڑا ہے یقیناً اس امت پر پہلے بھی بڑے نازک وقت گزرے ہیں لیکن آج کا وقت بڑا نازک وقت ہے یہ وقت نہیں کہ تبلیغی مجاہد سے لڑے اور صوفی صاحب شریعت سے لڑے یا سیاسی لوگ جہاد کو غلط سمجھے یہ آپس کی چپقلش کا وقت

نہیں ایک ہوجانے کا وقت ہے اور فروعی مسائل کو چھیڑنے کا وقت نہیں اور فروعی مسائل پر امت کو لڑانے کا وقت نہیں ارے فروعی مسائل اور اجزاء پر امت کو لڑانے والو! خدا کی قسم! اس وقت تو اصول خطرے میں ہیں تمہیں شاخوں کی فکر ہے، پتوں کی فکر ہے ہماری جڑوں پر تیشے چل رہے ہیں جڑ خطرے میں ہے جڑ نہ رہی تو شاخیں کہاں رہیں گی خدارا! جڑوں کی فکر کیجئے! اصول کی فکر کیجئے! ایمان کی فکر کیجئے یوں تو پوری امت پورے عالم اسلام کا حال ہی ابتر ہے لیکن خاص طور پر یہ ملک عزیز جس کی بنیادوں میں لاکھوں کلمہ پڑھنے والوں کا خون ہے آج اس کا وجود تک خطرے میں ہے تو یہ وقت نہیں کہ ہم فروعی مسائل کو اصولی حیثیتیں یا آپس کے چھوٹے چھوٹے مسائل کو بنیادی حیثیت دے کر امت کے وجود کو کمزور سے کمزور تر کریں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اجتماعیت پیدا کرنے اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔

پورے کے پورے دین داخل ہونے کا تقاضا

ویسے تو ساری گفتگو سے جواب ہو ہی گیا لیکن پھر الگ سے عرض کردوں ایک سوال یہ بھی اٹھایا گیا کہ پورے کے پورے دین میں داخل ہونے کا تقاضا کیا ہے ابتدا ہی میں عرض کردیا پورے دین میں داخل ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ دین کے ہر شعبے کو زندہ کیا جائے ہم نے صوفی بھی بننا ہے ہم نے سیاست کے رموز کو بھی جاننا ہے اور ہم نے دین کا علم بھی سیکھنا ہیں دین کے ہر شعبے کو زندہ کرنا ہے اور ہر شعبے میں دینی تعلیمات کی پیروی کرنا ہے عقائد کے شعبے میں، عبادات کے شعبے میں، معاملات

کے شعبے میں، اخلاق کے شعبے میں، سیاست کے شعبے میں، معاشرے کے شعبے میں یہ ہے تقاضا دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کا۔

اللہ ہم سب کو پورے کے پورا دین میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین

عالمی سطح پر امت مسلمہ کی ذلت کے اسباب

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞......قرآن کریم اور سید الکونین ﷺ کی بار بار توہین کیوں کی جاتی ہے؟

۞......ہمارے احتجاج اور ہماری قوت کی آواز کیوں بے اثر ہو گئی ہے؟

۞......کیا امت کا انتشار اور قرآن کریم سے دوری اسکی سب سے بڑی وجہ ہے؟

۞......ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی سزا کا ذمہ دار کون؟

۞......مستقبل میں جگ ہسائی سے بچنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَّا نَبِيَّ بَعۡدَهٗ
اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ

(رعد: ١١)

وقَالَ تَعَالٰى: وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿٣٢﴾

(روم: ٣٢، ٣١)

وقَالَ تَعَالٰى: وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا ﴿٣٠﴾

(فرقان: ٣٠)

وقَالَ تَعَالٰى: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

(النور:۵۵)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيم

میرے بزرگو! اور دوستو! بہنو! اور بیٹیو!

جیسا کہ آپ کو بتادیا گیا کہ ہمارے آج کے ماہانہ درس قرآن کا موضوع ہے عالمی سطح پر امت مسلمہ کی ذلت کے اسباب، یہ بڑا اہم سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ہر قسم کے ظاہری وسائل عطا فرمائے ہیں لیکن یہ امت پھر بھی ذلیل کیوں ہے؟

عالم اسلام وسائل کے اعتبار سے

آبی وسائل، مواصلاتی وسائل، مادی وسائل، فوجی وسائل، نباتاتی وسائل، زرعی اور عددی وسائل، یہ سارے وسائل اس امت کو فراوانی سے عطا کیے گئے ہیں۔

آبی وسائل:

آبی وسائل کو دیکھیے تو دنیا کے مشہور دریا، مشہور ساحل اور مشہور خلیجیں عالم اسلام کی ملکیت میں ہیں، دریائے نیل ہو یا دجلہ اور فرات، دریائے سندھ ہو یا بحر ابیض، بحر احمر ہو یا بحر عرب، بحر اسود ہو یا بحر چین، ان سب کا کلی یا جزوی تعلق عالم اسلام سے ہے اور جو اہم ترین خلیجیں ہیں یعنی خلیج فارس، خلیج عرب اور خلیج بنگال یہ بھی عالم اسلام کی ملکیت میں ہیں۔

مواصلاتی وسائل:

مواصلاتی اعتبار سے دیکھیے تو عالم اسلام کرۂ ارض کے وسط میں ہے، اس لیے یہ سارے عالم کی گذرگاہ ہے۔

مادی وسائل:

مادی وسائل کو دیکھیے تو پیٹرول، تیل، گیس اور کوئلے کے ذخائر عالم اسلام کی ملکیت میں ہیں اور اللہ پاک نے عالم اسلام کو بڑی فراوانی سے، ان ذخائر سے نوازا ہے۔

فوجی وسائل:

فوجی وسائل کے اعتبار سے دیکھیے تو دنیا کی کل افواج کی پچیس فیصد فوج یہ مسلمانوں کے پاس ہے۔

نباتاتی وسائل:

وسائل کے اعتبار سے دیکھیے دنیا کے سارے ممالک کے رقبہ میں عالم اسلام کے رقبے کا تناسب پینتیس فیصد ہے۔ اور یہ رقبہ محل وقوع کے اعتبار سے بھی بہترین ہے آپ صرف اپنی مرکزی عبادت گاہ بیت اللہ ہی کو دیکھ لیجیے کہ بیت اللہ یہ سارے عالم کے، سارے زمین کے وسط اور سینٹر میں واقع ہے، اسی لیے اسے اول عالم بھی کہا گیا، اصل عالم بھی کہا گیا، مرکز عالم بھی کہا گیا، اور وسط عالم بھی کہا گیا۔

زرعی وسائل::

زرعی وسائل کے اعتبار سے دیکھیے تو اللہ نے عالم اسلام کو قابل کاشت زمین اتنی زیادہ عطا فرمائی ہے کہ اگر اس ساری زمین کو مسلمان آباد کرنے میں اور اس سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو جائیں تو صرف عالم اسلام کی زرعی زمین کئی براعظموں کی ضروریات کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔ صرف مسلمانوں ہی کی ضروریات کو پوری نہیں کر سکتی، بلکہ کئی براعظموں کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے۔ مسلمانوں کی زرعی زمین دنیا کا بہترین چاول، دنیا کی بہترین گندم، بے شمار قسم کے پھل سبزیاں، تیل والے بیج، کھجور، زیتون اور گنا یہ سب عالم اسلام میں پیدا ہوتا ہے۔

عددی وسائل::

عددی اعتبار سے دیکھیے تو کہا جاتا ہے کہ پوری دنیا میں تقریباً چھ ارب انسان بستے ہیں جن میں سارے ہی مذاہب کے ماننے والے ہیں ان میں مشرک بھی ہیں، ہندو بھی ہیں، منکرین خدا بھی ہیں، آتش پرست بھی ہیں، یہودی بھی ہیں، عیسائی اور صابی بھی ہیں، اور لا مذہب بھی ہیں، ان چھ ارب انسانوں میں کم وبیش ڈیڑھ ارب مسلمان بستے ہیں گویا کہ اس دنیا میں بسنے والے مختلف مذاہب کے انسانوں میں سے ہر چھٹا یا پانچواں شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اللہ پاک نے جس امت کو اتنے وسائل سے نوازا ہے کہ آبی وسائل اس کے پاس، مواصلاتی وسائل اس

کے پاس، مادی وسائل اس کے پاس، فوجی وسائل اس کے پاس اور زرعی و عددی وسائل اس کے پاس ہیں تو اتنے وسائل رکھنے والی اُمت عالمی سطح پر ذلیل کیوں ہے؟ اسے حقارت کی نظر سے کیوں دیکھا جاتا ہے؟ اس کے احتجاج بے وزن کیوں ہیں؟ اس کے لیڈروں کی آواز بے اثر کیوں ہے؟

امت مسلمہ کا مزاج دوسری قوموں سے مختلف ہے

ابتداہی میں اس بات کی وضاحت کردوں کہ یہ جو امت مسلمہ ہے اس کا مزاج، اس کی ترکیب، اس کی ساخت، اس کی خصوصیات کچھ اور ہیں۔ اور اس امت کے مقابلے میں دوسری امتوں کی خصوصیات اور ان کے عروج اور زوال کے بعض اسباب اور ہیں۔ ہم اس وقت امت مسلمہ کے عروج اور زوال سے اور اس کی عزت وذلت اور قوت وضعف سے بحث کررہے ہیں عام انسانوں کے عروج اور زوال سے نہیں۔

امت مسلمہ کی ذلت کے پانچ اہم اسباب

جو میرا ناقص سا مطالعہ ہے اس کی روشنی میں میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عالمی سطح پر امت مسلمہ کی ذلت کے بڑے بڑے اسباب پانچ ہیں:

پہلا سبب حقیقت ایمان سے محرومی ہے۔

حقیقت ایمان سے محرومی

ایمان کی حقیقت سے ہم محروم ہیں کہنے کو تو ہم دنیا میں کم وبیش ایک ارب ہیں، لیکن ایسے لوگ جن کو واقعی ایمان کی حقیقت نصیب ہے وہ بہت کم

ہیں، اور یاد رکھیے کہ کسی فرد، معاشرے، حکومت، ملک اور قوم کی طاقتوں کے کچھ داخلی اسباب ہوتے ہیں اور کچھ خارجی اسباب۔ کسی کی طاقت کا سبب اس کی قوم ہے، قبیلہ ہے، اس کا فرقہ ہے، فوج ہے، مال و دولت ہے، اقتدار ہے۔ اس طرح سارے خارجی اسباب ہیں داخلی اسباب میں سے کسی کی قوت کا سب سے موثر سبب یہ ہے کہ انسان سچائی پر ہو۔ جو انسان سچائی پر ہوتا ہے اس کا نظریہ سچا ہے، اس کا مشن سچا ہے، وہ خود سچا ہے، اس کی نیت سچی ہے، سچائی کے لیے جیتا ہے، سچائی کے لیے مرتا ہے، سچائی کے لیے لڑتا ہے، وہ سچائی کے لیے محبت کرتا ہے، وہ سچائی کے لیے نفرت کرتا ہے، تو یہ سچائی کا تعلق انسان کے اندر قوت اور طاقت کا سبب بنتا ہے۔ اور اس کائنات کی سب سے بڑی سچائی ایمان ہے تو جسے ایمان کی حقیقت نصیب ہوگئی ہے تو فرد ہو یا جماعت اسے اللہ پاک قوت و طاقت عطا فرما دیتے ہیں۔ اور اس میں لفظی ایمان کی بات نہیں کر رہا، میں رسمی اور خانہ پری والے اور رجسٹر والے ایمان کی بات نہیں کر رہا آپ کو کہہ دیا میں مسلمان ہوں، بس وہ مسلمان ہے یعنی ایسے مسلمان بھی دیکھے کہ یقین کریں کہ ان کے اندر مسلمانوں والی ایک بات بھی نہیں ہے نماز وہ نہیں پڑھتے، روزے وہ نہیں رکھتے، طاقت کے باوجود حج نہیں کرتے، زکوۃ نہیں دیتے، جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں، شراب نوشی کرتے ہیں، خنزیر تک کھا لیتے ہیں، ایسے ایسے لوگوں کو بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے دیکھا، جن کو کلمہ تک نہیں آتا۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو کلمہ پڑھتے ہیں،

لیکن میں نے خود ایسے مسلمان دیکھے جو کہتے ہیں: ہم مسلمان ہیں نام بھی مسلمان والے ہیں: عبداللہ ہے عبدالرحمن، عبدالغفور ہے، لیکن اس کو کلمہ نہیں آتا، نماز نہیں آتی، ہمارے قریب میں متاثرین کا بہت بڑا کیمپ ہے، ہم ان کے لیے رمضان المبارک میں روزانہ کھانے کا بھی انتظام کرتے رہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش کی کہ یہ کلمہ سیکھ لیں، نماز سیکھ لیں تو میں نے خود انہیں نماز کہلوائی، ثناء کہلوائی، اور پھر میں نے کہا سناؤ یقین جانیں ان میں سے کئی تھے جو سبحانک اللّٰھم بھی نہیں سنا سکے۔ پوری سبحانک اللّٰھم تو کجا یعنی صرف سبحانک اللّٰھم کا لفظ وہ بھی نہیں سنا سکے۔ سبحان اللہ کا لفظ کہہ لیا اور اس طرح تو بہت سے ہندو ہی کہہ لیتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایک ہندو کام کرتا ہے، فنکار ہے اس کے پاس ایک فن ہے کبھی ہم اس سے کام کروا لیتے ہیں، کلمہ بھی اس کو آتا ہے۔ چوں کہ اس کے اخلاق بہت اچھے ہیں تو میرے دل میں آیا کہ یہ مسلمان ہو جائے تو میں نے کہا: بھئی کلمہ پڑھ لے تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا کلمہ سنا دیا، یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کو نہیں آرہا اور ہندو کو آرہا ہے۔ اس نے کہہ بھی دیا تو کیا وہ مسلمان ہو گیا تو بھائیو! صرف زبان سے کلمہ پڑھنے سے یا دعویٰ کرنے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا اقبال نے تو یہاں تک کہا تھا۔

جب میں کبھی کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو کانپ جاتا ہوں کہ کتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہوں، اور کانپتا کیوں ہوں؟ اس لیے کہ لا إله إلا الله کی

مشکلات کو جو نہیں جانتا وہ کہتا ہے: مسلمان ہوں اور وہ نہیں کانپتا وہ کلمہ پڑھتا ہے، مگر اسے کچھ احساس نہیں ہوتا کہ میں کتنی بڑی بات کہہ رہا ہوں وہ کہتا ہے میں محمدﷺ کا غلام ہوں صلی اللہ علیہ وسلم اور اسے پتا نہیں کہ محمد کا غلام ہونے کا تقاضا کیا ہے اس کے لیے بڑا آسان ہے، غلامی کا دعویٰ کرنا،

لیکن جو ان تقاضوں کو جانتا ہے وہ غلامی کا دعویٰ کرتے ہوئے کانپتا ہے کہ بہت بڑی بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ تو بھائیو! لفظی ایمان نہیں حقیقی ایمان مطلوب ہے، مومن صرف وہ نہیں جو کلمہ پڑھ لے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے اندر ایمان کی صفات پائی جائیں، مثال کے طور پر ایمان کی صفات کیا ہیں؟ تو وہ صفات بیان کررہا ہوں جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں۔

فرمایا کہ بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس کو اللہ اور اس کے رسول سے سب سے زیادہ محبت نہ ہو۔ اور فرمایا کہ مومن کی علامت یہ ہے کہ اسے ایمان سے محبت ہو اور کفر سے اتنی نفرت ہو جتنی نفرت کسی کو آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے اور فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کی محبت اور دشمنی صرف اللہ کے لیے ہو، اور فرمایا کہ مومن وہ ہے جو دوسرے مومن سے محبت رکھتا ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے فرمایا:

لَاتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا

فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور تمہارے ایمان کا اعتبار نہیں ہے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے

محبت نہ ہو۔ اسی طریقے سے آقا نے فرمایا: مومن وہ ہے جس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ آقا نے فرمایا مومن وہ ہے جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟

''کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہوسکتا ہے''

پھر سوال کیا گیا:

اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِیْلًا

''کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں بخیل بھی ہوسکتا ہے'' پھر سوال کیا گیا:

اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ کَذَّاباً

''کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آقا نے فرمایا: نہیں! مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔''

جھوٹ کی وبا

آج کے معاشرے میں سچے مومن کو خود بھی تلاش کرنا پڑتا ہے، کوئی ہے سچا مومن؟ میں بھی اسی معاشرے میں رہتا ہو، یقین کریں تلاش کرنا پڑتا ہے، کوئی ہے جو واقعی سچ بولنے والا ہو؟ جھوٹ ہی جھوٹ ہر طرف جھوٹ! تو عرض یہ کررہا تھا کہ مسلمانوں کی ذلت کا پہلا سبب یہ ہے کہ وہ ایمان کی

حقیقت سے محروم ہو گئے، ایمان کے الفاظ تو رہ گئے ایمان کی حقیقت نہ رہی، ظاہر تو رہ گیا باطن نہ رہا، ایمانی صفات سے محروم رہ گئے، جس کے اندر ایمان آ جائے اس کے اندر طاقت آ جاتی ہے۔

ایمان کی طاقت

مصر کے جادوگروں کو دیکھیے! چند گھنٹوں کے مومن ہیں، صبح آئے ہوئے تھے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لیے۔ اور اللہ نے شام کا سورج غروب ہونے سے پہلے ان کو ایمان قبول کرنے کی توفیق دے دی۔ وہی فرعون جس کے سامنے جھکتے تھے، جس سے مانگتے تھے، جس سے لالچ کرتے تھے، وہ دھمکیاں دے رہا ہے، سولی پر لٹکا کر ہاتھ کاٹ دوں گا، پاؤں کاٹ دوں گا، کہتے ہیں کرلو۔

لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا

(طٰہٰ:۷۲)

''اب بعض دلائل کے بدلے میں تجھے ترجیح نہیں دے سکتے، اور اللہ کے مقابلے میں تجھے ترجیح نہیں دے سکتے''

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ

(طٰہٰ:۷۲)

''جو کرنا چاہتے ہو کرلو''

اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

(طٰہٰ:۷۲)

تم کیا کر سکتے ہو دنیا کی زندگی کو ختم کر سکتے ہو، کرلو، ہم تو شہادت کے متلاشی ہیں۔ ایمان کی طاقت: حضرت فاطمہ بنت خطاب، عمر بن خطاب کی بہن، عمر بن خطاب سرخ آنکھوں سے دیکھتے۔ بہن کا سر جھکتا تھا، لیکن جب ایمان قبول کرلیا، عمر بن خطاب مار رہے ہیں اور بہن نے کہہ دیا: عمر جو چاہتے ہو کرلو، اب کلمہ پڑھ لیا ہے اب محمد کا دامن نہیں چھوڑ سکتے۔ بلال حبشی غلام ہیں حیوانوں کی سی زندگی ان سے بھی بدتر زندگی اب ایمان قبول کرلیا۔ امیہ مالک ہے حیران ہے، اس غلام کو کیا ہو گیا؟ کیا ہو گیا اس کو میں جو چاہتا تھا وہ کہتا تھا، جو کھلاتا تھا وہ کھاتا تھا، جہاں سے اٹھاتا تھا اٹھ جاتا، جہاں چلاتا چل پڑتا، اب ان کو کیا ہو گیا بات مانتا ہی نہیں؟ مار مار کر مارنے والے تھک جاتے، اور پھر بھی کہہ رہا "أحد أحد" ایک ہے ایک ہے۔ اور کوئی نہیں ہے۔ کس چیز نے طاقت دے دی؟ ایمان نے طاقت دے دی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کس چیز نے طاقت دی تھی؟ ایمان نے طاقت دی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی کیفیت

جب مسلمانوں کی افواج نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا، عیسائیوں نے پیشکش کی کہ اگر تمہارا امیر عمرؓ بن خطاب خود آجائے تو ہم جنگ کیے بغیر شہر کی چابیاں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ کو پتا چلا بڑا طویل سفر طے کر کے آئے، تاکہ جنگ تک نوبت نہ پہنچے صلح سے مسئلہ حل

ہو جائے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جب دیکھا امیر کے جسم پر وہ قمیص ہے جس میں چودہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ عرض کیا: حضرت ان متمدن، مہذب، تربیت یافتہ، مال دار لوگوں میں آپ یہ قمیص پہن کر داخل ہوں گے تو ہماری ناک کٹ جائے گی، لباس بدل لیجیے۔ اس موقع پر سیدنا عمر بن خطاب نے فرمایا تھا: اے ابو عبیدہ اور اے ابو عبیدہ کے سپاہیو! سن لو! تم اس دنیا کے سب سے ذلیل قوم تھے، ہم عرب اس دنیا کی سب سے ذلیل قوم تھے ہمیں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اللہ پاک نے ہمیں کلمہ طیبہ لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنا پر عزت دی ہے، اچھے لباس کی وجہ سے عزت نہیں دی، قیمتی سواریوں کی وجہ سے عزت نہیں دی، سونے اور چاندی کے انبار کی وجہ سے عزت نہیں دی، فوجیوں کی وجہ سے عزت نہیں دی، اسلام کی بنیاد پر عزت دی ہے۔ اگر ہم نے اسلام کو چھوڑ کر دوسری چیزوں میں عزت کو تلاش کیا تو ہم ذلیل اور خوار ہو جائیں گے۔ اور میرے بھائیو! اور میری بہنو! پہلا سبب امت مسلمہ کی ذلت کا حقیقتِ ایمانی سے محرومی ہے۔

دوسرا سبب: فرقہ واریت

امت مسلمہ کی ذلت کا دوسرا سبب فرقہ واریت ہے فرقوں میں تقسیم ہو جانا۔ اللہ نے فرمایا تھا:

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٣١﴾

(الروم: ۳۱)

''اے مسلمانو! مشرکوں میں سے نہ ہو جانا''

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ

(الروم:۳۲)

''جنہوں نے اپنے دین میں فرقے بنالیے اور وہ گروہ در گروہ بن گئے، فرقے بن گئے، جماعتوں میں، ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے، اور ایسے ہو گئے''

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲

(الروم:۳۲)

''ہر جماعت جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے''

کوئی قبر پر بیٹھا ہوا خوش ہے اور کوئی قوالی کی دھن پر خوش ہے، کوئی گانے کی تان پر خوش ہو رہا ہے، ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر خوش ہے کہ میں ہی حق پر ہوں اور کوئی حق پر نہیں کوئی قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے: اللہ کی قسم میرے علاوہ جنت میں کوئی نہیں جائے گا، پھر ایسے لوگ بھی ہیں کہ ہم کتاب وسنت کی روشنی میں ان کا جائزہ لیں تو بظاہر جنت میں جانے والا کوئی ایک عمل بھی نظر نہیں آتا۔ جب وہ کہتا ہے صرف ہم جنتی ہیں اور کوئی جنتی نہیں، سب دوزخی ہیں۔

اللہ کے نبی نے فرقے نہیں امت بنائی تھی

تو اللہ نے فرمایا تھا فرقوں میں تقسیم نہ ہو جانا، امت رہنا، اللہ کے نبی نے فرقے نہیں بنائے تھے، اللہ کے نبی نے امت بنائی تھی، اور

محنت سے اپنی زندگی کے کئی سال لگا دیے امت بنانے میں، پتھر کھائے امت بنانے کے لیے، گالیاں سنیں امت بنانے کے لیے، ایک ایک کو پکڑ کر سمجھایا امت بنانے کے لیے، اور جب امت بن گئی تو حضور بڑے خوش تھے، زندگی کی آخری شب جب آپ اپنے حجرے میں تھے، اور مسجد نبوی میں امت نماز پڑھ رہی تھی، اور حضور ﷺ نے امت کو دیکھا زندگی کی آخری شب تھی سخت بیماری کی حالت میں تھے لیکن حدیث میں آتا ہے: جب اپنی بنائی ہوئی امت کو دیکھا تو آپ کے چہرہ انور پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت حضور کا چہرہ ایسا لگ رہا تھا جیسے قرآن کریم کا مقدس ورق ہوتا ہے۔ کیا غضب کی تشبیہ دی ہے! بیماری تھی تو زردی میں تشبیہ، اور تقدس تھا تو قرآن کے تقدس سے تشبیہ دی، اور نور تھا تو قرآن کے نور سے تشبیہ دی تھی۔ صحابہ کی شان اللہ نے یہ بیان فرمائی:

أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(الفتح:۳)

”کافروں کے معاملے میں سخت، آپس میں بڑے مہربان“

اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ کافروں کے لیے بڑے نرم اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے بڑے سخت۔ ایسا تقسیم کیا مسلمانوں کو کہ تقسیم در تقسیم کہیں علاقائی طور پر تقسیم کیا: یہ سعودی ہے، اور یہ عراقی، یہ مصری ہے اور یہ شامی، یہ فلسطینی ہے اور یہ کشمیری ہے یہ ہندی ہے اور یہ چینی۔ علاقائی اعتبار سے تقسیم کیا، اب عراقی پٹ رہے ہیں تو سعودی مطمئن ہیں کہ اللہ کا شکر

ہے، اللہ نے ہمیں بچالیا، افغانی پٹ رہے ہیں تو سارا عالم اسلام شکر ادا کر رہا ہے، اللہ کا شکر ہے ہم تو بچے ہوئے ہیں۔ کشمیری مارے جارہے ہیں باقی سارا عالم اسلام مطمئن ہے۔ کشمیری مر رہے ہیں ہم تو نہیں۔ یعنی الفاظ یہ نہیں کہ مسلمان مارا جارہا ہے الفاظ یہ ہیں: عراقی مارا جارہا ہے، افغانی مارا جارہا ہے، کشمیری مارا جارا ہے، ہندی مارا جارہا ہے۔ ہم تو اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں ہم کو اللہ پاک نے بچالیا۔

مسلم ایک جسم کی مانند ہیں

جب ایک کہنے والے نے کہا کہ اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تمہاری کیفیت یہ نہ ہو کہ اگر تم مشرق کے آخری کونے میں بستے ہو، اور مغرب کے آخری کونے میں بسنے والے مسلمان کے سینے میں خنجر چلے تو تم یہ نہ سمجھو کہ میرے سینے پر چل رہا ہے اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہمارا ایمان تو ایسا کامل ہے کہ ہمیں احساس ہی نہیں ہے، درد ہی نہیں ہے۔

مسلمانوں کی تقسیم در تقسیم

علاقائی اعتبار سے ہمیں تقسیم کر دیا پھر مذہبی اعتبار سے پھر نظریاتی اعتبار سے تقسیم کر دیا، یہ دیوبندی ہے، یہ اہل حدیث ہے، مقلد ہے اور غیر مقلد۔ نقشبندی ہے اور یہ چشتی، اور یہ قادری ہے، تقسیم در تقسیم اور عجیب چھوٹی چھوٹی باتیں جن پر لڑ جھگڑ رہے ہیں، مر رہے ہیں، مار رہے ہیں ایک

دوسرے نے چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے تشخص اور اپنی پہچان کی علامت بنائی ہوئی ہیں۔ ہر ایک فرقے کا مخصوص جھنڈا ہے اور مخصوص نعرے ہیں، مخصوص گلوبل ہے اور مخصوص ٹوپی ہے مخصوص پگڑیاں ہیں، مسجد کو دیکھیے تو دور سے پتا چل رہا ہے کہ فلاں فرقے کی مسجد ہے ایسی علامت اپنے لیے تجویز کرلی جس سے تشخص ظاہر یعنی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے سے زیادہ زور اپنے آپ کو کسی فرقے سے مضبوط ثابت کرنے پر ہے، یہ دوسرا سبب ہے مسلمانوں کی ذلت کا فرقہ واریت۔

تیسرا سبب نظامِ خلافت سے محرومی

تیسرا سبب مسلمانوں کی ذلت کا نظام خلافت سے محرومی ہے۔ مسلمان خلافت کے نظام سے محروم ہوگئے بڑے نقصانات ہوئے خلافت کا نظام ٹوٹنے سے، اور اس سے محروم ہونے سے۔ خلافت کا نظام ٹوٹنے سے مسلمانوں کی برکت کا نشان ختم ہوگیا۔ جب تک خلافت باقی تھی ایک علاقے کے مسلمان دوسرے علاقے کی مصیبت کے وقت مدد کرتے تھے۔ خلافت نہ ہونے کا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ ہم کئی صدیاں ہوگئیں کہ ہم اسلامی نظام سے محروم ہیں، اجتماعی زندگی میں اسلامی قوانین کا نفاذ اور چلن نہیں ہے۔ میرے خیال میں خلافت کے سقوط سے یہ دوسرا نقصان ہوا اور تیسرا نقصان یہ کہ مسلمان سیاسی اکثری اعتبار سے غلام بن گئے جو خود دینے والے تھے وہ لینے والے بن گئے۔ چوتھا نقصان یہ ہوا کہ نظامِ خلافت ساقط ہوا تو خود

مسلمانوں نے باطل نظاموں کو اسلامی نظام کا اور خلافت کا متبادل سمجھنا شروع کیا۔کوئی اسلام کے نظام کا متبادل کوئی سوشلزم کو سمجھ رہا ہے۔

خلافت اور جمہوریت

اور زیادہ تر مغربی جمہوریت کے نظام کو اسلام کا متبادل سمجھ کر اسے کھوج بھی رہے ہیں، اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دینے کے لیے بھی تیار بیٹھے ہیں۔جمہوریت کے لیے جاہلوں کو چھوڑ یئے بڑے بڑے علماء مغربی جمہوریت کے جانب دار رہیں کہ سارے مسائل کا حل مغربی جمہوریت میں ہے۔اب نظام اسلام کی اور خلافت کے نظام کی وہ آواز اٹھنا ہی بند ہوگئی علامہ اقبال نے خلافت کے حوالے سے کہا تھا کہ خلافت ہمارے مقام پر گواہی ہماری عزت کی گواہی ،اور خلافت کو چھوڑ کر یہ بادشاہی کا نظام تم پر حرام ہے خلافت کا نظام مسلمانوں کی عزت کا نشان تھا، ان کی وحدت کا نشان ان کی مرکزیت کا نشان تھا۔

فتنوں کی سرکوبی خلافت کا کام

تو وہ مسلمانوں کے لیے ایسے ہوتے ہیں جیسے اولاد کے لیے باپ۔ آپ اس وقت کو یاد کیجیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجیے جب سرورِ دو عالم ﷺ انتقال فرما گئے تھے،اور طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھالیا تھا اتنے بڑے بڑے فتنے کہ آج کا کوئی مسلمان تو ان کا کیا مقابلہ کر سکے۔خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو اس کے قدموں میں لغزش

پیدا ہو جاتی۔ چودہ قبیلے مرتد ہو گئے ایک نہیں دو نہیں بلکہ چودہ قبیلے۔ منافق جو چھپے بیٹھے تھے کھل کر سامنے آ گئے۔ بہت سے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ قیصر و کسریٰ کی طرف سے حملے کا اندیشہ پیدا ہو گیا، بلکہ یقین ہو گیا تھا، نبوت کے جھوٹے دعوے دار کھڑے ہو گئے مسیلمہ کذاب جو حضور کے زمانے میں کھڑا ہو گیا تھا، اسود عنسی جیسے نبوت کے جھوٹے دعوے دار۔ اور چھٹا غم جو صحابہ کے لیے سب سے بڑا غم تھا وہ نبی اکرم ﷺ کی جدائی کا غم، ہمت شکستہ اور ارادوں میں ضعف آ گیا۔ لیکن اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا، خلیفۃ المسلمین خلیفہ اول۔ میں کہتا ہوں: لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ثابت کرنے کے لیے بہت سے دلائل دیتے ہیں، اگر وہ دلائل نہ بھی ہوں لیکن صرف یہی دلیل ہو: ان فتنوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس استقامت کا مظاہرہ کیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق دار ثابت کرنے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہ رہی، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ پر سختی کی، اور کہا: جب تک زکوٰۃ نہیں دو گے جہاد کروں گا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے لیے زبان نبوت نے فرمایا:

أَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ

دین کے معاملے میں صحابہ میں سے سب سے زیادہ سخت عمر ہیں۔
حضرت عمر نے عرض کیا: ذرا نرمی سے کام لیں سختی کا موقع نہیں ہے۔ چودہ قبیلے مرتد ہو چکے ہیں: منافق ہیں، قیصر و کسریٰ ہیں مدعیان نبوت ہیں، آپ

اتنی سختی کر رہے ہیں تو سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:
عمر جاہلیت میں تم بڑے سخت تھے، اور اسلام میں اتنے نرم ہو رہے ہو:

إِنَّهُ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْيُ

وحی کا سلسلہ تو ختم ہو چکا، اس لیے کہ صاحب وحی دنیا سے جا چکے وَتَمَّ الدِّيْنُ اور دین مکمل ہو چکا۔

أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ

کیا میں زندہ رہوں اور دین میں کمی کی جائے گی؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ زندہ ہو اور دین میں کمی کی جائے ابوبکر کیسے برداشت کرے گا؟ مجھے یقین ہے بھائیو! آج ابوبکر نہیں حضرت ابوبکر کا کوئی غلام ہوتا تو وہ کہہ دیتا کہ کیا ہماری بیٹیوں کو دوسروں کے حوالے کیا جائے گا جبکہ میں زندہ ہوں؟ میری زندگی میں کیا ہماری زندگی میں عافیہ صدیقی جیسی بیٹیوں کو یہود ونصاریٰ جیسے لوگوں کے حوالہ کیا جائے گا اور یہ صرف حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت نہیں۔

آخری خلیفہ کی استقامت

آخری جو خلیفہ مسلمانوں کے گزرے ہیں: خلیفہ عبدالحمید عثمانی بے حد کمزور تھے، اور خلافت طرح طرح کی کمزوریوں کا شکار ہو چکی تھی، آئیڈیل خلافت نہیں تھی، لوگ کہہ دیتے ہیں: خلیفہ عبدالحمید کا نام لیتے ہو عثمانیوں کا نام لیتے ہو وہ تو ایسے تھے وہ تو ویسے تھے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ خلافت کا آئیڈیل نظام نہیں تھا اور خلیفہ عبدالحمید آئیڈیل خلیفہ نہیں اس کے

باوجود خلافت کی نسبت کا لحاظ انہوں نے بھی کیا۔ یہودیوں نے خلیفہ عبدالحمید کے سامنے پیش ہو کر پیش کش کی خلافت پر جتنے بھی قرضے ہیں ہم ادا کر دیتے ہیں اور تمہارے بیت المال کو سونے چاندی سے بھر دیتے ہیں تم ہمیں فلسطین میں تھوڑی سی جگہ بسنے کے لیے دے دو۔ گیا گزرا خلیفہ تھا اور کمزور سا خلیفہ! اور طرح طرح کے دباؤ کا شکار، لیکن اس نے زمین سے تنکا اٹھا کر کہا تھا کہ تم فلسطین مانگنے کے لیے آئے ہو اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں تمہیں اس تنکے کے برابر وہاں سے زمین نہیں دوں گا۔

چنانچہ جب تک خلافت عثمانیہ باقی رہی یہودیوں کو وہاں قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوئی، ان کو ختم کیا گیا تب وہاں اسرائیل قائم ہوا: اہل کفر کا پالتو کتا، جس نے مسلمانوں کے لیے بدامنی پیدا کر رکھی ہے، اور مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کو اپنا معمول بنا لیا۔ اور آئے دن فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کا خون وہاں بہتا رہتا ہے۔ تو ہماری کمزوری کا تیسرا سبب وہ نظام خلافت کا خاتمہ ہے۔

چوتھا سبب

(قرآن کو چھوڑنا) ہے، ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا، ذلیل ہو گئے

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہوکر
ہم ذلیل وخوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

آقا ﷺ نے فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ۔

''اللہ اس کتاب کی وجہ سے بعض کو عزت دیتا ہے اور بعض کو ذلیل کر دیتا ہے'' عزت دیتا ہے ان کو جو اس کے حقوق ادا کرتے ہیں، اور ذلیل کرتا ہے ان کو جو اس کتاب کے حقوق کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور جن کے بارے میں کوئی اور نہیں بلکہ اللہ کا رسول قیامت کے دن مقدمہ پیش کرے گا۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

(فرقان:۳۰)

''اے میرے رب! میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا'' یاد رکھیے قرآن کی تلاوت نہ کرنا یہ قرآن کو چھوڑنا ہے، قرآن میں تدبر نہ کرنا یہ قرآن کو چھوڑنا ہے، قرآن کو سمجھنے کے لیے کوشش نہ کرنا یہ قرآن کو چھوڑنا ہے، قرآن پر عمل نہ کرنا یہ قرآن کو چھوڑنا ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں ہمارا کام تو بس یہ کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لیں یا حج اور عمرے کر لیں یا تنہائی میں بیٹھ کر ذکر کی ضربیں لگا لیں۔ اور قرآن کو چھوڑا ہوا ہے انہوں نے، اور جانتے ہیں قرآن کہتا ہے: قیامت کے دن اللہ کا نبی مدعی بن کر اللہ کے حضور پیش ہوگا، مدعی اللہ کا نبی، عدالت اللہ کی، اور مجرم کون؟ قرآن کو چھوڑنے والے! آخرت میں تو جو ہوگا وہ ہوگا ذلت جو ملے گی وہ ملے گی۔ ہم قرآن کو چھوڑ کر دنیا میں بھی ذلیل ہو چکے۔ قرآن سے عزت ملتی ہے، لیکن ہم نے قرآن کو مخصوص کر دیا مرنے والوں پر قرآن خوانی کے لیے، حصول برکت کے لیے، حصول ثواب کے لیے، اور محفل حسن قرأت میں اپنے فن کا جادو جگانے کے لیے۔ قرآن بس اس لیے رہ گیا، باقی

قرآن کے حقوق نظر انداز کر دیے گئے۔ اقبال کے اندر بلاشبہ کمزوری تھی۔ اقبال نہ میرا امام ہے نہ وہ میرا پیشوا۔ لیکن قرآن کے ساتھ جو اسے محبت ہے وہ قابل قدر ہے۔ ایک جگہ اقبال نے کہا: اے اللہ! اگر میری شاعری میں کوئی ایسی بات میں نے کہی ہے جو قرآن سے ٹکراتی ہے تو قیامت کے دن مجھے اس کے سامنے ذلیل ورسوا کر دے، اتنے اعتماد کے ساتھ بات کر رہا ہے وہ اقبال کہتا ہے:

جو میرے دل میں بات پوشیدہ ہے میں واضح طور پر کہتا ہوں:

قرآن کتاب نہیں ہے یہ تو کوئی اور ہی چیز ہے۔ اور اقبال نے کہا ہے:

جب قرآن جان کے اندر آ جائے تو جان بدل جاتی ہے، اور جب دل ودماغ بدل جائے تو جہان بدل جاتا ہے۔ جب انسان بدل جائے تو جہان بدل جاتا ہے گویا کہ جہان میں تبدیلی نہیں آسکتی جب تک کہ مسلمان قرآن کو نہ تھامے۔ اور کہہ دیا اگر ''ہمی خواہی مسلمان زیستن'' اگر مسلمان تم عزت کی زندگی چاہتے ہو تو سن لو! قرآن کے بغیر تمہیں عزت کی زندگی حاصل نہیں ہوسکتی۔

تجھے قرآن سے کیا ملے گا تو قرآن خوانیاں تو کرتا ہے۔ لیکن تو قرآن والا نہیں ہے۔ قرآن تیری زندگی میں نہیں آتا، صرف قرآن خوانی میں لگا دیا پوری قوم کو صرف قرآن خوانی میں۔

سمجھ لیا گیا کہ قرآن خوانی متبادل ہے حقوق قرآن کا۔ جھوٹ ہے گمراہی کی بات ہے۔

ذلت کا آخری سبب ہمارے اعمال ہیں

آخری سبب بتا رہا ہوں، امت مسلمہ کی ذلت کا آخری سبب ہماری حرکتیں، ہمارے کرتوت یہ ہماری ذلت کا ایک اہم سبب ہے، عالمی سبب ہے۔ یہ حقیقت ہے: ہماری دکان، ہمارے تاجر، ہمارے کھلاڑی، ہمارے لیڈر، ہمارے سیاست دان، ہمارے فوجی جرنیل، کون ہیں جو کرپشن کے داغ دھبے سے پاک ہیں؟ فراڈ میں ہم بدنام، جھوٹ میں ہم بدنام، ملاوٹ میں ہم بدنام، دو نمبر مال بنانے میں ہم بدنام۔

بڑی شرم آتی ہے غیر مسلم اسلامی ممالک میں آتے ہیں یہ سوچ لے کر کہ کس طریقے سے ان کے وسائل کو زیادہ سے زیادہ ہم اپنے قبضے میں لیں اور مسلمان غیر اسلامی ممالک میں جاتے ہیں کس طرح زیادہ سے زیادہ عیاشی کر سکیں ، چاہے عجم ہوں چاہے عرب ہوں۔ اسی مقصد کے لیے جاتے ہیں، الا ماشاء اللہ، یا بھیک مانگنے کے لیے جاتے ہیں یا فحاشی کے لیے جاتے ہیں یا عیاشی کے لیے جاتے ہیں، بدکاری کے لیے جاتے ہیں، زنا کے اڈے بنا رکھے ہیں غیر اسلامی ممالک میں مغربی ملکوں میں۔ یہ ہماری ذلت کے چند بڑے اسباب ہیں۔

مختلف سوالات کے جوابات

اب میں اختصار کے ساتھ اشتہار کے اٹھائے ہوئے سوالوں کا جواب دے دوں۔

سید الکونین کی بار بار توہین کا ارتکاب

ایک سوال ہے قرآن کریم اور سید الکونین ﷺ کی بار بار توہین

کیوں کی جاتی ہے؟

ایک وجہ:

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دنیا کی نظر میں ہماری کچھ حیثیت نہیں یعنی قرآن کے ماننے والوں، حضور اکرم ﷺ کے ماننے والوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں حضور نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ تمہیں بہت حقیر سمجھا جائے گا، دوسری قومیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم قلیل ہوں گے؟ فرمایا نہیں! تم کثیر ہوگے تم زیادہ ہوں گے عرض کیا: پھر کیوں یارسول اللہ! صحابہ یہ سوچ نہیں سکتے کہ ایسے مسلمان بھی ہوں گے جو کہیں گے اپنے آپ کو مومن لیکن ایمان والی ایک صفت بھی نہیں۔ پوچھا: یارسول اللہ! کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ تم بھوسے کی طرح ہوجاؤ گے جو دیکھنے میں بڑا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں کچھ نہیں اندر سے کھوکھلے بے جان ہوگے۔

دوسری وجہ:

اور دوسری وجہ میں جو سمجھتا ہوں وہ یہ کہ دشمنانِ اسلام کو قرآن سے اور صاحب قرآن سے ایک خوف محسوس ہوتا ہے۔ یہ چیز نظر آرہی ہے کہ مسلمان مغلوب ہیں لیکن قرآن غالب ہے دلوں کو فتح کررہا ہے۔ قرآن کو ایک طرف متعصب عیسائی اور پادری جلارہے ہیں۔

اور تیسری وجہ:

یہ ہے کہ قرآن کی اہل کفر میں دن بدن مقبولیت میں اضافہ ہورہا

ہے۔ ان میں سے بعض سوچتے ہیں آخر کیوں گالیاں دی جارہی ہیں قرآن ہی کو کیوں گالیاں دی جارہی ہیں؟ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ہم تو ایسا نہیں کرتے، نہ تورات کو گالی، نہ انجیل کو گالی، نہ حضرت موسیٰ کو گالی، نہ حضرت عیسیٰ کو گالی، نہ حضرت داؤد کو گالی، پھر ان کی محترم شخصیات اور کتاب کو کیوں نشانہ بنایا جاتا ہے؟ وہ جب کھولتے ہیں اور دیکھتے ہیں تو اللہ پاک ان کے دل کی کایا پلٹ دیتے ہیں۔

آج مسلمانوں کا احتجاج بے اثر کیوں ہے؟

ایک تیسرا سوال جو اٹھایا گیا وہ یہ کہ ہمارے احتجاج بے اثر کیوں ہیں اس کا جواب بھی ہو چکا۔ اقبال نے ویسے کہا تھا:

جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

جب ذلت کے اسباب اختیار کر لیے جائیں تو ذلت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ پھر یہ کہ ہمارے بعض لوگ جو رسمی طور پر احتجاج کرتے ہیں ان کے اندر قول اور عمل کا تضاد پایا جاتا ہے۔ یہ صرف رسمی طور پر احتجاج کر رہے ہیں ورنہ اندر سے مطمئن ہیں اور ہمیں اجازت دے رہے ہیں کہ جو کرتے ہو کرتے رہو ہمیں کوئی سروکار نہیں۔

عافیہ صدیقہ کی سزا کا ذمہ دار کون؟

پہلے تو یہ عرض کردوں کہ آپ جانتے ہیں کہ عافیہ صدیقی کو امریکی تاریخ کی سب سے بڑی سزا دی گئی، اتنی بڑی سزا جو امریکی تاریخ میں آج تک کسی شدید

ترین مجرم کو بھی نہیں دی گئی۔ چھیاسی سال کی سزا اس کو سنائی گئی، سات الزام اس پر لگائے گئے کہ سات جرائم ہیں جس کا اس کمزور لڑکی نے ارتکاب کیا ان میں سے ایک الزام یہ بھی ہے کہ اس نے فلاں سے شادی کیوں کی اور سب سے بڑا جرم یہ کہ اس نے امریکی تفتیش کاروں پر ہتھیار کیوں اٹھایا؟ یہ سب سے بڑا جرم ہے اس نے ہتھیار کیوں اٹھایا؟ فائرنگ نہیں کی کسی کو قتل نہیں کیا، زخمی نہیں کیا ہتھیار کیوں اٹھایا؟ وہ اس جرم کو بڑا کر کے بیان کر رہے ہیں اور جو سر سے لے کر پاؤں تک لاکھوں انسانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں وہ یہ جرم بتا رہے ہیں۔ اس کا جرم یہ کہ اس نے ہاتھ کیوں اٹھایا؟ ہتھیار کیوں اٹھایا؟ اس کو اخبارات میں تعصب اور درندگی کی انتہا بتایا گیا، میں نے دیکھا اس بے چاری لڑکی سے خاندان کے کسی فرد کو ملنے کی بھی اجازت نہیں، یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

ذلت سے بچاؤ کے لیے کیا کرنا چاہئے؟

اور پانچواں اور آخری سوال جو مستقبل میں عالمی جگ ہنسائی سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے یہ پانچوں چیزیں یاد کر لیجیے اپنے اندر ترتیب سے ایمان کی حقیقت پیدا کر دیجیے، قرآن سے سچا تعلق جوڑ لیجئے، نظام خلافت قائم کرنے کی کوشش کیجیے۔ اور ان حرکتوں سے باز آجائیں جو ہماری ذلت کا سبب بنتی ہیں اور پانچویں چیز فرقہ واریت سے توبہ کیجیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

www.drasequran.come

وہ گلی گلی عام درس قرآن کر گیا
وہ گھر گھر مشہور خدا کا فرمان کر گیا
سناتا رہا اُمت کو قرآن کے ترانے
پورا وہ نبی کا ارمان کر گیا
نہ بغض کسی قوم سے نہ افراد سے حسد
داعی وہ اپنی عاقبت کا ساماں کر گیا
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

آیات واحادیث پر مکمل اعراب اور تخریج وتحقیق کے ساتھ پہلی بار

خطباتِ حکیم الاسلام

۵ جلد مکمل سیٹ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے ایمان افروز خطبات کا مجموعہ جس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اسلام کی تعلیمات کو حکیمانہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے جس کا مطالعہ قلب ونظر کو بالیدگی اور فکر وروح کو بصیرت وتازگی بخشتا ہے

از افادات

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب

مرتب

مولانا محمد ادریس ہوشیارپوری صاحب

تخریج وتحقیق

مولانا محمد اصغر صاحب
فاضل جامعہ دارالاسلام کراچی

مولانا ساجد محمود صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مولانا راشد محمود راجہ صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقدیم ونگرانی

ابن الحسن عباسی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ
پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث بنایا اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو جن کو ہم نے چُن لیا

دردِ دل اور سالہا سال کے تجربات کا نچوڑ

درسِ قرآن کیوں اور کیسے؟

ازافادات

داعیٔ قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

پوری دنیا میں انٹرنیٹ پر سنے جانے والے دروسِ قرآن کا مجموعہ

آسان درسِ قرآن

ازافادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

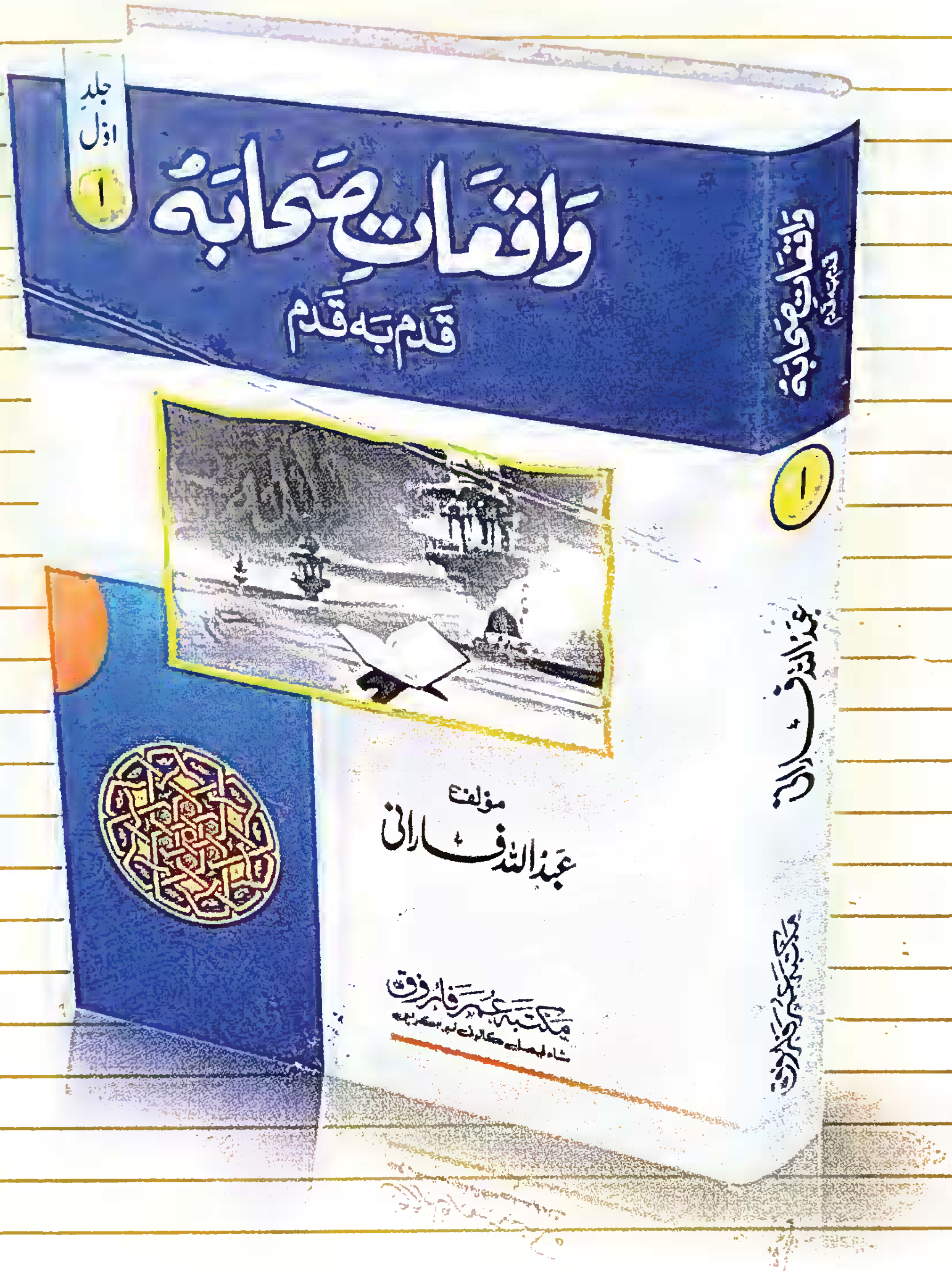
حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہم العالی

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروقؓ



مکتبہ عمر فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34604566 Cell: 0334-3432345

Designed & Printed by: Luminar Graphics Ph: 021 32727728